امام اہل سنت نمبر
ماہنامہ
حجاز جدید
دہلی
یٰس اختر مصباحی
100
12/-

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

     /makhtarraza1011

ترجمانِ دین و دانش

ماہنامہ حجازِ جدید دہلی

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

زرِ اشتراک

سالانہ اعزازی =/۱۰۱ ● عمومی =/۶۰
ششماہی =/۳۵ ● فی شمارہ =/۶

امام اہلسنت نمبر
قیمت: بارہ روپے

صفر۔ ربیع الاول سنہ ۱۴۱۰ھ
مطابق ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۸۹ء

جلد ۲ شمارہ ۹-۱۰ فون: ۶۸۳۶۷۹۶

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر محمد یٰسٓ اختر مصباحی نے ایس۔ کے آفسیٹ پریس مٹیا محل دہلی ۶ سے طبع کرا کے آفس ماہنامہ حجازِ جدید ۸۸۔ اسٹریٹ ۱۴۔ ذاکر نگر۔ نئی دہلی ۲۵۔۱۱۰۰ سے شائع کیا۔

ڈرافٹ پر صرف حجاز جدید منتقلی لکھیں

HIJAZ JADEED MONTHLY

جملہ خط و کتابت و ترسیلِ زر کا پتہ

منیجر ماہنامہ حجاز جدید
۸۸۔ اسٹریٹ ۱۴۔ ذاکر نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

تزئین:۔ عمید الزماں جلال پوری

کاروانِ حجاز

عشق و اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قومی مشکلات کا حل اور اتحاد ملی کی بنیاد

یٰس اختر مصباحی

اداریہ

اس وقت ہندوستانی مسلمان تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں۔ اور ان کے امتیاز و تشخص پر ہر چہار جانب سے عوامی اور ریاستی سطح پر منظم انداز سے حملے کیے جا رہے ہیں۔

ان حملوں اور سازشوں کا مقابلہ کرنے کی مختلف تدابیر مسلمانوں کے باشعور طبقے کی جانب سے اختیار کی جا رہی ہیں۔ اور انھیں منظم اور طاقت ور بنانے کے نئے نئے طریقے آزمائے جا رہے ہیں۔

متعدد حلقے مسلمانوں کی کمزوری کا یہ علاج بتاتے ہیں کہ انھیں تعلیمی میدان میں آگے آنا چاہیے اور تعلیم ہی کے ذریعہ اپنے آپ کو ترقی کے مدارج تک پہنچانا چاہیے۔ کسی گوشے سے یہ آواز آتی ہے کہ مسلمان آگے بڑھ کر تجارت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اور تجارتی شعبوں پر حاوی ہو کر اپنے حریف اور مد مقابل کو پیچھے چھوڑ دیں۔ اور کوئی ماہر صنعت یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ مسلمان اگر صنعتی انقلاب برپا کر دیں تو وہ دوسری قوموں پر چشم زدن میں غالب آ جائیں گے۔ اور اس سائنسی دور کی زمام قیادت و سیادت خود بخود ان کے ہاتھ آ جائے گی۔

اسی طرح مسلمانوں کا باہمی اختلاف و انتشار دور کرنے اور من حیث القوم مسلمانوں کو متحد اور مضبوط بنانے کے بھی مختلف فارمولے پیش کیے جاتے ہیں۔ اور بزعم خویش اپنے موقف پر اس طرح اصرار کیا جاتا ہے کہ اگر اسے قبول کر کے اس پر عمل کر لیا جائے تو مسلمانوں کے سارے مسائل حل ہو جائیں اور ساری مشکلات کا خاتمہ ہو جائے۔

کوئی جماعت "توحید" کا جھنڈا اس طرح بلند کرتی ہے کہ عظمت انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو نظر انداز کرنے لگتی ہے اور تقلید و تعظیم اسلاف و ائمہ کرام سے منحرف ہو کر ابرار و صالحین کے مقام و مرتبہ کو بے دردی کے ساتھ پامال کرنے لگتی ہے۔ تو کوئی فرقہ دعوئ سنیت و حنفیت کے باوجود دنیوی مصالح کے تحت نجد کے خانہ ساز موحدین کو اپنا آقا و مولیٰ سمجھنے لگتا ہے۔ اور قابل اعتراض عبارات کی نشاندہی کے باوجود قبول حق سے گریز کرتے ہوئے اسے مسلسل اور متواتر شائع کرتا چلا آ رہا ہے۔

کوئی گروہ دو چار چلوں اور گشتی قافلوں میں شریک ہو کر اپنے سامنے بڑے بڑے علماء و مشائخ کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے۔ اور دین و دنیا کے بیشتر ضروری معاملات و مسائل سے لاتعلق ہو کر تسبیح کے دانوں میں الجھا رہتا ہے۔ تو کچھ رجسٹر بردار حلقے بزرگانِ دین کے نام پر اپنی دنیاداری کا بازار گرم رکھنے اور قبور صالحین کو غلط طریقے سے استعمال کرنے کو ہی اپنا وظیفۂ زندگی بنائے ہوئے ہیں۔

کچھ برادرانِ جماعت سارے اسلاف کرام کی ذہنی غلامی سے آزاد ہو کر اپنے بانیٔ جماعت کی ذہنی غلامی میں اس طرح مبتلا ہو چکے ہیں کہ اس کی پیش کردہ "حکومتِ الٰہیہ" کے علاوہ انھیں کسی دیگر موضوع سے کوئی دلچسپی ہی نہیں۔ اور بے شمار نام نہاد دانشورانِ اسلام کا حال یہ ہے کہ ایک طرف تو وہ "فقہ اسلامی کی تشکیل جدید" پر کمر بستہ نظر آتے ہیں۔ اور دوسری طرف ان کا حال یہ ہے کہ عربی و اسلامی علوم و فنون کی بس یوں ہی سی واقفیت ہے۔

ایسے عالم رستاخیز میں مجھے اسلام کے اس بطل جلیل اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق صادق کی یاد آئی جو عشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو صرف اپنے زخم جگر کا مرہم نہیں بلکہ غم کائنات کا بھی مداوا سمجھتا ہے۔ اور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کو جان ایمان سمجھتا ہے۔ ؎

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

اور جس کا حسنِ اعتقاد یہ ہے کہ مصطفٰے جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ رحمت جس طرف اٹھ جائے اسی طرف خامۂ قدرت بھی چلنے لگے ؎

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشئ رحمت کا قلمدان گیا

یادِ محبوب کردگار کی حرارت و تپش کو جو سرمایۂ حیات اور ایسا کربِ دلنواز اور دردِ مسرت انگیز تصور کرتا ہے کہ اس میں شب و روز اضافہ کی اس طرح تمنّا کرتا ہے ؎

جان ہے عشقِ مصطفٰے روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

اور اسی نعمتِ کبریٰ کو سینے سے لگائے ہوئے آغوشِ لحد تک پہنچکر وہ اسے اس طرح روشن و منور کر ڈالتا ہے ؎

لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

تو یہ ذکر ہے اس کا جسے دنیا امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نام سے جانتی پہچانتی ہے۔ اور جس نے زندگی بھر اپنی زبان و قلم سے عشق و محبّتِ رسول کی سوغات تقسیم کی۔ اور فقہ و افتاء و نعتیہ شاعری سے لے کر عوامی مجالس تک ہر بزم اور ہر شعبۂ علم و فن میں عظمتِ مصطفٰے کا پرچم لہرایا۔ ؎

"ورفعنا لک ذکرک" کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

جس نے مدۃ العمر یہ پیغام دیا کہ محمد عربی نبی ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ مقدس سے وابستہ ہو کر ہی انسانیت اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔ ان کی تعلیمات مبارکہ ہی پر عمل کر کے دنیا کے مصائب و آلام کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اور سنتِ رسول علیہ التحیۃ والثناء کی روشنی ہی میں بے قرار انسانیت کو راحتِ دل اور امن و سکون میسر آسکتا ہے۔

باہمی اختلافات کا اس نے یہ حل بتایا کہ اپنے جذبات و خواہشات اپنے مفادات و مصالح اور اپنی جان و مال کو عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا جائے۔ اور رسولِ مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات سے قرب حاصل کرنے کو مقصدِ حیات تصور کر لیا جائے۔ اور آپ کے اعمال و اخلاق کو نمونۂ زندگی قرار دیا جائے۔

اور یہ پیغام کچھ اس کا نہیں بلکہ خود خالقِ ارض و سماوات کا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃٌ حسنۃٌ (الاحزاب: ۲۱) تمھارے لئے اللہ کے رسول بہترین نمونہ ہیں۔

یہ رسولِ گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نمونۂ کامل ہیں کہ علم و دانش، تجارت و صنعت، اصلاح و قیادت اور حکمرانی و جہانبانی کے جس شعبے میں بھی جیسے ضرورت ہوگی وہ آپ کی مکّی و مدنی زندگی کے متعدد مراحل میں اپنی ہدایت و رہنمائی کے بہترین نمونے پا جائے گا۔

اور جن کی اتباع محبتِ خداوندی کا واحد ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران: ۱۲) تم فرمادو کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبّت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تمھیں محبوب رکھے گا۔

جن کی بارگاہ کا ادب و احترام اللہ نے اس طرح سکھایا۔ یآ ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون (الحجرات: ۱۳) اے ایمان والو! اپنی آواز نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور نہ ان کے حضور زور سے بات کرو۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔ کہیں تمھارے عمل اکارت نہ چلے جائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔

اور اپنی محبت و مودت کے بارے میں جس کی خود یہ دعوت اور اعلان عام ہے۔ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ (ص، بخاری شریف جلد اول) تم میں کا کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے باپ اپنی اولاد اور سب سے زیادہ مجھ سے محبّت نہ رکھے۔ ؎

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
وگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

ولسوف یعطیک ربک فترضی

کاروانِ اہلسنت کے قافلہ سالار

جن کا سایہ اک تجلی جن کا نقشِ پا چراغ

یٰسٓ اختر مصباحی

اختصار کے ساتھ ان چند نفوس قدسیہ کے اسمائے گرامی یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔ جنھوں نے اسلام کی اعلیٰ تعلیمات اور اس کے پاکیزہ اخلاق کو عملی شکل میں پیش کر کے اور اپنے خون جگر سے اسلام کی آبیاری کر کے رفتہ رفتہ پورے خطۂ ہند کو سرسبز و شاداب بنا ڈالا۔

حضرت داتا گنج بخش لاہوری (ولادت ۴۰۰ھ/۱۰۰۹ء۔ وفات ۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (ولادت ۵۳۷ھ/۱۱۴۲ء۔ وفات ۶۳۳ھ/۱۲۳۶ء) حضرت شیخ بہار الدین زکریا ملتانی (ولادت ۵۶۶ھ/۱۱۷۰ء۔ وفات ۶۶۶ھ/۱۲۶۷ء) حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر (ولادت ۵۷۵ھ/۱۱۷۹ء۔ وفات ۶۶۴ھ/۱۲۶۵ء) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (ولادت ۵۸۱ھ/۱۱۸۵ء۔ وفات ۶۳۴ھ/۱۲۳۶ء) حضرت مخدوم علار الدین صابر کلیری (ولادت ۵۹۲ھ/۱۱۹۶ء۔ وفات ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء) حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیار (ولادت ۶۳۶ھ/۱۲۳۸ء۔ وفات ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء) حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری (ولادت ۶۶۱ھ/ وفات ۷۸۲) حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت (ولادت ۷۰۷ھ/۱۳۰۸ء۔ وفات ۷۸۵ھ/۱۳۸۳ء) امیر کبیر سید علی ہمدانی (ولادت ۷۱۴ھ/ وفات ۷۸۶ھ) حضرت مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی (ولادت ۷۰۷ھ/ وفات ۸۰۸ھ) حضرت شیخ سلیم چشتی (ولادت ۸۸۴ھ/۱۴۷۹ء۔ وفات ۹۷۹ھ/۱۵۷۱ء) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ولادت ۹۵۸ھ/۱۵۵۲ء۔ وفات ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ولادت ۹۷۱ھ/۱۵۶۴ء۔ وفات ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ولادت ۱۱۱۴ھ وفات ۱۱۷۶ھ) وغیرہم رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین۔

ان اصحاب علم و فضل و ارباب زہد و تقوی کے بعد تیرہویں صدی ہجری میں جن علمار و مشائخ کرام نے کاروان عشق و عرفان کی رہنمائی کا شرف حاصل کیا۔ اور سواد اعظم اہل سنت و جماعت کو صراط مستقیم پہ گامزن رکھا ان کی ایک اجمالی فہرست کچھ اس طرح ہے۔

حضرت علامہ عبدالعلی فرنگی محلی (ولادت ۱۱۴۴ھ/ وفات ۱۲۳۵ھ) حضرت شاہ محمد اجمل الٰہ آبادی (ولادت ۱۱۶۰ھ/۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ انوار الحق فرنگی محلی (ولادت ۱۱۶۷ھ/ وفات ۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (ولادت ۱۱۵۹ھ/ وفات ۱۲۳۹ھ) حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ولادت ۱۱۵۸ھ/ وفات ۱۲۴۰ھ) حضرت شاہ ابو سعید مجددی رام پوری (ولادت ۱۱۹۶ھ/ وفات ۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی (ولادت ۱۱۶۰ھ/ وفات ۱۲۶۲ھ) حضرت شاہ ابوالحسن فرد پھلواری (ولادت ۱۱۹۱ھ/ ۱۲۶۵ھ) حضرت شاہ احمد سعید مجددی رام پوری (ولادت ۱۲۱۷ھ/ ۱۲۷۷ھ) حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی (ولادت ۱۲۱۲ھ وفات ۱۲۷۸ھ) حضرت علامہ عبدالحلیم فرنگی محلی (ولادت ۱۲۰۹ھ وفات ۱۲۸۵ھ) حضرت علامہ فضل رسول بدایونی (ولادت ۱۲۱۳ھ/ وفات ۱۲۸۹ھ) حضرت علامہ شاہ آل رسول مارہروی (ولادت ۱۲۰۹ھ/ وفات ۱۲۹۶ھ) وغیرہم رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین۔

اور چودہویں صدی ہجری جس میں مختلف ایمان شکن اور گمراہ کن تحریکوں تنظیموں اور جماعتوں نے جنم لے کر صدیوں کے متوارث عقائد و نظریات کو تہ و بالا کرنا شروع کیا اور عظمت توحید و ناموس رسالت پر حملے کئے جانے لگے تو یہ علمار حق اور مجاہدان صف شکن سینہ سپر ہو کر سامنے آ گئے۔ اور آج بھی سواد اعظم اہلسنت کا کاروانِ فکر و خیال اپنے انھیں اسلاف کرام کی روحانی قیادت و رہنمائی میں اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے۔

حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محلی (ولادت ۱۲۶۴ھ/ وفات ۱۳۰۴ھ)

حضرت مفتی ارشاد حسین رام پوری (ولادت ۱۲۴۸ھ/ وفات ۱۳۱۱ھ) حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی (ولادت ۱۲۰۸ھ/ وفات ۱۳۱۳ھ) حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری لاہوری (وفات ۱۳۱۵ھ) حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی (ولادت ۱۲۵۳ھ/ وفات ۱۳۱۹ھ) حضرت مولانا ہدایت اللہ رام پوری (وفات ۱۳۲۶ھ) حضرت مولانا خیرالدین دہلوی (ولادت ۱۸۳۱ء/ وفات ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) حضرت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ/ وفات ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ/ وفات ۱۳۴۱ھ) حضرت شاہ علی حسین اشرفی (ولادت ۱۲۶۶ھ/ وفات ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء) وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ

(سورۂ مجادلہ آیت ۲۲)

یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا۔ اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

سنی کی تعریف

"سنی وہ ہے جو ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خلفائے راشدین، ائمہ دین، مسلم مشائخ طریقت، اور متاخر علماء کرام میں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملک العلماء حضرت بحر العلوم فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رام پوری، اور حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب بریلوی کے مسلک پر ہوں رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم۔

(ص ۹۔ الفقیہ امرتسر، ۲۱/ اگست ۱۹۴۵ء)

(بقیہ صفحہ ۴۳ کا)

ممبران صوبہ کشمیر

۱۔ صاحبزادہ محمد امین علوی۔ ۲۔ سید حفیظ اللہ اندرابی۔ ۳۔ مولانا محمد یٰسین ہمدانی۔ ۴۔ قاضی نثار احمد۔ ۵۔ غلام حسن مسعودی ایڈووکیٹ۔ ۶۔ قاضی غلام رسول قادری۔ ۷۔ عبدالواحد کرائے پاک۔ ۸۔ خواجہ غلام عبدالقادر کینگ۔ ۹۔ ڈاکٹر غلام قادر علاقہ بند۔ ۱۰۔ نذیر احمد کاملی۔ ۱۱۔ غلام رسول غیور۔ ۱۲۔ محمد سلطان پانپوری۔

ممبران صوبہ جموں

۱۳۔ میاں بشیر احمد لاروی نقشبندی۔ ۱۴۔ قاری عبدالغنی۔ ۱۵۔ مولانا دل محمد نقشبندی۔ ۱۶۔ حاجی ملک غلام رسول اویسی۔ ۱۷۔ حاجی عبدالمجید۔

ریاست جموں و کشمیر کے صوبائی صدر و سکریٹری اپنے اپنے صوبہ کے لئے بالترتیب ایک سو گیارہ اور اکسٹھ ممبران منتخب کریں گے۔

۲۳/ اگست کو حضرت علامہ کی صدارت میں جو نشست ہوئی اس میں آپ نے مشن کا پانچ نکاتی پروگرام۔ ۱۔ تبلیغ۔ ۲۔ تعلیم ۳۔ تزکیہ۔ ۴۔ اقامت صلوٰۃ۔ ۵۔ بیت المال بالتفصیل پیش فرمایا جسے سبھی حاضرین نے اتفاق رائے سے منظور کیا۔

اسی نشست میں طے کیا گیا کہ مشن کے بیت المال کو رجسٹرڈ کرانے کے لئے یہ چار حضرات ذمہ دار ہوں گے۔ ۱۔ عبدالواحد کرائے پاک۔ ۲۔ قاضی غلام رسول۔ ۳۔ غلام قادر کینگ۔ ۴۔ محمد سلطان پانپوری۔

ورلڈ اسلامک مشن کا نام انگریزی میں اسلامک مشن آف انڈیا اور اردو میں دعوت اسلامی ہند ہوگا۔ لیکن فی الحال ورلڈ اسلامک مشن ہی کا نام جاری رہے گا۔ دعوت اسلامی ہند کا رجسٹریشن دہلی میں ہوگا۔ اور ہر صوبے کا بیت المال الگ ہوگا۔

جامعہ قادریہ ہمدانیہ کے لئے زمین تلاش کرنے کے لئے کمیٹی بنائی گئی۔ ۱۔ ڈاکٹر محمد رمضان اویسی۔ ۲۔ قاضی غلام رسول۔ ۳۔ عبدالواحد کرائے پاک۔ ۴۔ غلام قادر علاقہ بند۔ ۵۔ غلام قادر کینگ۔ ۶۔ نذیر احمد کاملی۔

ماہنامہ حجاز جدید دہلی کو اتفاق رائے سے مشن کا ترجمان بنایا گیا۔ اور اسے پوری ریاست جموں و کشمیر میں پھیلانے کی ذمہ داری لی گئی۔

امام احمد رضا، ایک نظر میں

پروفیسر محمد مسعود

۱۔ ولادت باسعادت ۱۰ شوال سنہ ۱۲۷۲ھ / ۱۴ جون سنہ ۱۸۵۶ء

۲۔ ختم قرآن مجید سنہ ۱۲۷۶ھ / سنہ ۱۸۶۰ء

۳۔ پہلی تقریر ربیع الاول سنہ ۱۲۷۸ھ / سنہ ۱۸۶۱ء

۴۔ پہلی عربی تصنیف سنہ ۱۲۸۵ھ / سنہ ۱۸۶۸ء

۵۔ دستار فضیلت شعبان سنہ ۱۲۸۶ھ / سنہ ۱۸۶۹ء بعمر تیرہ سال، دس ماہ پانچ دن۔

۶۔ آغاز فتویٰ نویسی ۱۴ شعبان سنہ ۱۲۸۶ھ / سنہ ۱۸۶۹ء

۷۔ آغاز درس و تدریس سنہ ۱۲۸۶ھ / سنہ ۱۸۶۹ء

۸۔ ازدواجی زندگی سنہ ۱۲۹۱ھ / سنہ ۱۸۷۴ء

۹۔ فرزند اکبر مولانا محمد حامد رضا قادری کی ولادت ربیع الاول سنہ ۱۲۹۲ھ / سنہ ۱۸۷۵ء

۱۰۔ فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت سنہ ۱۲۹۳ھ / سنہ ۱۸۷۶ء

۱۱۔ بیعت و خلافت سنہ ۱۲۹۴ھ / سنہ ۱۸۷۷ء

۱۲۔ پہلی اردو تصنیف سنہ ۱۲۹۴ھ / سنہ ۱۸۷۷ء

۱۳۔ پہلا حج اور زیارت حرمین شریفین سنہ ۱۲۹۵ھ / سنہ ۱۸۷۸ء

۱۴۔ شیخ احمد بن زین بن دحلان مکی سے اجازتِ حدیث سنہ ۱۲۹۵ھ / سنہ ۱۸۷۸ء

۱۵۔ مفتی مکہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی سے اجازت حدیث سنہ ۱۲۹۵ھ / سنہ ۱۸۷۸ء

۱۶۔ شیخ عابد السندی کے تلمیذ رشید امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی سے اجازتِ حدیث سنہ ۱۲۹۵ھ / سنہ ۱۸۷۸ء

۱۷۔ امام احمد رضا کی پیشانی میں شیخ موصوف کا مشاہدۂ انوار الٰہیہ سنہ ۱۲۹۵ھ / سنہ ۱۸۷۸ء

۱۸۔ مسجد خیف (مکہ معظمہ) میں بشارت مغفرت سنہ ۱۲۹۵ھ / سنہ ۱۸۷۸ء

۱۹۔ زمانۂ حال کے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے عدم جواز کا فتویٰ سنہ ۱۲۹۸ھ / سنہ ۱۸۸۱ء

۲۰۔ تحریک ترکِ گاؤکشی کا سدباب سنہ ۱۲۹۸ھ / سنہ ۱۸۸۱ء

۲۱۔ پہلی فارسی تصنیف سنہ ۱۲۹۹ھ / سنہ ۱۸۸۲ء

۲۲۔ اردو شاعری کا شاہکار قصیدۂ معراجیہ کی تصنیف قبل سنہ ۱۳۰۳ھ / سنہ ۱۸۸۵ء

۲۳۔ فرزند اصغر مفتیٔ اعظم محمد مصطفٰے رضا قادری کی ولادت ۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۰ھ / سنہ ۱۸۹۲ء

۲۴۔ ندوۃ العلماء کے جلسۂ تاسیس (کانپور) میں شرکت سنہ ۱۳۱۱ھ / سنہ ۱۸۹۴ء

۲۵۔ تحریک ندوہ سے علیحدگی سنہ ۱۳۱۵ھ / سنہ ۱۸۹۷ء

۲۶۔ مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت میں فاضلانہ تحقیق سنہ ۱۳۱۶ھ / سنہ ۱۸۹۸ء

۲۷۔ قصیدۂ عربیہ آمال الابرار و آلام الاشرار سنہ ۱۳۱۸ھ / سنہ ۱۹۰۰ء

۲۸۔ ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس پٹنہ میں شرکت رجب سنہ ۱۳۱۸ھ / سنہ ۱۹۰۰ء

۲۹۔ علماءِ ہند کی طرف سے خطاب مجدد مائۃ حاضرہ سنہ ۱۳۱۸ھ / سنہ ۱۹۰۰ء

۳۰۔ تاسیس دار العلوم منظر اسلام بریلی سنہ ۱۳۲۲ھ / سنہ ۱۹۰۴ء

۳۱۔ دوسرا حج اور زیارت حرمین شریفین سنہ ۱۳۲۳ھ / سنہ ۱۹۰۵ء

۳۲۔ امام کعبہ شیخ عبداللہ میرداد اور ان کے استاد شیخ حامد احمد محمد جدادی مکی کا مشترکہ استفتاء اور امام احمد رضا کا فاضلانہ جواب سنہ ۱۳۲۴ھ / سنہ ۱۹۰۶ء

۳۳۔ علماءِ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام اسناد اجازت و خلافت سنہ ۱۳۲۴ھ / سنہ ۱۹۰۶ء

۳۴۔ کراچی آمد اور مولانا محمد عبدالکریم درس سندھی سے ملاقات سنہ ۱۳۲۴ھ / سنہ ۱۹۰۶ء

۳۵۔ امام احمد رضا کے عربی فتوے کو حافظ کتب الحرام سید اسمٰعیل خلیل مکی کا زبردست خراج عقیدت سنہ ۱۳۲۵ھ / سنہ ۱۹۰۷ء

۳۶۔ شیخ ہدایت اللہ بن محمد بن محمد سعید السندی مہاجر مدنی کا اعتراف مجددیت ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

۳۷۔ قرآن کریم کا اردو ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

۳۸۔ شیخ موسیٰ علی الشامی الازہری کی طرف سے خطاب "امام الائمۃ المجدد لہذہ الامۃ" یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

۳۹۔ حافظ کتب الحرام سید اسمٰعیل خلیل مکی کی طرف سے خطاب۔ "خاتم الفقہاء والمحدثین" ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء

۴۰۔ علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب قبل ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۴۱۔ ملتِ اسلامیہ کے لئے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۴۲۔ بہاولپور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور امام احمد رضا کا فاضلانہ جواب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۴۳۔ مسجد کانپور کے قضیے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۴۴۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی آمد اور استفادۂ علمی مابین ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء اور ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء

۴۵۔ انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء

۴۶۔ صدر الصدور صوبہ جات دکن کے نام ارشاد نامہ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء

۴۷۔ تاسیس جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی تقریباً ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۷ء

۴۸۔ سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء

۴۹۔ امریکی ہیاۃ داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو شکست فاش ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء

۵۰۔ آئزک نیوٹن اور آئین اسٹائن کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

۵۱۔ ردِّ حرکت زمین پر ۱۰۵ دلائل اور فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

۵۲۔ فلاسفۂ قدیمہ کا ردِّ بلیغ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

۵۳۔ دو قومی نظریہ پر حرف آخر ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

۵۴۔ تحریک خلافت کا افشائے راز ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

۵۵۔ تحریک ترک موالات کا افشائے راز ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

۵۶۔ انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام کے خلاف تاریخی بیان ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

۵۷۔ وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ / ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء

۵۸۔ مدیر پیسہ اخبار لاہور کا تعزیتی نوٹ یکم ربیع الاول ۱۳۴۰ھ ۳ نومبر ۱۹۲۱ء

۵۹۔ سندھ کے ادیب شہیر سرشار عقیلی تنوی کا تعزیتی مقالہ ۱۳۴۱ھ / ستمبر ۱۹۲۲ء

۶۰۔ بمبئی ہائی کورٹ کے جسٹس ڈی۔ ایف ملّا کا خراج عقیدت ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء

۶۱۔ شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کا خراج عقیدت ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء

چمنستانِ نعت

امام احمد رضا بریلوی

رُخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زُلف یا مشک ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حق یہ کہ ہیں عبدِ الٰہ اور عالمِ امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بلبل نے گل اُن کو کہا قمری نے سروِ جانفزا
حیرت نے جھنجلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رُخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہوگی یا روزِ جزا
دی ان کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

کوئی ہے نازاں زہد پر یا حُسنِ توبہ ہے سپر
یاں ہے فقط تیری عطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

رزقِ خدا کھایا کیا فرمانِ حق ٹالا کیا
شکرِ کرم ترسِ سزا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ہے بُلبُلِ رنگیں رضا یا طوطیِ نغمہ سرا
حق یہ کہ واصف ہے ترا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

امام احمد رضا بریلوی

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

رخصتِ قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں ان کے سائے میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

بار نہ تھے حبیب کو پالتے ہی غریب کو
روئیں جواب نصیب کو چین کہو گنوائے کیوں

یادِ حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
خوب ہیں قیدِ غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاونی حشر ہی آ نہ جائے کیوں

جان ہے عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

ہم تو ہیں آپ دلفگار غم میں ہنسی ہے ناگوار
چھیڑ کے گل کو نوبہار خون ہمیں رلائے کیوں

یا تو یوں ہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
منتِ غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

ان کے جلال کا اثر دل سے لگائے ہے قمر
جو کہ ہو لوٹ زخم پر داغِ جگر مٹائے کیوں

خوش رہے گل سے عندلیب خارِ حرم مجھے نصیب
میری بلا بھی ذکر پر پھول کے خار کھائے کیوں

گردِ ملال اگر دھلے دل کی کلی اگر کھلے
برق سے آنکھ کیوں جلے رونے پہ مسکرائے کیوں

جانِ سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں

اب تو نہ روک اے غنی عادتِ سگ بگڑ گئی
میرے کریم پہلے ہی لقمۂ تر کھلائے کیوں

راہِ نبی میں کیا کمی فرشِ بیاض دیدہ کی
چادرِ ظل ہے ملگجی زیرِ قدم بچھائے کیوں

سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوزِ غم سازِ طرب بجائے کیوں

مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی

میرا گھر غیرتِ خورشید درخشاں ہوگا
غیرتِ جانِ قمر جب کبھی مہماں ہوگا
جو تبسم سے عیاں ایک دردنداں ہوگا
ذرہ ذرہ مرے گھر کا مہ تاباں ہوگا
کیوں مجھے خوف ہو محشر کا کہ ہاتھوں میں مرے
دامنِ حامیِ خود، ماحیِ عصیاں ہوگا
پلۂ عصیاں کا گراں بھی ہو تو کیا خوف مجھے
مرے پلے پہ تو وہ رحمتِ رحمٰں ہوگا
مجھ سے عاصی کو جو بے داغ چھڑا لائیں گی
اہلِ محشر میں جو دیکھے گا وہ حیراں ہوگا
کوئی منہ میرا تکے گا کہ یہ وہ عاصی ہے
جس کو ہم جانتے تھے داخلِ میزاں ہوگا
کوئی اس رحمتِ عالم پہ تصدق ہوگا
کوئی یہ شانِ کرم دیکھ کے قرباں ہوگا
ماجرا دیکھ کے ہوگا یہ کسی کو سکتہ
اک تعجب سے وہ انگشت بدنداں ہوگا
ظلمتِ قبر کا کیا خوف مجھے اے نوری
جب مرے قلب میں ایماں کا لمعاں ہوگا

مولانا حسن رضا بریلوی

کون کہتا ہے کہ زینت خلد کی اچھی نہیں
لیکن اے دل فرقتِ کوئے نبی اچھی نہیں
رحم کی سرکار میں پرسش ہے ایسوں کی بہت
اے دل اچھا ہے اگر حالت مری اچھی نہیں
تیرہ دل کو جلوۂ ماہِ عرب درکار ہے
چودھویں کے چاند تیری چاندنی اچھی نہیں
کچھ خبر ہے میں بُرا ہوں کیسے اچھے کا بُرا
مجھ بُرے پر زاہدو طعنہ زنی اچھی نہیں
اس گلی سے دور رہ کر کیا مریں ہم کیا جئیں
آہ ایسی موت ایسی زندگی اچھی نہیں
ان کے در کی بھیک چھوڑیں سروری کے واسطے
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں
خاک ان کے آستانے کی منگا دے چارہ گر
فکر کیا حالت اگر بیمار کی اچھی نہیں
سایۂ دیوارِ جاناں میں ہو بستر خاک پر
آرزوئے تاج و تختِ خسروی اچھی نہیں
ان کے در پر موت آ جائے تو جی جاؤں حسن
ان کے در سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں

امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن

مستند تفاسیر کی روشنی میں

محمد صدیق ہزاروی

(۱) "ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ" وہ بلند مرتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں (۱)

قرآن پاک، کتب سماویہ میں سے آخری کتاب ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری [ح]ضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا اور دیگر آسمانی کتابوں کی طرح یہ بھی کسی انسان [کی] بنائی ہوئی کتاب نہیں۔

لیکن بعض لوگوں نے اس حقیقت ثابتہ کو ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ [کتا]ب، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی جانب سے گھڑ لی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے منکرین کے اس باطل دعویٰ کی متعدد مقامات پر تردید فرمائی جن [میں] سے ایک، آیت مذکورہ بالا ہے۔

اس آیت کریمہ کا اردو ترجمہ عام طور پر ان الفاظ میں کیا جاتا ہے "یہ وہ کتاب [ہ]ے جس میں کوئی شبہ نہیں" اس ترجمہ سے مترشح ہوتا ہے کہ قرآن پاک کے منزل من اللہ ہونے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں۔ حالانکہ یہ بات خلافِ واقع ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان مترجمین کو اپنے ترجمہ کی وضاحت کے لیے تفسیری حاشیہ کا سہارا لینا پڑا۔

لہٰذا ایک ایسے جامع ترجمہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو قاری کو یہ بھی بتلائے [کہ] قرآن پاک وہ کتاب ہے جو شک و شبہ سے بالاتر ہے اور اس ترجمہ سے اس حقیقت [کی] بھی نفی نہ ہو کہ بعض لوگوں نے قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے میں شک کا اظہار کیا ہے۔

توجیہات و تاویلات سے بے نیاز یہ ترجمہ "کنزالایمان" کی صورت میں قاری کے [ذہ]ن کو تسکین اور قلب کو اطمینان بخشتا ہے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ نے آیت مندرجہ بالا [کا] ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے "وہ بلند مرتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں" (۲) یعنی کوئی [ش]ک کرے یا نہ کرے یہ کتاب اپنی حقانیت کے اعتبار سے بالکل واضح ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ ترجمہ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذہنی اختراع ہے یا مفسرین متقدمین کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔ اس سلسلہ میں جب تفاسیر کی ورق گردانی کی گئی تو واضح ہوا کہ اقوال مفسرین اور فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن میں سرِمو بھی فرق نہیں۔ اس سے پہلے کہ تفسیری عبارات اور ان کا ترجمہ پیش کیا جائے اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ [کی] لغات و ذہانت کو سمجھنے کے لیے اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ کسی آیت کے ظاہر پر وارد ہونے والے اشکال کا بصورت تفسیر جواب دینا آسان ہے کیونکہ وہاں بحث و تمحیص کی گنجائش ہوتی ہے لیکن ترجمہ میں اس کو سمونا نہایت مشکل۔

اس کے باوجود جس بات کو مفسرین کرام نے کئی سطور میں بیان فرمایا اعلیٰحضرت قدس سرہ نے اسے صرف ایک سطر میں بیان کر کے قاری کو مطمئن کر دیا جس سے کنزالایمان کی عظمت روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے۔

آئیے اب ان تفسیری عبارات کا جائزہ لیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں شک کرنے کی نہیں بلکہ گنجائشِ شک کی نفی اور قرآن پاک کے شک و شبہ سے بلند و بالا ہونے کا اعلان ہے۔

امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ (م شوال ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

(لاریب فیہ) نفی کونہ مظنۃ للریب بوجہ من الوجوہ "قرآن میں کسی طور پر بھی شک کی گنجائش کی نفی کی گئی ہے (۳)

ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر زمخشری خوارزمی (م ۵۳۸ھ) نے لکھا ہے۔

"فان قلت کیف نفی الریب علی سبیل الاستغراق وکم من مرتاب فیہ؟ قلت ما نفی ان احدا لا یرتاب فیہ وانما المنفی کونہ متعلقا للریب ومظنۃ لہ لانہ من وضوح الدلالۃ وسطوع البرہان بحیث لا ینبغی لمرتاب ان یقع فیہ"

(ترجمہ) اگر تم کہو کہ کلی طور پر کیسے شک کی نفی کر دی حالانکہ کتنے ہی لوگ اس (کے منزل من اللہ ہونے) میں شک کرتے ہیں؟ تو میں (علامہ زمخشری) جواباً کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے شک کرنے کی نفی نہیں فرمائی بلکہ نفی شک اور اس کی گنجائش سے متعلق ہے کیونکہ قرآن پاک کی دلالت و برہان اس قدر واضح اور روشن ہیں کہ کسی شخص کو اس میں شک کرنا مناسب نہیں (۴)

قاضی القضاۃ امام ابو مسعود محمد بن محمد عمادی (م ۹۵۱ھ) لکھتے ہیں:

"ومن نفیہ عن الکتاب انہ فی علو الشان وسطوع البرہان بحیث لیس فیہ مظنۃ ان یرتاب فیہ احد اصلا"

(ترجمہ) کتاب سے شبہ کی نفی کا مطلب یہ ہے کہ یہ اپنی بلند شان اور روشن براہین کے سبب اس لائق ہے کہ کسی شخص کے لیے اس کی حقانیت اور وحی منزل من اللہ ہونے میں شک کی گنجائش نہیں یہ مطلب نہیں کوئی شخص اس میں شبہ نہیں کرے گا۔ (۵)

ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی (م شوال ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

"والمعنی انه فی ذاته حق و منزل من عند الله و صفة من صفاته غیر مخلوق ولا محدث وان وقع ریب للکفار"

(ترجمہ) مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب اپنی ذات میں حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے جو مخلوق ہے نہ حادث اگرچہ کفار (اس کی حقانیت) میں شبہ کریں۔ (۶)

علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی (م ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

"وقیل انه علی الحذف فانه قال لاسبب ریب فیه"

(ترجمہ) کہا گیا ہے کہ یہاں لفظ (سبب) محذوف ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس (کتاب) میں شک کی کوئی وجہ نہیں (۷)

حضرت شیخ اسماعیل حقی (م ۱۱۳۷ھ) فرماتے ہیں۔

"ان هذا النفی لریب عن الکتاب لا عن الناس والکتاب موصوف بانه لا ینبغی ان یرتاب فیه ریب نهو صدق حق معلوم ومفهوم شک فیه الناس اولم یشک"

اس آیت کریمہ لاریب فیہا میں کتاب اللہ کے قابل شک ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ لوگوں کے شک کرنے کی نفی نہیں۔ اور اس کتاب کی یہ صفت ہے کہ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ بس یہ سچی کتاب ہے حق ہے اور معلوم و مفہوم ہے اس میں کوئی شک کرے یا نہ کرے (۸)

---

(۱۰) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ۔

اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں۔ مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ (۹)

جانور کو ذبح کرتے وقت تکبیر کہنا لازمی ہے اگر وقتِ ذبح غیر اللہ کا نام پکارا جائے تو جانور حرام ہو جاتا ہے۔ ایسے جانور کے کھانے سے اہلِ اسلام کو منع کیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ" جس جانور پر (وقتِ ذبح) اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے اس سے نہ کھاؤ۔ دوسری جانب وہ حلال جانور جس پر وقتِ ذبح اللہ کا نام پکارا جائے، حلال و طیب ہے اور اس کا کھانا جائز۔ اگرچہ ذبح سے پہلے اس پر کبھی بھی اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو یا اسے غیر خدا کی طرف منسوب ہی کیوں نہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ جب مشرکین نے بعض جانوروں کو اپنے معبودانِ باطلہ کی طرف منسوب کر کے ان کا کھانا حرام قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس باطل نظریہ کا رد فرماتے ہوئے ان سے سوال کیا کہ ان جانوروں کو کیوں نہیں کھاتے جن کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ" اور تمہیں کیا ہوا کہ ان جانوروں کا گوشت نہیں کھاتے جن پر (وقتِ ذبح) اللہ تعالیٰ کا نام پکارا گیا۔

اس پس منظر میں آیت کریمہ "اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ" میں "وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ" کا مطلب یہ ہو گا کہ جس جانور پر وقتِ ذبح غیر خدا کا نام پکارا گیا وہ حرام ہے اگرچہ ذبح سے پہلے اسے متعدد بار اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔ اس طرح وہ جانور حلال ہو گا جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام پکارا گیا اگرچہ ذبح سے پہلے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت نہ کی گئی ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وقت ذبح کا اعتبار ہے اس سے پہلے کا نہیں۔

لیکن قرآن پاک کے عام اردو تراجم (ایک آدھ کو چھوڑ کر) سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ ذبح سے پہلے یا ذبح کے وقت بہر صورت وہ حرام ہو جاتا ہے اور ان تراجم ہی کی بنیاد پر بعض لوگ ان جانوروں کو بھی حرام قرار دینے لگے ہیں جن کو بعض ایصالِ ثواب کی خاطر صلحاء امت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ قرآن تو ان جانوروں کا گوشت نہ کھانے پر بھی تنبیہ فرماتا ہے جو بتوں کی طرف منسوب کیے جاتے تھے۔ حالانکہ بتوں کو معبود سمجھ کر ان کی طرف نسبت کی جاتی تھی۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اس مقام پر بھی ایسا ترجمہ فرمایا جو منشاء قرآنی کے عین مطابق اور تفاسیر معتبرہ کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے ترجمہ یوں کیا ہے۔ "اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو"۔ آیئے اب ان تفاسیر کی عبارات ملاحظہ کریں جن میں "وقتِ ذبح" کی قید لگائی گئی ہے۔ علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ای وحرم مارفع به الصوت عند ذبحه للصنم" یعنی وہ جانور حرام ہو جائے گا جس پر ذبح کے وقت بتوں (یعنی غیر اللہ) کا نام پکارا جائے (۱۰)

"ای ما وقع متلبسا به ای بذبحه الصوت لغیر الله" یعنی جس کے ذبح میں غیر خدا کے لیے آواز بلند کی جائے (۱۱)

ابو سعید عبد اللہ بن عمر بیضاوی (م ۶۸۵ھ) نے لکھا ہے۔

"ای رفع به الصوت عند ذبحه للصنم" (مفہوم وہی ہے) (۱۲)

امام محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

"وما اهل به لغیر الله فانه یعنی به وما ذبح للآلهة والاوثان"

"وما اهل به لغیر الله" سے وہ جانور مراد ہیں جو معبودان باطلہ اور بتوں کے نام پر ذبح کیے جائیں (۱۳)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) فرماتے ہیں:
ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے "یعنی ماذکر عند ذبحہ اسم غیر اللہ" یعنی جس جانور پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے۔ (۱۴)
حافظ اسماعیل بن کثیر (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں۔

"ھو ماذبح علی غیر اسمہ تعالیٰ من الانصاب والانداد والازلام ونحو ذلک مما کانت الجاھلیۃ ینحرون لہ" وہ جانور مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے شریکوں وغیرہ کے نام پر ذبح کیا جائے جیسا کہ دور جاہلیت میں ہوتا تھا (۱۵)

---

(۳) قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

تم فرما دو میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے تم فرماؤ کیا برابر ہو جائیں گے۔ اندھے اور انکھیارے تو کیا تم غور نہیں کرتے (۱۶)

آیت مذکورہ بالا کا پس منظر یہ ہے کہ کفار، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کے سوال کرتے تھے۔ کبھی کہتے اگر آپ رسول ہیں تو ہمیں بہت سا سامان دیجئے کبھی کہتے مستقبل کی خبریں بتایئے تاکہ ہمیں منڈیوں کے بھاؤ معلوم ہو سکیں، ہم نفع حاصل کریں اور نقصان سے بچیں اور کبھی کہتے آپ کیسے رسول ہیں کہ کھاتے پیتے بھی ہیں اور نکاح بھی کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

کفار کے ان سوالات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ بالا نازل فرمائی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا آپ ان لوگوں کو بتا دیں کہ میں نے کب خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ میں تمہیں خزانے دوں یا تمہیں اپنے آپ غیب کی باتیں بتاؤں اور میں نے کب یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں فرشتہ ہوں تاکہ کھانے، پینے اور شادی وغیرہ سے اجتناب کروں لہٰذا اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے الوہیت اور ملکیت کا دعویٰ نہیں کیا۔

اب یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ دو جگہ "لا اقول" کا لفظ ہے اور ایک جگہ "لا" ہے "اقول" نہیں اور اسی کو بنیاد بنا کر اردو تراجم میں "ولا اعلم الغیب" کا معنی "میں غیب نہیں جانتا" لکھے گئے ہیں جس سے ایک خرابی یہ لازم آتی ہے کہ آیت کا مدعائے قرآنی یعنی حضور علیہ السلام سے الوہیت و ملکیت کے دعویٰ کی نفی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ محض غیب دانی کی نفی سے الوہیت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ نفی الوہیت دعویٰ کی نفی سے ہوگی۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ ان تراجم کے مطابق مطلق علم غیب کی نفی لازم آتی ہے ذاتی ہو یا عطائی۔ اس صورت میں ان تمام علوم غیبیہ کا انکار لازم آئے گا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے اور جن کے ذکر سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں۔ ان خرابیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مفسرین کرام نے فرمایا کہ یہاں (ولا اعلم الغیب میں) علم غیب کی نفی نہیں، دعویٰ کی نفی ہے۔ لہٰذا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا ترجمہ (جو آیت کے ساتھ گذشتہ سطور میں مذکور ہے) منشاء قرآنی کے عین مطابق اور تفاسیر معتبرہ کے موافق ہے۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے اس ترجمہ میں علم غیب کے دعویٰ کی نفی کا قول کیا اور اپنے آپ کی قید لگا کر علم غیب ذاتی کی نفی فرمائی اور علم عطائی حضور علیہ السلام کے لیے ثابت کیا۔

ذیل میں تفاسیر کی عبارات و تراجم پیش کیے جاتے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ علم غیب کی نفی نہیں بلکہ اس کے دعویٰ کی نفی ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

"ولا اعلم الغیب عطف علی "عندی خزائن اللہ" ولا زائدۃ یعنی لا اقول لکم اعلم الغیب ما لم یوح الی" یعنی "ولا اعلم الغیب" کا "عندی خزائن اللہ" پر عطف ہے (اور یہ لا اقول کے تحت داخل ہے) "لا" زائدہ ہے یعنی میں تمہیں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں جب تک مجھے وحی نہ ہو (۱۷)

ابو السعود محمد بن محمد عمادی فرماتے ہیں۔

"عطف علی محل عندی خزائن اللہ ای ولا ادعی ایضا انی اعلم الغیب من افعالہ تعالیٰ حتی تسألونی عن وقت الساعۃ او وقت نزول العذاب او نحوھما" (ولا اعلم الغیب کا "عندی خزائن اللہ" کے محل پر عطف ہے یعنی میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ کے افعال غیبیہ جانتا ہوں تاکہ تم مجھ سے وقت قیامت، نزول عذاب یا اس قسم کا کوئی اور سوال کرو (۱۸)

قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ علم غیب کی ذاتی اور عطائی علم میں تقسیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علم ذاتی کی نفی کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

"ولا اعلم الغیب ما لم یوح الی ولم ینصب علیہ دلیل" یعنی میں اس وقت تک غیب نہیں جانتا جب تک مجھ پر وحی نہ ہو اور اس (علم) پر کوئی دلیل قائم نہ ہو (۱۹)

تفسیر بیضاوی کے حاشیہ "الشہاب" میں ہے۔

"ویحتمل انہ مقول اقول لا اقول ولذا قیل لو قال المصنف رحمہ اللہ من جملۃ المقول کان اوضح وکلمۃ لا حینئذ فی لا اعلم مؤکدۃ للنفی لا نافیۃ ولم یجعل من مقول لان المقصود نفی دعوی الملکیۃ عن ان اللہ تعالیٰ لیس بما ینبغی ان یدعی ... والوھبیۃ" یہ بھی احتمال ہے کہ "ولا اعلم الغیب" "اقول" کا مقولہ ہو لیکن

کا نہ ہو لہٰذا اگر مصنف (قاضی بیضاوی) اسے عدم دعویٰ سے قرار دیتے تو بات واضح ہوتی اس وقت "لا اعلم" میں کلمہ "لا" نفی کی یاد دلانے والا ہوگا۔ نافیہ نہ ہوگا (یعنی علم غیب کی نفی نہ کرے گا) اور کلی کے مقولے سے قرار نہیں پائے گا کیونکہ مقصود، دعویٰ علم غیب اور مالکیت خزائن اللہ کے دعویٰ کی نفی ہے تاکہ یہ دونوں باتیں دعویٰ الوہیت کی نفی پر شاہد بن جائیں۔ (۲۰)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ای ولا ادعی کونی موصوفا بعلم اللہ تعالیٰ وبمجموع ھذین الکلامین حصل انہ لا یدعی الالوھیۃ"۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ کے علم سے موصوف ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور ان دو کلاموں (اللہ تعالیٰ کے خزائن اور علم غیب کے دعویٰ کی حضور علیہ السلام سے نفی) کے مجموعہ کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم الوہیت کا دعویٰ نہیں فرماتے (۲۱)

سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

"عطف علی محل عندی خزائن اللہ فھو مقول اقول ایضاً"

(لیعنی "ولا اعلم الغیب" کا "عندی خزائن اللہ" پر عطف ہے اور یہ بھی لا اقول کا مقولہ ہے (یعنی میں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں) (۲۲)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"لا فائدۃ فی الاخبار بانی لا اعلم الغیب وانما الفائدۃ فی الاخبار بانی لا اقول ذلک لیکون نفیا لادعاء الامرین اللذین ھما من خواص الالھیۃ لیکون المعنی انی لا ادعی الالھیۃ"

اس بات کی خبر دینے میں کہ میں غیب نہیں جانتا، کوئی فائدہ نہیں، فائدہ اس بات کی خبر دینے میں ہے کہ میں (غیب دانی کا) دعویٰ نہیں کرتا تاکہ ان دو باتوں کی نفی ہو جائے جو الوہیت کا خاصہ ہیں اور ثابت ہو کہ میں الوہیت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ (۲۳)

۴۔ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ؁

اس کی قوم کے متکبر سردار بولے اے شعیب قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ کہا کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں۔ (۲۴)

حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو دعوت اسلام دی اور ان کی اصلاح کرتے ہوئے بت پرستی اور معاشرتی برائیوں سے اجتناب کا حکم دیا تو جواباً قوم نے کہا۔ اے شعیب علیہ السلام! یا تو آپ ہمارے دین میں آجائیں یا ہم آپ کو شہر سے باہر نکال دیں گے۔ لنخرجنک یا شعیب والذین آمنوا معک من قریتنا اولتعودن فی ملتنا قرآن پاک نے یہاں "لتعودن" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

جو اپنے لغوی اور اشتقاقی معنیٰ کے اعتبار سے لوٹ جانے کا مفہوم دیتا ہے اسی بنا[illegible]
عام اردو تراجم میں اس کے معنی "یا ہمارے دین میں لوٹ آؤ" سے کئے گئے ہیں۔

لیکن چونکہ لفظ لوٹنا اصل کی طرف واپسی کا متقاضی ہے لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ معاذ[illegible] حضرت شعیب علیہ السلام اولاً ان مشرکین کی راہ پر چلتے اس کے بعد راہ ہدایت اختی[illegible] کی اور اب انہیں اپنے اصل دین یعنی بت پرستی کی طرف واپسی کے لیے کہا جا رہا ہے[illegible]

اس ترجمہ سے لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ ایک پاکیزہ شخصیت جسے اللہ تعالیٰ نے نبو[illegible] کے لیے منتخب کیا، کسی وقت وہ مشرک تھی۔

اس خرابی کو پیش نظر رکھتے ہوئے مفسرین کرام نے "لتعودن فی ملا[illegible] کی جہاں دیگر توجیہات کی ہیں، وہاں لفظ عود کے صیرورت کے معنیٰ میں ہونے کا[illegible] بھی کیا ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ہمارے دین میں آجائیں۔

ظاہر ہے کہ تفسیر میں بحث یا تاویلات و توجیہات کی گنجائش ہوتی ہے لیکن ترج[illegible] یہ گنجائش مفقود ہوتی ہے لہٰذا ترجمہ کرتے وقت ایسا جامع لفظ لانا ضروری ہے جو ایک ط[illegible] لفظ کے معنیٰ کو بگڑنے سے بچائے اور دوسری جانب اعتراضات و اشکالات کا جا[illegible] بھی رکھتا ہو۔

چنانچہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے "اولتعودن فی ملتنا" کا ترجمہ "یا ہمار[illegible] میں آجاؤ" کے الفاظ سے کیا ہے جو مکمل طور پر ناموس رسالت کا محافظ بھی ہے اور لغ[illegible] کے مطابق بھی۔

اب اعلیٰحضرت قدس سرہ کے ترجمہ کی تائید تفاسیر میں ملاحظہ کیجیے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

"وقال غیر واحد ان تعود بمعنی تصیر کما اثبتہ بعض[illegible] النحاۃ واللغویین فلا یستدعی العود ان حالۃ سابقۃ وع[illegible] ذلک قولہ:

فان لم تکن الایام [illegible] الیٰ فقد عادت لھن ذ[illegible]
[illegible] لنخرجنک یشعیب والذین آم[illegible]

معک من [illegible] التصیرن مثلنا فحینئذ لا اشکال ولا تعل[illegible]

بہت سے لوگوں نے تعود کو تصیر کے معنیٰ میں لیا ہے (یعنی لوٹنا بمعنی ہو[illegible] جیسا کہ بعض نحویوں اور اہل لغات سے ثابت ہے۔ پس یہاں پہلی حالت کی طر[illegible] مراد نہ ہوگا جیسا کہ شاعر کے قول "فقد عادت لھن ذنوب" میں عادت[illegible] کے معنی میں ہے گویا کہ انہوں نے کہا اے شعیب علیہ السلام ہم آپ کو اور آپ پر ایما[illegible] لانے والوں کو اپنے شہر سے نکال دیں گے یا تم ہمارے مثل ہو جاؤ۔ پس اس صورت[illegible] نہ کوئی اعتراض وارد ہوگا اور نہ یہ مطلب ہوگا کہ تغلیب کی بنیاد پر ایسا ک[illegible]

امام قرطبی فرماتے ہیں:

"ای لتصیرن الی ملتنا ——— قال الزجاج یجوز ان یکو[illegible] العود بمعنی الابتداء یقال عاد الی من فلان مکروہ ای صا[illegible]

وان لم یکن مبتغیۃ مکروہ قبل ذلک ای لحقنی ذلک منہ" یعنی تم ہمارے دین میں آجاؤ ——— زجاج نے کہا لفظ عود کو ابتدا کے معنی میں لینا جائز ہے کہا جاتا ہے "عاد الی من فلان مکروہ" یعنی فلاں کی طرف سے مجھے ناپسندیدہ بات پہنچی اگرچہ اس سے پہلے نہ پہنچی ہو تو یہاں لفظ عاد، صار کے معنی میں ہے۔(۲۶)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

"وقیل معناہ او لتدخلن فی ملتنا وعاد بمعنی صار"

معنی یہ ہے کہ "یا تم ہماری ملت میں داخل ہو جاؤ" اور عاد، صار کے معنی میں ہوگا۔ (۲۷)

محمود بن عمر زمخشری نے فرمایا:

"ان قلت کیف خاطبوا شعیبا بصیغۃ العود الخ

والتحقیق فی الجواب عن المذکور مع اقتضاء العود لذلک (رجوع العائد الی حال کان علیہا قبل) ان ھذہ الفعل وان استعمل کذلک الا انہ کثیرا ما یرد بمعنی صار وحینئذ یجوز ان یکون اخا لکان ولا یستدعی الرجوع الی حالۃ سابقۃ بل عکس ذلک وھو الانتقال من حالۃ سابقۃ الی حالۃ مؤتنفۃ مثل صار وکانہم قالوا واللہ اعلم لنخرجنک یا شعیب والذین آمنوا معک من قریتنا او لتصیرن کفارا مثلنا وحینئذ یندفع السوال"۔ اگر تم کہو کہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو عود (واپس آجانے) کے صیغے سے کیوں مخاطب کیا ——— جبکہ لفظ عود (رجوع) کا تقاضا یہ ہے کہ رجوع کرنے والا اپنی سابقہ حالت کی طرف جاتا ہے۔ اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ فعل اس طرح استعمال کیا گیا ہے لیکن بہت دفعہ "صار" کے معنی میں آتا ہے اور اس وقت جائز ہے کہ "کان" کے اخوات سے ہو۔ پس حالت سابقہ کی طرف رجوع کو نہیں چاہے گا بلکہ اس کے برعکس مراد ہوگا یعنی سابقہ حالت سے نئی حالت کی طرف منتقل ہونا جیسا کہ لفظ صار کا مقتضیٰ ہے گویا کہ انہوں نے کہا اے شعیب علیہ السلام آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو ہم اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہماری طرح (معاذ اللہ) کافر ہو جاؤ پس اس وقت اشکال ختم ہو جائے گا (۲۸)

حاشیۃ الشہاب میں ہے۔

"او لتعود بمعنی تصیر یعمل عمل کان کما اثبتہ بعض النحاۃ واللغویین" یا "تعود" "تصیر" کے معنی میں ہے کان کا عمل کرتا ہے جیسا کہ بعض نحویوں اور اہل لغات نے کہا ہے (۲۹)

امام رازی فرماتے ہیں:

"او لتصیرن الی ملتنا فوقع العود بمعنی الابتداء تقول العرب قد عاد الی من فلان مکروہ یریدون قد صار الی منہ المکروہ ابتداء"۔ یعنی تم ہمارے دین میں آجاؤ اس جگہ عود، ابتداء کے معنی میں ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں "قد عاد الی من فلان مکروہ" اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ مجھے ان کی طرف ابتداءً (پہلی بار) مکروہ بات پہنچی (یعنی یہاں عاد کے معنی لوٹ آنے کے نہیں بلکہ پہنچنے کے ہیں)۔ (۳۰)

---

(۵) اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں اور اپنی مٹھی بند رکھیں وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا بیشک منافق وہی پکے بے حکم ہیں۔ (۳۱)

قرآن پاک کی اس آیت میں لفظ نسیان کی نسبت انسانوں کی طرف بھی کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بھی۔

عام طور پر اردو زبان میں لفظ نسیان کا ترجمہ "بھولنے" سے کیا جاتا ہے اور قرآن پاک کے عام اردو تراجم میں بھی یہی معنی ملتا ہے۔

لیکن مذکورہ بالا آیت یا اس طرح کی دیگر آیات میں جہاں "نسیان" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے یا اس کو بندوں کی طرف منسوب کر کے سزا کا ذکر کیا گیا، نسیان کو بھولنے کے معنی میں لینا دو خرابیوں کو مستلزم ہے ایک یہ کہ اس معنی کے اعتبار سے تقدیس خداوندی پر حرف آتا ہے کیونکہ وہ بھولنے سے پاک ہے اور دوسری خرابی یہ کہ بھول پر انسان کا مواخذہ نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے "ان اللہ وضع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ (۳۲) لیکن اس معنی کے اعتبار سے لازم آتا ہے کہ انسان سے بھول ہو جائے تو بھی مواخذہ ہے۔ چنانچہ ان خرابیوں کے پیش نظر مفسرین کرام نے آیت مذکورہ بالا میں لفظ نسیان کو ترک (چھوڑنے) کے معنی میں لیا ہے اور اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔

گویا کہ فاضل بریلوی قدس سرہ کا ترجمہ قرآن بلا تاویل و تفسیر قابل قبول اور اطمینان بخش ہے جبکہ دیگر تراجم کو تاویلات کا سہارا لینے کی ضرورت ہے۔

عبارات و تفاسیر قرآن ملاحظہ کیجیے۔ ان عبارات کے مطابق نسیان، چھوڑنے کے معنی میں ہے۔

علامہ اسماعیل حقی نسوا اللہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"صاروا غافلین عن ذکرہ وترکوا امرہ" وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو گئے اور اس کے احکام کی بجا آوری چھوڑ دی ——— اور "فنسیھم" کی تفسیر ان الفاظ میں کرتے ہیں: "فترکھم من لطفہ وفضلہ لا من قہرہ وتعذیبہ" اللہ تعالیٰ نے ان پر لطف و کرم کرنا چھوڑ دیا یہ مطلب نہیں

اوران پر قہر وغضب کرنا ترک کر دیا ——— وہ مزید لکھتے ہیں:

"ایضاً بالمعنی المجازی الذی ھو الترک لانہ محال فی حقہ تعالیٰ"

نیز یہ (نسیان) مجازی معنیٰ میں ہے۔ یعنی چھوڑ دینا کیونکہ نسیان (حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے) اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔ (۳۴)

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

"منع لطفہ وفضلہ عنھم والتعبیر بالنسیان للمشاکلۃ"

اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی مہربانی اور فضل کو روک لیا ہے اور مشاکلت کی بنا پر اسے نسیان سے تعبیر کیا ہے (یعنی جسے چھوڑ دیا وہ بھلا دیا گیا) (۳۵)

محمد علی الصابونی استاذ جامعۃ القریٰ مکہ مکرمہ لکھتے ہیں:

"ای ترکوا طاعتہ فترکھم من رحمتہ وفضلہ وجعلھم کالمنسیین"

یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت وفضل کرنا چھوڑ دیا اور ان کو بھولے بسرے لوگوں کی طرح کر دیا۔ (۳۶)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

ای عاملھم معاملۃ من نسیھم" یعنی ان سے بھولے ہوئے لوگوں جیسا معاملہ کیا۔

(۶) اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۙ لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَ یَہۡدِیَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ۙ بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سبب گناہ بخشے۔ تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے (۳۸)

اہل اسلام کا مسلّم عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا حالانکہ قرآن مجید میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف "ذنب" کی نسبت کر کے اعلان مغفرت کیا گیا اور ایک مقام پر طلب مغفرت کا حکم دیا گیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ "ذنب" سے کیا مراد ہے۔ اگر ذنب بمعنی گناہ ہو اور اس سے (معاذ اللہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گناہ مراد لیے جائیں تو یہ بات عقیدہ عصمت انبیاء کے خلاف ہے لہذا یا تو ذنب بمعنی گناہ نہ لیا جائے یا ذنب گناہ ہی کے معنیٰ میں ہو اور اس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ مراد نہ ہوں۔

مفسرین کرام نے دونوں پہلو یعنی عصمت انبیاء اور ذنب بمعنی گناہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔

مثلاً "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے تحت ایسا کہا گیا یعنی صلحاء کی نیکیاں مقربین بارگاہ الٰہی کی سیات شمار ہوتی ہیں جو در حقیقت سیات (گناہ) نہیں ہیں یا ترک اولیٰ وافضل کو ذنب سے تعبیر کیا گیا۔ یا یہ کہ اگر بفرض محال آپ کا کوئی گناہ ہو بھی تو معاف کر دیا گیا۔ یا یہ مطلب ہوگا کہ مغفرت بمعنی ستر ہے یعنی آپ کے مفروضہ گناہوں اور آپ کی ذات مقدسہ کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا۔ یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امتثال امر اور تواضع کے طور پر استغفار کرتے تو اظہار استجابت کے لیے یوں فرمایا۔ یا ذنب بمعنی الزام ہے۔ یعنی آپ پر لگائے گئے الزامات سے آپ کو محفوظ رکھا اور "ذنبک" سے امت کے گناہ بھی مراد لیے گئے ہیں یعنی آپ کے سبب آپ کی امت کے گناہ بخش دیے جائیں اور ایسا ہوتا رہتا ہے کہ افعالِ قوم کو قائد کی طرف منسوب کر دیا جائے یہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

امام اہلِ سنت قدس سرہ نے عصمت انبیاء کے عقیدہ کے پیش نظر آیت مذکورہ بالا پر وارد ہونے والے اعتراض کا ازالہ کرتے ہوئے اس آخری توجیہ کے مطابق ترجمہ کیا ہے اور یہ ترجمہ بھی تفسیر قرآن کی کتب معتبرہ سے مؤید ہے۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

"لم یکن للنبی ذنب فما ذا یغفر لہ؟ قلنا الجواب عنہ قد تقدم مرارا من وجوہ احدھا المراد ذنب المومنین"

(اگر کوئی سوال کرے کہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا پھر کس بات کی مغفرت ہوئی۔ ہم کہتے ہیں اس کا جواب متعدد وجوہ سے پہلے (تفسیر کبیر میں) بیان ہو چکا ہے ایک توجیہ یہ ہے کہ یہاں مومنین کے گناہ مراد ہیں (۳۹)

چنانچہ علامہ رازی سورہ محمد میں "واستغفر لذنبک" کے تحت فرماتے ہیں:

"ای لذنب اھل بیتک وللمومنین والمومنات ای الذین لیسوا منک باھل بیت" یعنی آپ، اہل بیت اور عام مومنین ومومنات جو اہل بیت سے نہیں ہیں، کے گناہوں کی بخشش طلب کریں۔ (۴۰)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

قال عطاء الخراسانی ما تقدم من ذنبک یعنی ذنوب ابویک آدم وحواء ببرکتک وما تاخر ذنوب امتک بدعوتک۔

یعنی "ما تقدم من ذنبک" میں ذنبک سے مراد حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی لغزش ہے جو آپ کی برکت سے معاف ہوئی اور ما تاخر من ذنبک سے امت کے گناہ مراد ہیں جو آپ کی دعا سے معاف ہوتے (۴۱)

الشیخ احمد الصاوی لکھتے ہیں:

"ای اسناد الذنب لہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤول اما بان المراد ذنوب امتک او ھو من حسنات الابرار سیئات المقربین" حضور علیہ السلام کی طرف "ذنب" کی نسبت کی تاویل یوں کی گئی ہے کہ اس سے امت کے گناہ مراد ہیں یا وہ اعمال صالحہ ہیں جنہیں مقربین اپنی شان کے مطابق گناہ تصور کرتے ہیں (۴۲)

نظام الدین حسن بن محمد (م ۷۲۸ھ) نے لکھا ہے:

"فقیل اراد بہ ذنب المومنین من امتہ" اس سے مومنین امت کے گناہ مراد ہیں (۴۳)

حرفِ آخر:

امام اہل سنت اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے ترجمہ قرآن "کنز الایمان" کو تفاسیر کی روشنی میں جانچنے کے لیے اس مضمون میں تفسیری عبارات کو بلا کم و کاست پیش کر دیا ہے۔ ارادت مندی و عقیدت کے جذبات کی بجائے تحقیقی نقطۂ نظر سے کام لیا گیا ہے۔

امید ہے کہ قاری نے بھی اسی طریقۂ کار کو اختیار کیا تو حق کے واضح ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔ اللھم ارنا الحق حقا

تعلیقات:

۱۔ امام احمد رضا بریلوی۔ کنز الایمان، سورہ بقرہ آیت ۲
۲۔ 〃 〃 〃 〃
۳۔ فخر الدین رازی، امام، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۹
۴۔ محمود بن عمر زمخشری، تفسیر کشاف ج اول ص ۱۱۴
۵۔ محمد بن محمد عمادی، ابو السعود، تفسیر ابو السعود ج اول ص ۲۵
۶۔ محمد بن احمد قرطبی، الجامع لاحکام القرآن ج اول ص ۱۵۹
۷۔ سید محمود آلوسی، شہاب الدین، تفسیر روح المعانی ج اول ص ۱۰۰
۸۔ اسماعیل حقی شیخ، تفسیر روح البیان ج اول ص ۳۰
۹۔ احمد رضا بریلوی، امام، کنز الایمان، سورۂ بقرہ آیت ۱۷۳
۱۰۔ اسماعیل حقی شیخ، تفسیر روح البیان ج اول ص ۲۷۷
۱۱۔ سید محمود آلوسی، تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۳۷
۱۲۔ عبد اللہ بن عمر بیضاوی، تفسیر بیضاوی ص ۱۲۳
۱۳۔ محمد بن جریر طبری، امام۔ تفسیر ابن جریر جلد ۲ ص ۴۸
۱۴۔ ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، تفسیر مظہری ج اول ص ۱۷۰
۱۵۔ اسماعیل بن کثیر قرشی، تفسیر ابن کثیر جلد اول ۲۰۵
۱۶۔ احمد رضا بریلوی، امام، کنز الایمان سورۃ انعام آیت ۵۰
۱۷۔ ثناء اللہ پانی پتی قاضی، تفسیر مظہری جلد ۳ ص ۲۳۸
۱۸۔ محمد بن محمد ابو السعود، تفسیر ابو السعود جلد ۳ ص ۱۳۶
۱۹۔ احمد بن محمد بن، شہاب الدین خفاجی حاشیہ الشہاب و عنایۃ القاضی و کفایۃ الراضی علی البیضاوی جلد ۴ ص ۶۵۔
۲۰۔ 〃 〃 〃 〃 〃
۲۱۔ فخر الدین رازی، تفسیر کبیر جلد ۱۲ ص ۲۳۱
۲۲۔ سید محمود آلوسی، روح المعانی جلد ۷ ص ۱۳۴
۲۳۔ 〃 〃
۲۴۔ احمد رضا بریلوی، کنز الایمان سورۂ اعراف آیت ۸۸
۲۵۔ سید محمود آلوسی، تفسیر روح المعانی جلد ۹ ص ۲
۲۶۔ محمد بن احمد قرطبی، تفسیر الجامع لاحکام القرآن جلد ۷ ص ۲۵۰
۲۷۔ ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، تفسیر مظہری جلد ۳ ص ۳۸۵
۲۸۔ محمود بن عمر زمخشری، تفسیر کشاف جلد ۲ ص ۹۵
۲۹۔ احمد بن محمد بن عمر، شہاب الدین خفاجی حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی جلد ۴ ص ۱۹۰
۳۰۔ فخر الدین رازی، امام، تفسیر کبیر جلد ۱۴ ص ۱۷۷
۳۱۔ احمد رضا بریلوی، امام، کنز الایمان۔ سورہ توبہ آیت ۹۷
۳۲۔ محمد بن یزید الربعی، سنن ابن ماجہ باب طلاق المکرہ والناسی ص ۱۴۸
۳۳۔ اسماعیل حقی، علامہ تفسیر روح البیان جلد ۳ ص ۴۹۱
۳۴۔ سید محمود آلوسی، تفسیر روح المعانی جلد ۱۰ ص ۱۱۸
۳۵۔ 〃 〃 〃 〃
۳۶۔ محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر جلد ۱ ص ۳۲
۳۷۔ اسماعیل بن کثیر، تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۳۹۸
۳۸۔ احمد رضا بریلوی، امام، کنز الایمان، سورہ فتح آیت ۲
۳۹۔ فخر الدین رازی امام، تفسیر کبیر جلد ۲۸ ص ۷۸
۴۰۔ 〃 〃 〃 〃
۴۱۔ ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، تفسیر مظہری جلد ۹ ص ۳
۴۲۔ احمد الصاوی، الشیخ۔ الصاوی علی الجلالین جلد ۴ ص ۸۰
۴۳۔ حسن بن محمد نظام الدین، غرائب القرآن جلد ۲۶ ص ۴۱

امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن پر ایک نظر

مولانا سعید بن یوسف زئی۔ امیر جمعیت برادران اہلحدیث، پاکستان

بہت دنوں سے اخبارات و رسائل میں یہ مطالبہ پڑھنے میں آ رہا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ترجمۂ قرآن مجید المعروف بہ "کنزالایمان" پر پابندی لگائی جائے۔ یہ مطالبہ کرنے والے علمائے دیوبند ہیں جو اپنی تنظیم "نظام العلماء" اور "سواد اعظم اہل سنت" کے بینر تلے یہ مہم چلا رہے ہیں۔ اپنے مطالبے کے درست ہونے کے جواز میں یہ حضرات سعودی عرب، کویت، متحدہ عرب امارات اور ایران وغیرہ میں اس پر پابندی کے احکامات کی سرکاری نقول اور اخباری اقتباسات وغیرہ پیش کرتے ہیں اور حکومتِ وقت پر مسلسل زور ڈال رہے ہیں کہ شرق اوسط کی حکومت کی مانند حکومتِ پاکستان کو بھی "کنزالایمان" پر پابندی لگا دینی چاہئے۔ اس لئے کہ اس ترجمۂ قرآن میں بقول ان کے تحریف کی گئی ہے اور اکثر آیات کا غلط ترجمہ کیا گیا ہے ساتھ ہی ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس ترجمہ میں مترجم نے سلف صالحین کی پیروی نہیں کی ہے بلکہ اپنی رائے سے کام لیا ہے۔ یہ بات بھی شاہد ہے میں آئی کہ اکثر جلسوں میں اس سلسلے میں قراردادیں بھی پاس کی گئیں کہ حکومت فوری طور پر "کنزالایمان" پر پابندی عائد کرے اور اس کے نسخوں کو ضبط کرکے تلف کر دے۔ چند علماء نے اس سے بھی زیادہ تیزی دکھائی۔ اور باقاعدہ پریس کانفرنس منعقد کی اور یہاں بھی وہی مطالبہ کیا گیا۔ ساتھ ہی صحافیوں کو شرق الاوسط کی حکومتوں کے احکام بندش پر کنزالایمان کی نقول وغیرہ دکھائیں۔

الغرض کہ اپنی جانب سے ان حضرات نے کنزالایمان پر پابندی لگوانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور آج بھی مختلف رسالوں، پمفلٹ وغیرہ اور پوسٹروں کے ذریعے ان کی مہم جاری ہے۔ اور ملک کی اکثریت کو یہ اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

آج سے پہلے بھی صدیوں سے علماء کے درمیان علمی اور فروعی اختلافات ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ جن کی روداد تاریخ کے صفحات پر ہمیں جا بجا پھیلی ہوئی ملتی ہے۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام سفیان ثوری کے درمیان کیا علمی اور فروعی اختلافات نہ ہوا کرتے تھے؟ امام شافعی امام ابویوسف، امام محمد وغیرہ کے درمیان ہونے والے علمی اور فروعی اختلافات کس سے پوشیدہ ہیں؟ ایسی ایک نہیں ہزارہا مثالیں ہمیں تاریخ اسلام میں ملتی ہیں مگر ایسی مثال کہیں نہ ملے گی کہ کسی عالمِ دین نے حکومت وقت سے یہ مطالبہ کیا ہو کہ فلاں عالم کی فلاں کتاب پر پابندی لگائی جائے۔ اس لئے کہ وہ علماء تھے علماء میں جب کسی مسئلے پر اختلاف ہوتا ہے تو وہ احسن طریقے سے فریقِ ثانی پر تنقید کرتے ہیں۔ اور اسے اس کی اغلاط سے آگاہ کرتے ہیں، یہی طریقہ بھی ہے کہ اگر کسی کتاب کے مندرجات پر کسی کو اعتراض ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس کتاب کا جواب تنقید برائے تعمیر کے اصول کے تحت لکھے۔ اور قابل اعتراض کلمات کا جواب لکھ کر فریقِ ثانی کو دلائل و براہین کے ذریعے اپنے نقطۂ نظر سے آگاہ کرے۔ اور دلائل و براہین شرعیہ سے اس کے قابلِ اعتراض کلمات کا ابطال کرے۔

ہم چاہتے ہیں کہ اپنے اس مضمون میں اس بات کی وضاحت و صراحت کر دیں کہ کنزالایمان اہل حدیث کی نظر میں کیا ہے؟ اور اس پر عائد کئے جانے والے الزامات پر ہمارا کیا نقطۂ نظر ہے؟

اب آیئے اصل مضمون کی طرف جو کہ کنزالایمان کے بارے میں ہے کہ ہمارا اس کے بارے میں کیا نظریہ ہے۔ جہاں تک حضرات علمائے دیوبند کا تعلق ہے وہ تو نہایت شدومد سے اس کی مخالفت بلکہ تکفیر تک کرتے ہیں۔ مگر میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ الحمد سے لے کر والناس تک ہم نے کنزالایمان میں نہ تو کوئی تحریف پائی ہے اور نہ ہی ترجمہ میں کسی قسم کی غلط بیانی پایا ہے اور نہ ہی کوئی

تحریف پائی ہے۔ نہ ہی کسی بدعت اور شرک کے کرنے کا جواز پایا ہے بلکہ ایک ایسا ترجمۂ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقتِ ترجمہ اس کی جلالت علو تقدس وعظمت وکبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے جب کہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علما کے ہوں۔ ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے۔ اسی طرح وہ آتیں جن کا تعلق محبوبِ خدا، شفیع روز جزا، سید الاولین والآخرین، امام الانبیا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

ہے۔ یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقتِ ترجمہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہاں پر بھی اوروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ صاحبِ ماینطق عن الھویٰ اور ورفعنا لک ذکرک کے مقامِ عالیشان کو ہر جگہ ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے۔

ذرا سوچئے اس وقت ایک عام اور سیدھے سادے مسلمان کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔ جب وہ واستغفر لذنبک کا ترجمہ پڑھتا ہوگا کہ "اے نبی اپنے گناہوں کی مغفرت مانگ"۔ کیا اس قسم کے تراجم سے عقیدۂ عصمتِ انبیاء علیہم السلام پر کوئی گزند نہیں پڑتی ہوگی؟ یہود ونصاریٰ مشرک وکافر ہندو اور سکھ ان آیتوں کے تراجم پڑھ کر مسلمانوں کے نبی اور رسول کا استہزا نہ کرتے ہوں گے کہ بمطابق ان آیتوں کے تراجم جنکے ان سے کہا جارہا ہے کہ اپنے گناہوں کی مغفرت مانگ۔ کیا ایک بے دین آدمی ایسے تراجم کو پڑھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ نبی (نعوذ باللہ) جو خود گنہگار ہو وہ اپنی امت کی مغفرت کیوں کر کرا سکتا ہے؟ کیا یہ تراجم دل میں اس احساس اور ایسے جذبوں کو جنم نہیں دیتے کہ (نعوذ باللہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار تھے تو آپ کو نبوت کے لئے کیوں چُنا گیا؟ پھر جس امت کا نبی ہی (نعوذ باللہ) گنہگار ہو تو پھر اس کی امت کیوں نہ گناہوں کی کیچڑ میں لت پت پھرے؟

نہ اس معاملے میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا (نعوذ باللہ) کوئی قصور ہے اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی سے یوں خطاب کیا ہے کہ اپنے گناہ کی معافی مانگ! بلکہ درحقیقت یہاں مراد یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے گناہوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بھی تقریبًا ایسا ہی ترجمہ کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو مزید اجاگر کیا ہے جب کہ دیگر مترجمین تو اپنے اپنے لغوی اور لفظی ترجمے کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) بڑی ہی بے حسی سنگدلی اور قساوت قلبی سے گنہگار بناتے چلے آرہے ہیں۔

بسم اللہ شریف کا ترجمہ دیکھئے۔ ہر مترجم نے تقریبًا یوں کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام کہیں بھی ان کے تراجم میں مبتدا کی حیثیت سے نہیں آتا ہے جب کہ اردو زبان میں یہ ہوسکتا تھا بلکہ اس سے جملہ نہایت بامعنی اور خوبصورت بن جاتا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ صرف اکیلے احمد رضا خاں صاحب بریلوی ہیں جو کہ اس بات کا اعلان کررہے ہیں کہ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ آخر کو یہ بھی تو اس آیت کا ترجمہ ہے کہ جس کے لئے ہر مترجم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام نامی سے پہلے "شروع" لانے کی ضرورت پیش آئی۔ مگر افسوس ہے مولانا احمد رضا خاں پر کہ بغیر شروع کئے مقامِ خداوندی کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ھو الاول والآخر کہ جب کائنات کی ابتدا اس سے ہوئی، مادہ کی ابتدا اس سے ہوئی، روح کی، جنس کی، غرض کہ ہر شی کی ابتدا اس سے ہوئی تو یہ کیوں کر ناممکن ہے کہ بسم اللہ شریف کے ترجمے کی ابتدا اس کے مقدس ومکرم ترین نام سے نہ ہو مگر اب بھی داد وتحسین نہیں دی جاتی! بلکہ وہی مطالبہ ہے کہ کنز الایمان پر پابندی لگائی جائے۔

قرآن مجید کے جتنے بھی تراجم آج تک اردو زبان میں ہوئے ہیں۔ ان سب کو پڑھ ڈالیں سوائے کنز الایمان کے ہر ترجمہ میں یہ بات نظر آئے گی۔ الفاظ گو کہ مختلف ہوں گے مگر مفہوم ایک ہی ہوگا کہ ووجدک ضالًا فھدیٰ "اور تمہیں گمراہ پایا تو ہدایت دی۔"

افسوس ان مترجمین پر بھی ہوتا ہے جو کہ بوقت ترجمہ اپنا ذہن اتنا سا بھی استعمال نہ کر سکے کہ یہ ترجمہ ہم کس کے لئے کر رہے ہیں؟ کیا وہ (نعوذ باللہ) گمراہ تھے۔ اگر گمراہ تھے تو پھر نبی کیوں کر بنے؟ کیا اللہ تعالیٰ گمراہوں کو اپنا محبوب اور دوست بناتا ہے؟ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ گمراہ تھے؟ کیا قرآن مجید ان کے بارے میں اعلان نہیں کررہا ہے ماضل صاحبکم۔ تمہارے ساتھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم گمراہ نہیں ہیں؟ پھر اس کے باوجود یہ بات کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ اس بات کو وہی لوگ زیادہ بہتر جانتے ہوں گے جو کنز الایمان پر پابندی لگانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ یہ ان کے اسلاف کے تراجم ہیں جو کہ بقول

ان کے بڑے پکے سچے مسلمان تھے مگر پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہ گار و گمراہ کہا کرتے تھے (نعوذ باللہ)

مگر دیکھئے کہ یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی ہی ہیں کہ ان کا ترجمہ ہی مقام مصطفےٰ کی روشنی میں کیا گیا ہے اور حامل مقام محمود صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کے مطابق ہے کہ لکھتے ہیں "کہ تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو راہ دی" دیکھئے احادیث شریفہ میں کثرت سے آیا ہے کہ قبل از نبوت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہروں استغراق میں محو رہتے تھے۔ غار حرا میں جا کر تشریف فرمایا کرتے تھے اور کئی کئی دن تک رموز کائنات تخلیق کائنات وغیرہ پر غور فرمایا کرتے تھے۔ یہ سب کچھ کیا تھا؟ یہ خود رفتگی تھی ذات باری تعالیٰ سے کہ پہروں اسی کے خیالوں میں مگن اور دھن میں رہتے تھے۔ اگر اسے گمراہی کہہ دیا جائے تو یہ خود گمراہی ہوگی بلکہ اشد دیوانگی ہوگی کہ محبت و خود رفتگی کا نام گمراہی رکھ دیا جائے۔ اللہ عقل سلیم عطا فرمائے۔

ایک مقام کنز الایمان میں ایسا بھی ہے کہ قاری اسے پڑھ کر جھوم جاتا ہے اور علمیت احمد رضا خاں صاحب پر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ لکھتے ہیں۔ والنجم اذا ھویٰ "اس پیارے چمکتے دمکتے ستارے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم جب یہ معراج سے اترے"

تمام تفاسیر و تراجم میں یہی بات ذرا سی تبدیلی کے ساتھ ملتی ہے کہ ستارے کی قسم جب وہ گرے۔ یہ ترجمہ لکھتے وقت نہ تو وہ اس کی کوئی وجہ لکھتے ہیں نہ شان نزول بتاتے ہیں جب کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بوقت ترجمہ یہ بات ملحوظ خاطر رکھی ہے کہ سورۃ النجم میں ابتدائی آیتوں میں معراج شریف کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ یہ بات بھی اللہ رب العزت کے علم میں ہے کہ جب میرا محبوب معراج سے ہو کر اپنے لوگوں میں جائے گا تو مشرکین و کفار اس بات کو سچ نہ مانیں گے بلکہ انکار کریں گے۔ چنانچہ یہ آیات نازل فرمائیں کہ اس چمکتے دمکتے ستارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم جب یہ معراج سے اترے، جان لو کہ تمہارے ساتھی نہ تو بھٹکے ہیں اور نہ ہی بہکے ہیں اور نہ ہی اپنی خواہش نفسانی سے کچھ کلام کرتے ہیں۔

پھر ان سب سے بڑھ کر ایک اور آیت کا ترجمہ ہے جسے پڑھ کر سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔ اور صاحب کنز الایمان کے لئے دل سے ہزاروں دعائیں نکلتی ہیں کہ حقیقت میں وہ ایک ایسے عالم دین تھے کہ جو اوروں کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عالیشان کی پاسداری کرتے رہے ورنہ دیگر مترجمین نے تو ہم مسلمانوں کو نہ تو کسی کافر و مشرک نہ ہی مستشرقین کو منہ دکھانے کے قابل رکھا تھا۔ اور آج بھی ان ہی تراجم سے دشمنان اسلام اور مستشرقین حضرات اسلام اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرتے ہیں اور اسلام کے خلاف اپنا پروپیگنڈہ بھرپور طریقے سے کرتے ہیں۔

چنانچہ دیکھئے والضحیٰ ہی کی آیت ہے۔۔۔ ووجدک عائلا فاغنیٰ اس کا لفظی ترجمہ ہوتا ہے کہ "اور آپ کو تہی دست پایا تو غنی کر دیا" اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں صاحب کنز الایمان کو چھوڑ کر ہر ایک مترجم و مفسر نے یہی لکھا ہے کہ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم تھے مفلس تھے نادار تھے لہذا اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کی شادی کرا دی اور یوں آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ذریعے غنی ہو گئے (نعوذ باللہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مفلس نہیں تھے۔ اگر مفلس ہوتے تو تجارت کیوں کر کر رہے تھے ہمیں آج اس دور میں کوئی بھی تاجر مفلس نظر نہیں آتا نہ ہی آپ کو تجارت میں کبھی ایسا خسارہ ہوا جو کہ آپ کو مفلس بنا دیتا بلکہ آپ تو تجارت اور امور تجارت میں نہایت کامیاب تاجر سمجھے جاتے تھے۔ اسی لئے حضرت خدیجہ نے جب آپ کی دیانت داری اور تجارتی کامیابی کے چرچے سنے تو آپ کو اپنا سامان تجارت بھی اپنے غلام میسرہ کے ساتھ دیا اور یہ بات تاریخ میں موجود ہے کہ آپ نے اپنا اور حضرت خدیجہ کا تمام مال چند ہی دنوں میں بہت بڑے منافع پر فروخت فرمایا تھا۔ پھر ایسی بات کہنے کے کیا معنی کہ "آپ مفلس و نادار تھے"

دیوبند ہی کے ایک مشہور عالم دین مولانا محمد میاں نے اپنی تاریخ اسلام میں لکھا ہے کہ عرب کے معاشرے میں یہ بات نہایت ہی معیوب سمجھی جاتی تھی کہ کوئی آدمی اپنی بیوی کا مال خرچ کرے۔ اگر خدانخواستہ آپ بھی اپنی بیوی کا مال اپنے اوپر خرچ کرتے تو مشرکین مکہ آسمان سر پر اٹھا لیتے اور یوں آپ کو بدنام کرتے۔ مگر افسوس کہ ہمارے ان علماء نے اپنے تراجم میں ذرہ برابر بھی ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نہیں رکھا۔ پھر یہ کہنا بھی غلط ہے کہ آپ مفلس و نادار تھے۔ بلکہ آپ مولانا محمد میاں صاحب کے تاریخ اسلام کے مطابق غنی تھے۔ آپ کے والد ماجد نے اپنے ترکہ میں پانچ اونٹ اور ایک باندی ام ایمن چھوڑی تھی۔ جو کہ آپ کو ملیں۔ عرب میں جس گھر میں لونڈی غلام ہوتے تھے وہ صاحب حیثیت سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ یہ کہنا بالکل درست نہیں ہے کہ آپ مفلس تھے۔ اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ آپ اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ

کے مال کو خرچ کرتے تھے۔ یا ان کے مال کی وجہ سے آپ غنی ہو گئے تھے۔ در اصل اس آیت کریمہ کے معنی ہیں کہ اے مصطفےٰ تمہارے پروردگار نے جب تمہیں علم میں تہی دست پایا تو پھر بے پناہ علم عطا فرما کر علم میں غنی کر دیا۔"

چنانچہ ایک مقام پر بھی ارشاد فرمایا سنقرئک فلا تنسیٰ" ہم تمہیں یوں پڑھائیں گے کہ تم کبھی نہ بھولو گے۔" ایک اور جگہ فرمایا کہ علمنٰہ من لدنا علماً" اور ہم نے اسے خود اپنے پاس سے علم دیا ہے۔"

یہاں بھی صرف صاحب کنز الایمان مولانا احمد رضا خاں صاحب ہی ہمیں اس آیت کا صحیح ترجمہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ باوجود ان کے حنفی ہونے کے ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے ترجمے میں وہ چیز پیش کی ہے جس کی نظیر علمائے اہل حدیث کے ہاں بھی نہیں ملتی ہے۔ کنز الایمان واقعی ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے جو کہ ہر ایک متبع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھنا چاہیے میں یہ بات برملا کہوں گا کہ کنز الایمان کا مطالعہ ہر اس شخص کے حق میں مفید ہے جو کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کا صحیح معنوں میں اطاعت گزار ہے۔ ○○

سعودی عرب میں پابندی ہی پابندی

لیث اختر مصباحی

برطانوی سامراج کی سازش کے تحت جب ترکوں کا شیرازہ منتشر ہوا۔ اور عرب قومیت کے تصور نے بلاد عرب کے اندر برطانوی سامراج کی پشت پناہی میں ترکوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کیں۔ تو آل سعود کی شکل میں اسے ایک ایسی جنگ جو قوم ہاتھ آگئی۔ جس کا دامن ہمیشہ مسلمانوں ہی کے خون سے رنگین ہوتا رہا اور رفتہ رفتہ یہ نجدی فتنہ سرزمین حجاز تک پہنچ گیا۔ جس نے ۱۹۲۵ء میں عبدالعزیز بن سعود کی سربراہی میں حرمین شریفین پر اپنا غاصبانہ قبضہ جمالیا۔ اور سرزمین حجاز میں سعودی بدعتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلا۔

اس قبضہ کو برقرار رکھنے کے لئے اس نے مذہبی اور سیاسی [illegible] طرح کی شاطرانہ چالیں چل کر اپنے حریف قبائل اور ترک علماء و مشائخ کو بے اثر اور بے دخل کرنے کے ساتھ ہی ایسی ساری کتابوں کا داخلہ اپنے حدود سلطنت میں ممنوع قرار دیا۔ جو اس کے مسلک وہابیت کے خلاف اور اس سے متصادم نظر آتی ہوں۔

اور توحید پرستی کے نام پر شخصی حکومت کی بنیاد کو مضبوط کرنے کے لئے کاسہ لیس علماء کی ایک پوری جماعت تیار کر لی گئی۔ جو نجد سے باہر آکر تبلیغ وہابیت و استحکام سعودیت کے اسباب و وسائل فراہم کرتی رہے۔ چنانچہ آج ساری دنیا میں اس کے ہزاروں مبلغین سرگرم عمل ہیں۔ اور سعودی ریال کے سہارے نئے نئے اداروں اور مذہبی مراکز کا ایک جال بچھایا جا چکا ہے۔

قارئین حجاز کے لئے یہ اطلاع کچھ زیادہ حیرت انگیز نہیں ہوگی کہ جن کتابوں پر سعودی حکومت نے پابندیاں عائد کی ہیں ان میں درجنوں کتابیں ایسی ہیں جو سینکڑوں برس سے علماء و مشائخ کرام کے زیر مطالعہ رہی ہیں۔ اور جن کے مندرجات عقائد اہلسنت کے مطابق ہیں۔

ان ممنوعہ کتابوں میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

تفسیر ابن کثیر۔ کبریت احمر۔ قصیدہ بردہ۔ دلائل الخیرات۔ حزب البحر۔ وغیرہ۔

انھیں ممنوعہ کتابوں میں الصواعق الالٰہیہ فی الرد علی الوہابیہ بھی ہے۔ جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے حقیقی بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب کی تصنیف ہے۔ اسی طرح آخری ترکی قاضی القضاۃ شیخ زین ابن دحلان شافعی مکی کی الفتنۃ الوہابیہ بھی انھیں ممنوعہ کتابوں میں داخل ہے۔

حتیٰ کہ اکابر علماء دیوبند کی مصدقہ کتاب "المہند علی المفند" مؤلفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی اور دیوبندی شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صدر جمعیۃ علماء ہند کی مشہور کتاب "الشہاب الثاقب" مطبوعہ دیوبند بھی سعودی عرب میں داخل نہیں ہو سکتی۔

علاوہ ازیں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی بانی جماعت اسلامی کی کتاب "خلافت و ملوکیت" اور مولانا ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی عربی تصنیف "التفسیر السیاسی للاسلام" پر بھی سعودی عرب میں پابندی ہے۔

اور ابھی چند سال پہلے محاصرۂ خانۂ کعبہ کا جو سانحہ پیش آیا تھا اس کے بعد سے ہندوستان کی تبلیغی جماعت کو بھی سعودیہ بدر کر دیا گیا۔ اور اس کا "چلہ" اور "گشت" پورے سعودی عرب میں ممنوع ہے۔

زبان و بیان پر جو پابندیاں ہیں وہ اتنی واضح اور عام ہیں کہ ہر شخص ان سے اچھی طرح واقف ہے۔ اور سعودی حکومت کے خلاف مسلکی و سیاسی کسی بھی سطح پر کچھ بولنے کا مطلب اپنی موت کو دعوت دینا ہوتا ہے۔ اور کوئی جلسۂ عام تو گویا مطلقاً حرام ہے۔

ان حالات و حقائق کے پیش نظر ہم دیکھتے ہیں کہ پورے سعودی عرب میں ہر میدان اور ہر شعبے میں جس طرف نظر اٹھائیے۔ بس پابندی ہی پابندی ہے۔

امام احمد رضا اور علم حدیث

مفتی اشرف رضا قادری مصباحی

آج عالم اسلام میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے علم وفضل اور عشق ومعرفت کا چرچا ہے۔ اپنے تو اپنے اغیار بھی آپ کے تبحر علمی کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ علم وایقان کے گراں بہا جواہر جو آپ کے یہاں دستیاب ہیں۔ دور دور تک نظر نہیں آتے۔ مالک حقیقی نے تنہا آپ کی ذات میں علم وفضل زہد وتقویٰ حزم واحتیاط عشق ومعرفت اور اصابت فکر ونظر کی عظیم نعمتیں ودیعت کردی تھیں جن کے ذریعہ آپ نے پوری زندگی دین متین کی خوب خوب خدمت کی۔ ابتدائے عنفوان سے آخری لمحات تک اپنوں کی اصلاح اور غیروں کی ہدایت کا سامان فراہم کرتے رہے۔ علمی حلقوں میں آپ کی رایوں کی قدر اور فتوؤں کی دھوم تھی۔ عوام کی تو بات ہی کیا فقہار محدثین اور دانشور ومفکرین مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع ہونے لگے۔ خلائق میں آپ کی شہرت عاشق رسول اور فقیہہ کامل کی حیثیت سے ہوئی۔

عشق رسول میں کمال واعتدال کے لئے اقوال رسول وافعال رسول کی کامل اتباع لازمی ہے۔ اس کے بغیر دعویٰ محض فریب ودھوکہ ہے۔ اور اتباع وعمل کے لئے اس کا علم بھی ضروری ہے۔ بغیر علم کی حقہ اتباع مشکل ہے۔ فاضل بریلوی قدس سرہ القوی کو اقوال رسول وافعال رسول میں کیا درک ومقام حاصل ہے۔ وہ ان کی سیرت وسوانح کے مطالعہ کرنے والوں اور ان کے مجموعہ نعتیہ دیوان کے پڑھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

یوں ہی ایک فقیہہ کے لئے احکام شرعیہ کے استنباط ومسائل ضروریہ وفرعیہ کے استخراج کے لئے احادیث رسول میں کامل مہارت ضروری ہے۔ بلکہ آیات قرآن کی تعبیر وتوضیح میں احادیث رسول ہی اصل ہے۔ جب تک فقیہہ رواۃ ومتن حدیث اور اس کے سیاق وسباق سے واقف نہ ہو مسائل کا صحیح استنباط ہی نہیں کرسکتا ہے۔ اور جنھیں اس میں دستگاہ حاصل ہے۔ وہ بہت آسانی سے صحیح وصریح احکام کی تفصیل تیار کرکے گزر گئے ہیں۔

اس سلسلے سے جب ہم فاضل بریلوی قدس سرہ القوی کے کتب وفتاویٰ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہر ایک مسئلہ کی تائید میں کثرت سے احادیث مصطفےٰ کے ذریعہ بھی ثبوت مل جاتا ہے اور احادیث سے شواہد کی کثرت دیکھ کر مذہب حنفیت کی قوت واضح ہوجاتی ہے اور ان معترضوں کی بھی قلعی کھل جاتی ہے جو یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ علمار احناف زیادہ تر قیاس سے مسائل کا استخراج کرتے ہیں۔

احادیث کریمہ کی روشنی میں کسی دعویٰ ونظریہ کو مدلل ومبرہن کرنے کا انداز فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی اکثر تصانیف وفتاویٰ میں یکساں ملتا ہے۔ بعض رسالوں کے اندر اپنے مدعا کی تائید میں آپ نے سینکڑوں احادیث ذکر کردی ہیں۔ اور چہل حدیثوں کا مجموعہ تو آپ کے یہاں بکثرت ملتا ہے۔

سجدہ تحیت کی حرمت پر آپ نے ایک وقیع فتویٰ صادر کیا جو "الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ" کے نام سے موسوم ومعروف ہے۔ اس میں آپ نے متعدد آیات کریمہ اور ڈیڑھ سو نصوص فقیہہ کے علاوہ ثبوت تحریم سجدہ تحیت میں چالیس ۴۰ احادیث بھی پیش کی ہیں۔ آپ خود رقم طراز ہیں۔

"حدیث میں چہل حدیث کی بہت فضیلت آئی ہے۔ ائمہ وعلمار نے رنگ رنگ کی چہل حدیثیں لکھی ہیں۔ ہم بتوفیقہ تعالیٰ یہاں غیر خدا کو سجدہ تحیت حرام ہونے کی چہل حدیث لکھتے ہیں" (الزبدۃ الزکیہ۔ صفحہ ۱۱)

اس فتویٰ میں آپ کے تبحر علمی کا جوہر اتنا تابندہ ہے کہ مولانا ابوالحسن ندوی ناظم ندوۃ العلمار لکھنؤ وصدر مسلم پرسنل لار بورڈ کو بھی ان الفاظ میں اعتراف کرنا پڑا۔ وھی رسالۃ جامعۃ تدل علی غزارۃ علمہ وقوۃ استدلالہ" یعنی یہ ایک نہایت جامع رسالہ ہے جو ان کے وفور علم اور قوت استدلال کی دلیل ہے ——
نزھۃ الخواطر صفحہ ۴۰ ج ۸)

فاضل بریلوی قدس سرہ القوی کی قوت استدلال

وفورِ علم کے اعتراف اور اس مسئلہ میں متعدد آیات بینات و چالیس احادیث طیبات سے مسئلہ کی تائید دیکھتے ہوئے یہ کہنا کہ تقلیل "البضاعۃ فی الحدیث والتفسیر" انصاف کا خون کرنا اور دیانت کا گلا گھونٹنا ہے۔

محدث اعظم ہند حضرت علامہ مفتی سید محمد اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ اپنے ایک خطبہ صدارت میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ القوی کے علم حدیث و علم اسماء الرجال کی وسعت و مہارت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر زد پڑتی ہے اس کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر، علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ اسماء الرجال کا ہے اعلیٰحضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب و تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا۔ یعنی یحییٰ نام کے سینکڑوں راویان حدیث ہیں لیکن جس یحییٰ کے طبقہ و استاد و شاگرد کا نام بتا دیا تو اس فن کے اعلیٰ حضرت خود موجد تھے کہ طبقہ اسماء سے بتا دیتے تھے کہ راوی ثقہ ہے یا مجروح، اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت اور خداداد علمی کرامت۔"

خدمت حدیث میں قوت حفظ کو بھی بڑا دخل ہے اگر اس میں نقص و فتور ہے تو مہارت ناممکن ہے جیسا کہ محدثین کی سیرت سوانح سے ظاہر ہوتا ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ القوی کو مالک حقیقی نے قوت حفظ کی نعمت کبریٰ و دولت عظمیٰ سے بھرپور سرفراز فرمایا تھا۔ جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگتا ہے کہ ایک بار پیلی بھیت میں حضرت محدث سورتی کے یہاں العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ کی بات آئی جو اتفاق سے حضرت فاضل بریلوی کے کتب خانے میں اس وقت تک نہیں تھی اس لئے اسے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اور فرمایا کہ بریلی واپس ہوتے وقت اسے مجھے عنایت کر دیجئے گا۔ حضرت محدث سورتی نے بخوشی وہ کتاب حاضر کر دی اور کہا کہ بعد مطالعہ اسے ارسال فرما دیں۔ اسی روز واپس کا عزم تھا مگر ایک عقیدتمند کی دعوت اور اس کے اصرار پر رک گئے "عقود الدریۃ" دو جلدوں میں تھی آپ نے شب بھر میں دونوں جلدوں کا مطالعہ فرمالیا۔ دوسرے روز بعد نماز ظہر جب واپسی کی تیاری ہونے لگی تو آپ نے "عقود الدریۃ" کے بارے میں ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین صاحب بہاری علیہ الرحمۃ سے فرمایا کہ اسے محدث صاحب کو دے آئے، انہیں تعجب تو ہوا مگر احتراماً کچھ بول نہ سکے۔ وہ الوداع کہنے کے لیے گھر سے نکلنے ہی والے تھے انھوں نے کتاب واپس کرتے ہوئے وہی جملہ دہرایا۔ مختصر یہ کہ محدث سورتی نے فرمایا کہ صرف رات بھر کے مطالعہ سے اس کی ضرورت ختم ہوگئی۔ بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہوگا؟

اعلیٰ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینے تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی فتاویٰ میں لکھ دوں گا اور مضمون تو انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کے لئے محفوظ ہوگیا۔

(حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۳۹۔ ج۔۱)

آپ کی تصانیف مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو ورق ورق پر احادیث و آثار کی برکتیں نجوم و کواکب کی طرح درخشندہ و تابندہ ہیں۔ سردست چند کتابیں پیش نظر ہیں جن کے اجمالی تعارف سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ حفظ کتب کے میدان میں بھی فاضل بریلوی قدس سرہ کی نظر کہاں تک تھی۔

۱۔ "الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء" میں آیات کریمہ اور دیگر نصوص کے علاوہ سینکڑوں احادیث کریمہ سے رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنے کا اثبات و احقاق کیا گیا ہے۔

اس میں وجہ اول پر متعدد آیات کریمہ اور ساٹھ احادیث سے استشہاد کیا گیا ہے۔ وجہ دوم میں چوالیس آیات اور دو سو چالیس احادیث شریفہ درج فرمائی گئی ہیں۔

۲۔ سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید (۱۳۰۷ھ)

۳۔ رادّ القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء (۱۳۱۲ھ) میں ساٹھ احادیث سے صدقہ دینے کی فضیلت، اس کی خوبیاں، صلہ رحمی کے فوائد اور ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں دنیوی و اخروی فوائد تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں۔

۴۔ جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ (۱۳۱۷ھ) میں تیس نصوص قطعیہ کے علاوہ ایک سو تیس احادیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی وضاحت کی ہے اور اس کا ثبوت دیا ہے۔

۵۔ دوام العیش فی الائمۃ من قریش میں بانوے اقوال مفسرین و فقہا کے علاوہ پچاس حدیثوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ خلافت شرعیہ کے لئے قرشیت قطعی اجماعی ہے۔

۶۔ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین کے اندر بھی آیات کے علاوہ بکثرت احادیث سے ثابت فرمایا ہے کہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل و برتر ہیں اور سب پر آپ کی سیادت مسلّم ہے۔"

فتاویٰ رضویہ اور دوسری کتابوں پر اس انداز سے تحقیقی نظر ڈالی جائے تو خود ہی واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے مسائل کے اثبات اور اپنے استدلالات میں ہزاروں حدیثیں لکھی ہیں۔ اور موضوع

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی جائزہ

پروفیسر مجید اللہ قادری، کراچی یونیورسٹی

یہ ایک مسلّم امر ہے کہ ہر عالم دین مفتی نہیں ہوتا۔ لیکن ہر مفتی عالم دین ہوتا ہے۔ اور ایسے کسی عالم دین کے تفقہ فی الدین اور تبحر علمی کا اندازہ اس کے فنِ فتویٰ نویسی سے لگایا جاسکتا ہے۔ فنِ فتویٰ نویسی پر جو ایک عظیم ترین فن ہے یوں تو ہر صدی میں متعدد فقہاء کرام کے مجموعہ ہائے فتاویٰ ملتے ہیں اور ایسے مشہور فتاویٰ میں فتاویٰ تتارخانیہ فتاویٰ ولواجیہ فتاویٰ عتابیہ، فتاویٰ دیناری قاضی خاں، فتاویٰ ظہیریہ، فتاویٰ کامل، فتاویٰ طرطوسیہ ——— فتاویٰ بزازیہ، فتاویٰ خیریہ، فتاویٰ انقرویہ، فتاویٰ ہندیہ، فتاویٰ حامدیہ وغیرہا خاص طور پر قابل ذکر ہیں یہ تمام مجموعہائے فتاویٰ پانچویں صدی ہجری سے بارہویں صدی ہجری کے زمانے پر محیط ہیں جبکہ فتاویٰ رضویہ تیرہویں صدی ہجری کے عشرہ آخر اور چودھویں صدی ہجری کے ربع اوّل میں لکھے جانے والے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو امام اہل سنت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا قادری بریلوی قادری نوری نور اللہ مرقدہٗ کی فطانت وذکاوت، تبحر علمی اور تفقہ فی الدین کا ایک عظیم ترین شاہکار ہے اور ۷۰ سال گزر جانے کے باوجود ایسا جامع مبسوط، مدلل اور مُبرہن کوئی دوسرا مجموعہ فتاویٰ نہ تو احناف کے ہاں ہی مرتب ہوسکا اور نہ کسی اور دوسرے مذہب اہل سنّت وجماعت میں مرتب ہوا۔ اوپر جن مجموعہ ہائے فتاویٰ کا ذکر کیا گیا ہے ان میں بھی اتنا مبسوط اور جامع مجموعہ شاذونادر ہی نظر آتا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں فتاویٰ رضویہ فقہ حنفی پر مشتمل آخری گراں قدر فتاویٰ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فتاویٰ ہندیہ کے مقابل میں یہ مجموعہ بہت مدلل ہے کیونکہ جس طرح فتاویٰ رضویہ میں استدلال واستنباط اور جرح وتعدیل کو روا رکھا گیا ہے وہ فتاویٰ ہندیہ میں ناپید ہے اور دوسری طرف فتاویٰ ہندیہ میں ان کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے جن کا استعمال فقہاء کرام نے منع فرمایا ہے جب کہ فتاویٰ رضویہ میں تمام مستند فقہی کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

فن فتاویٰ نویسی میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا اپنے دور میں جواب نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی ان کا مثیل وعدیل تھا۔ آپ نے فقہ میں شیخ عبدالرحمٰن حنفی مکی سے سند حاصل کی جن کا سلسلہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے ۱۴ / شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء کو فتویٰ نویسی کا آغاز کیا اور یہ وہ دن اور تاریخ ہے جس دن آپ پر نماز فرض ہوئی تھی اور علوم دینیہ کی تعلیم بھی مکمل ہوئی۔ ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء کو فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت مل گئی اور پھر حضرت مفتی مولانا محمد نقی علی خاں، (جو آپ کے والد ماجد تھے) کے وصال کے بعد ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء میں آپ مستقل طور پر مسند افتاء پر فائز ہو گئے۔ اور آج اسی مسند پر تسلسل کے ساتھ چھٹی پشت یعنی حضرت مولانا الحاج الشاہ مفتی اختر رضا قادری بریلوی ازہری یہ خدمت انجام دے رہے ہیں اس سے قبل ان کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی ابراہیم رضا قادری جیلانی متوفی ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء یہ خدمت انجام دیتے رہے ان سے قبل شہزادگانِ اعلیٰ حضرت مولانا مفتی حامد رضا قادری بریلوی متوفی ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء اور مفتی اعظم ہند مفتی محمد مصطفٰے رضا قادری بریلوی متوفی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء یہ خدمت انجام دیتے رہے اور اعلیٰ حضرت کے والد ماجد سے قبل اس مسند پر ان کے جد امجد مولانا مفتی رضا علی خاں متوفی ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء فائز تھے۔ جنہوں نے اس خاندان میں اس مسند افتاء کی بنیاد رکھی[1] مجموعی طور پر امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ نے ۵۴ سال فتویٰ نویسی کا کار گرانقدر انجام دیا۔ آپ کی سرعت تحریر کا یہ عالم تھا کہ آپ کے مسودات کو نقل کرنے والے بیک وقت چار افراد نقل کرتے جاتے یہ ابھی فارغ بھی نہ

---

[1] ڈاکٹر محمد مسعود احمد حیات مولانا امام احمد رضا بریلوی ص ۴۸، ۲۱۲، ۲۰۸، ۲۱۸

تے کر پانچواں صفحہ تیار بھی ہو جاتا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ
ں میں کتنا کچھ لکھا ہوگا، اور خود امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تحریر کے
سابق ایک وقت میں پانچ پانچ سو استفتاء جمع ہو جاتے تھے۔
یک فقیہہ کے لئے جہاں کثیر علوم و فنون میں مہارت تامہ لازم ہے خاص کر
ت و سنت پر اس کی مکمل دسترس لازمی ہے، وہیں اصول فقہ پر بھی مہارت
مہارت تامہ جزو لاینفک ہے کہ اس کے بغیر قرآن و حدیث کے مفاہیم
ادات تک پہنچنا تقریباً ناممکن ہے کیونکہ فقہ کی سب سے اولین
ں اصول فقہ ہے۔ اسی لئے جملہ ائمہ مذاہب اور ان کے بعد کے فقہا
ت میں اور ارشادات اصول فقہ سے کہیں بھی سرِمو تجاوز نہیں ہوا۔
امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی نے اصول فقہ کے مسائل اور ابحاث
ں تحقیقات فرمائی ہیں بلکہ اصول کی متعدد متداول کتابوں پر آپ کے
صل حواشی موجود ہیں خاص طور پر اصول فقہ کی معرکۃ الآراء کتاب "مسلم الثبوت"
س کی شرح "فواتح الرحموت" پر بہت ہی قیمتی اور مفصل تعلیقات لکھ کر اس
نکھار دیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اہل اصول کی بعض تحقیقات سے اختلاف
ں کیا ہے۔ اور بعض مواقع پر لاینحل مسائل کی عقدہ کشائی بھی فرمائی
ے اور کچھ ایسے مقامات بھی ہیں جن میں آپ نے اصلاحات فرمائی ہیں
ور چونکہ آپ فقیہہ مزاج رکھتے تھے اس لئے آپ کے چند ایسے نوادرات
ں ملتے ہیں جس کا نمونہ اسلاف میں نہیں ہے اور پھر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ

"کم ترک الاول للآخر"

نمونے کے طور پر ایک اصولی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔
شریعت مطہرہ کے احکامات جو امر اور نہی دونوں پر مشتمل ہوتے
ں، فقہا اور علمائے اصولین ابتدا میں ان کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا تھا۔

فرض
مستحب
مدارج
(امر)
حرام
مکروہ
مدارج
(نہی)
مباح

بعد ازاں علمائے اصولین نے اس میں مزید توسیع کی اور ان کو پانچ کے بجائے
ات اقسام میں اس طرح تقسیم کیا ہے۔

فرض
واجب
مستحب
مدارج
(امر)
حرام
مکروہ تحریمی
مکروہ تنزیہی
مدارج
(نہی)
مباح
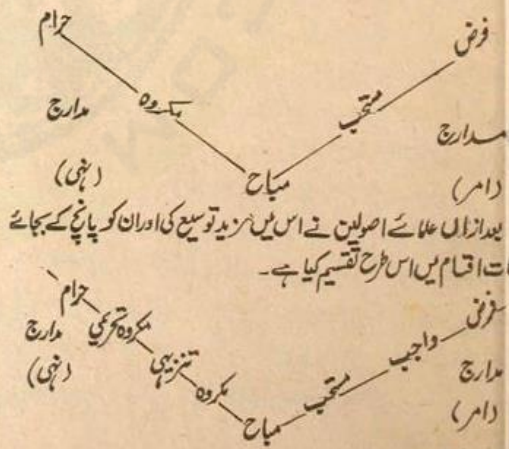
بعد میں اصولین نے مزید کام کیا اور احکام شرعیہ کی روشنی میں مزید توسیع فرمائی
اور ان کو پھیلا کر نو ۹ مدارج میں تقسیم کر دیا اور ان کی ترتیب کچھ اس طرح ہوئی۔

فرض
واجب
سنت موکدہ
سنت غیر موکدہ
مستحب
مدارج
(امر)
حرام
مکروہ تحریمی
مکروہ تنزیہی
مدارج
(نہی)
مباح
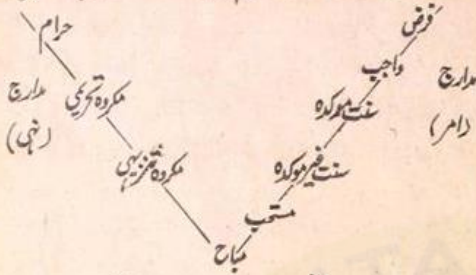
امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ان اصولین کی مزید اصلاح فرمائی
اور ان تیرہ سو سالہ دور کے فقہائے کرام کے مدارج کی نہ صرف اصلاح فرمائی بلکہ ان کے دیئے
گئے نو ۹ مدارج میں مزید اضافہ کیا اور امر و نہی کا توازن قائم کیا چنانچہ
آپ نے جو گیارہ مدارج کی اصولی ترتیب فرمائی وہ مندرجہ ذیل خاکہ میں دکھائی
گئی ہے۔ ان احکامات کی شرعی حیثیت میں میزان مقابلاً اپنے کمال اعتدال
پر ہے کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور ان سب کے وسط میں مباح
خالص ہے۔ احکام کی یہ تمام قسمیں منتشر طور پر کلام فقہا میں مستعمل ہیں لیکن

فرض
واجب
سنت موکدہ
سنت غیر موکدہ
مستحب
مدارج
(امر)
حرام
مکروہ تحریمی
اسائت
مکروہ تنزیہی
خلاف اولیٰ
مدارج
(نہی)
مباح
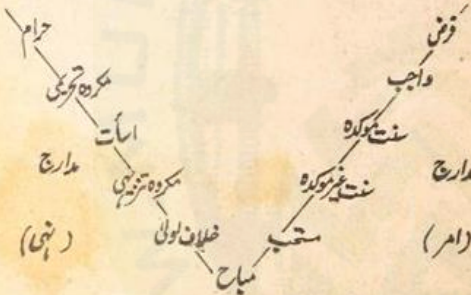
(میزان احمد رضا قادری بریلوی)

یکجا، اصولی اور میزان کے طرز پر ان گیارہ اقسام کا بیان سوائے امام
احمد رضا کے کسی اور کے ہاں پورے عالم اسلام میں نہیں ملتا۔
اس امت پر ان کا یہ کتنا بڑا احسان ہے۔
امام احمد رضا فاضل بریلوی کے فتاویٰ میں جو نظم و ضبط اور جامعیت
ہے اس کا بھی ایک نمونہ پیش کرتا ہوں جس سے آپ کے علم کی گہرائی
اور گیرائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ اول باب التیمم)
مسئلہ تیمم میں متقدمین اور متوسطین فقہائے کرام کی صدہا کتابوں میں مٹی
کی وہ اقسام جن سے تیمم جائز ہے۔ ان کی کل تعداد ۷۴ ہے جو کہ ہزاروں

فقہا کی ہزار سال سے زیادہ کی محنت کا ثمرہ ہے لیکن فرد واحد نے اس میں ۱۰۷ اقسام کا اضافہ کیا۔ اس طرح مٹی کی وہ اقسام جن سے تیمم ناجائز ہے فقہا کی اجتماعی کوششوں سے ان کی تعداد ۵۸ بنتی ہے اور امام احمد رضا کی علمی بصیرت نے اس میں بھی ۷۲ اقسام کا اضافہ کر کے کل تعداد ۱۳۰ تک پہنچا دی۔ اس سے اندازہ لگایئے کہ فقہ میں آپ کی نظر میں کتنی وسعت تھی کہ ہزاروں فقہا کے مجموعی کام پر آپ نے نہ صرف اضافہ فرمایا بلکہ جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں دلائل کی تعداد کو دوگنے سے بھی زیادہ کر دیا ہے۔

فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مجتہد کے لئے اسلاف نے جن شرطوں کا ذکر کیا ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ میرے علم کے مطابق ان میں سے بیشتر شرائط کے مکمل حامل تھے۔ علامہ تفتازانی نے مجتہد کے اجتہاد کی شرائط کی تفصیل یوں بیان فرمائی ہے کہ

"کتاب اللہ کے مفاہیم تک رسائی کے لئے لازم ہے کہ لغت، نحو، صرف اور معانی و بیان میں مہارت ہو اور اصولی طور پر جو خصوصیات احکام پر اثر انداز ہوتی ہیں انکی معرفت میں بھی کمال ہو مثلاً عام، خاص مشترک، مجمل، مفسر اور اقسام دلالات جاننا بھی ضروری ہیں، اور مفاہیم سنت تک پہنچنے میں جہاں یہ تمام علوم اور اقسام اصولی شرط ہیں وہیں احادیث کی سند اور احوال رواۃ پر بھی آگاہی ضروری ہے۔ قیاس کی شرائط و اقسام اور ان کے احکام نیز ان میں مقبول اور نامقبول میں تمیز کا علم بطور ملکہ حاصل ہو، فقیہ کو اجماع امت سے بھی آگاہ ہونا چاہئے تاکہ اس کا اجتہاد اجماع سے مزاحم نہ ہو"

(تلویح مصری جلد دوم ص ۱۱۷)

امام سرخسی نے تمامیت فقیہ کے لئے عمل صالح کی قید کا اضافہ بھی کیا ہے۔ ان شرائط کو یہاں لکھنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ قاری اندازہ کر سکے کہ فقہ و اجتہاد کے لئے کتنے علوم کی مہارت شرط ہے۔ اس طرح اصول و فروع کی تفصیلات نیز اجماع امت اور قیاس کے اقسام میں کس قدر بصیرت لازم ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ میں ایک ایسے ہی فقیہ کی خصوصیات اجتماعی طور پر نظر آتی ہیں کہ آپ بچپن ہی سے صالح الفکر، صائب الرائے شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا بچپن ایک ذکی الطبع قوی الفکر انسان کے شباب سے کم نہ تھا۔ آپ سرحد شباب میں داخل ہونے پر جملہ فنون عربیہ اور علوم دینیہ اور ان کے مبادیات کے ماہر نظر آتے ہیں۔ علم کے کسی بھی میدان میں آپ کی تحریر میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ علم حدیث میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے مظہر آتے ہیں۔ تفسیر میں ابن جریر طبری کے پرتو ہیں، علوم ادبیہ عربیہ میں سحبان کی شان رکھتے ہیں،

امام ابوحنیفہ کے قواعد و اصول برتنے میں آپ بزدوی و سرخسی کے نا... نظر آتے ہیں اور صرف ان ہی علوم تک نہیں بلکہ جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں آپ کی مہارت یکساں نظر آتی ہے۔ اور اس تبحر اور مہارت میں آپ ... انفرادیت کا یہ عالم ہے کہ اقران و امثال ہی نہیں بلکہ دو تین صدی قبل ... آپ کی نظیر تلاش کی جائے تو آپ منفرد نظر آئیں گے۔

یہ دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے کہ فتاویٰ رضویہ کا جائزہ لینے کے بعد ہر وہ شخص جس نے فقہائے مشاہیر کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہوگا و... اس نتیجہ پر آسانی سے پہنچ سکتا ہے کہ ابن ہمام کی شان روایت اور اجتہاد ... سے مزین فکر جو ان کی خصوصیت تھی اور جس نے ان کو مجتہد فی المذہب کے مقام پر فائز کر رکھا ان کے بعد صرف امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ ... میں وہ خصوصیات نظر آتی ہیں۔ اسی طرح فقہ کی متداول کتب پر نظر رکھتے ہوئے مسائل کی تنقیح کرنے میں علامہ شامی کی ایک مسلمہ خصوصیت ... امام احمد رضا میں یہ خصوصیت بھی موجود ہے گویا آپ بیک وقت اما... ابن ہمام بھی تھے اور امام ابن عابدین شامی بھی تھے۔

عرب و عجم کے بے شمار فقہا اور اصحاب دانش و فن امام احمد رضا ... تفقہ فی الدین تسلیم کر چکے ہیں مثلاً

۱۔ مفتی مکہ شیخ عبدالرحمٰن دحلان مکی فرماتے ہیں۔

"وہ جس کے متعلق مکہ معظمہ کے علمائے کرام گواہی دے رہے ہیں ... وہ سرداروں میں یکتا و یگانہ ہے۔"

(حسام الحرمین ص ۸۳)

۲۔ شیخ عبداللہ نابلسی مدنی فرماتے ہیں۔

"وہ نادرِ روزگار، اس وقت اور اس زمانے کا نور ۔ ۔ ۔ معزز مشائخ اور فضلاء کا سردار بلا تامل وہ زمانے کا گوہر یکتا ہے"

(الدولۃ المکیۃ ص ۹۴)

۳۔ علامہ شیخ محمد القاسمی دمشقی تحریر فرماتے ہیں۔

"وہ فضائل و کمالات کے ایسے جامع ہیں کہ جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے، ان کی فضیلت کا یقین دوست و دشمن دونوں کو ہے ... ان کا علمی مقام بہت بلند ہے ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے"

(امام احمد رضا اور عالم اسلام ص ۱۲۷)

۴۔ مولانا مودودی بانی جماعت اسلامی اس طرح اعتراف کرتے ہیں

"مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے ہیں اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں ـــــ

(مقالات یوم رضا ص ۹۰)

۵۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی ہم خیال نہ ہوتے ہوئے بھی یہ اظہارِ خیال فرماتے ہیں۔

"جزئیات فقہ پر جوان کو عبور حاصل تھا ان کے زمانے میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔"
(نزہۃ الخواطر ص ۴۱)

۶۔ مفکر پاکستان شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال امام احمد رضا کی علمیت وفقاہت اور قوت فیصلہ پر اظہار خیال فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

"ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طبّاع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ . . . میں نے ان کے فتاویٰ سے یہ رائے قائم کی ہے کہ مولانا جو ایک دفعہ رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت ہی غور وفکر کے بعد کرتے تھے ـــــ"
(مقالات یوم رضا ص ۱۰)

۷۔ شیخ عبدالفتاح ابو غدہ (پروفیسر، محمد بن سعود یونیورسٹی۔ ریاض) فرماتے ہیں۔

"میرے ایک دوست کہیں سفر پر جا رہے تھے، ان کے پاس فتاویٰ رضویہ کی جلد اوّل موجود تھی۔ میں نے جلدی جلدی ایک عربی فتوے کا مطالعہ کیا۔ عبارت کی روانی اور کتاب وسنت اور اقوالِ سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران وششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتوے کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔"
(امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں ص ۱۸۴)

امام احمد رضا کے طریقہ استنباط اور استخراج کو یہاں تفصیل سے بیان کرنا تو بہت دشوار ہے کہ اختصار پیش نظر ہے۔ البتہ آپ کے فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں کے مطالعے کے بعد آپ کی فقہی اور کلامی بصیرت، دلائل اور اندازِ تحقیق کے مطالعے کے بعد مندرجہ ذیل نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ

ا۔ کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے کتاب اللہ سے استنباط ممکن ہو تو اسے آپ ہرگز نظر انداز نہیں ہونے دیتے اور ضمنی مسائل پر بھی قرآن مجید سے استدلال کرتے ہیں بسا اوقات اصولی اور تفصیلی بحثیں بھی سامنے آجاتی ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ ایک عظیم مفسر اور ماہر اصول فقہ ہیں۔ آپ تفسیر قرآن میں اپنی رائے کو ہرگز دخل نہیں دیتے ہیں یعنی تفسیر بالرائے سے ہمیشہ اعراض فرماتے ہیں۔

ب۔ آپ کے تحقیقی فتاویٰ میں احادیث کریمہ سے استدلال اس وسیع پیمانے پر ملتا ہے کہ گویا تمام احادیث شریفہ آپ کے پیش نظر ہیں۔ بسا اوقات ایک ہی فتوے میں متعدد حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔ احادیث کے راویوں، حدیث کی صحت وضعف اور متن وسندِ حدیث کی روایات پر حسب موقع بحث بھی فرماتے ہیں اور اس طرح کہ ایک ایک حدیث کی تخریج میں کبھی کبھی دس پندرہ کتابوں کے نام بطور حوالہ پیش کرتے ہیں اور اگر محققین سلف سے حدیث کے حوالے میں کوئی سہو ہو گیا ہو تو آپ اس کی تصحیح فرما کر صحیح تخریج پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں وہ معرض بیان میں لاتے ہیں

ج۔ مسائل فقہیہ کے استخراج اور استنباط وتائید میں ضمناً متعدد علوم سے استدلال فرماتے ہیں لغت، نحو، صرف، معانی، بیان، منطق، فلسفہ، حساب، اقلیدس اور ہیئت وغیرہ کے مباحث اس شان سے پیش کرتے ہیں کہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان علوم پر آپ کو کامل دسترس تھی۔ (ماخذ فقیہ اسلام)

علوم کی معرفت اور ان کے ابحاث پر کامل تصرف بہت ہی اہم اور مشکل کام ہے لیکن کمالِ علمی یہ ہے کہ غیر متعلقہ سے بھی اپنا مقصود حاصل کر لیا جائے اور غیر دینیہ علوم وفنون کو بھی دین متین کے علوم کا ضمیمہ بنا دیا جائے۔ امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ میں یہ خصوصیات بدرجہ کمال موجود ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ کے مجلدات کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کی حسب ذیل خصوصیات کا ادراک ہوتا ہے۔

۱۔ جس مسئلے کی تحقیق فرماتے ہیں اس میں اقوالِ سلف کا استقصار فرماتے ہیں۔
۲۔ احتمال شقوق کا استیعاب کرتے ہیں۔
۳۔ غیر معتمد اقوال وشقوق پر کلام وافر فرماتے ہیں اور تعقب سے بھی گریز نہیں کرتے۔
۴۔ کلام سلف کی توجیہات ضروریہ فرماتے ہیں۔
۵۔ اقوال متباینہ ودلائل مختلفہ میں تطبیق دیتے ہیں۔
۶۔ تطبیق وتوجیہ نا ممکن ہو تو ترجیح دیتے ہیں۔
۷۔ توجیہ وتطبیق اور ترجیح کے اسباب وعلل پر مدلل کلام فرماتے ہیں۔
۸۔ ضوابط کلیہ وضع فرماتے ہیں۔
۹۔ اصلاح واضافہ فرماتے ہیں۔
۱۰۔ جب دلائل کا تکاثر پایا جاتا ہو تو اس کی بھرپور تنقیح فرماتے ہیں۔
۱۱۔ مسائل جدیدہ اور مسائل قدیمہ کا استنباط فرماتے ہیں۔
۱۲۔ علوم عصریہ کو دینی مسائل کی تائید میں پیش کر کے علوم قدیمہ کی اہمیت وفضیلت کو پایۂ ثبوت پر پہنچاتے ہیں۔

(ماخذ فقیہ اسلام)

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی ان ہی فقہی تحقیقات اور بے مثال تنقیحات

کا جائزہ لینے کے بعد علامہ حافظ الحدیث مفتی حرم شیخ سید اسمٰعیل بن خلیل پکار اٹھے۔

لو رآه ابو حنیفة النعمان لجعله فی جملة اصحابه

(الاجازات المتینة ص ۹)

ڈاکٹر حسن رضا قادری اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ "فقیہہ اسلام" میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی فقاہت پر ختم کلام میں اس طرح تجزیہ فرماتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت قواعد اصول و فروع احکام میں امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد تھے اور تقلیدی شان کے ساتھ ہی منصب اجتہاد فی المسائل و اجتہاد فی المذہب کی پوری اہلیت رکھتے تھے۔"

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے فقہ حنفی کے لئے جو بہترین مواد اور عظیم ترین سرمایہ چھوڑا ہے وہ بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل جہازی سائز کے بارہ ہزار صفحات پر پھیلا ہوا عظیم خزانہ ہے جس کا آپ نے خود "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" نام رکھا۔ اس میں فقہ حنفی کے جمیع ابواب پر مکمل بحث کی گئی ہے۔ اور بہت سی ابحاث نادر اور قدیم ہیں جو کہ دیگر فتاوی میں ناپید ہیں یہاں تک کہ فتاوی عالمگیریہ میں بھی فتاوی رضویہ کے مقابل سینکڑوں ابحاث کو تشنہ چھوڑ دیا گیا ہے جب کہ وہ سینکڑوں کتابوں کا ماخذ ہے اور جس کو ۴۰ فقہا نے اپنی بھرپور صلاحیتوں سے مزین کیا ہے۔"

فتاوی رضویہ میں فتوے چار زبانوں میں ملتے ہیں یعنی عربی، فارسی، اردو، انگریزی جب کہ ہندی زبان کا استعمال عام ہے۔ اس طرح پانچ زبانیں کہی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح ایک انفرادیت فتاوی رضویہ کی یہ بھی ہے کہ ادبی نقطہ نگاہ سے استفتار کا جواب چھ طریقوں سے دیا ہے۔ عربی نظم، عربی نثر، فارسی نظم، فارسی نثر، اردو نظم ونثر گویا جس نوع کلام و زبان میں استفتار آتا اسی نوع میں جواب دیتے جس زبان میں آتا اسی زبان میں جواب لکھتے جس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ پانچوں زبانوں کے شعر و ادب پر بھی مکمل دسترس حاصل ہے اور اس کا ثبوت انھوں نے اس طرح بھی پیش کیا کہ ایک نعت میں آپ نے چار زبانوں کا امتزاج بہ یک وقت اس طرح کیا کہ تاریخ ادب میں اس کی مثال مفقود ہے کیونکہ اس سے پہلے تین زبانوں کا امتزاج صرف امیر خسرو اور جامی کے یہاں ملتا ہے۔ یہاں میں اعلیٰ حضرت کی مقبول عام نعت کا مطلع نمونے کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ تفصیل کے لئے "حدائق بخشش" ملاحظہ ہو۔

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِی نَظَر — مثل تو نہ شد پیدا جانا

(عربی) — (فارسی)

جگ راج کو تاج تورے سر سوہے — تجھ کو شہ دوسرا جانا

(ہندی) — (اردو)

اس دور میں ہزاروں مسائل جن کا تعلق عبادات سے لے کر معاملات تک پھیلا ہوا تھا اور مسلمانوں کے لئے حل طلب تھے۔ حضرت رضا قدس سرہٗ نے ان مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے ایک عظیم تجدیدی کارنامہ انجام دیا ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے بے شمار اور مستقبل میں ہونے والی ایک سے ایک اعلیٰ ایجاد اور انسانی زندگی پر ان کے اثرات سے پیدا ہونے والے نتائج کے احکام و علل کی دریافت کے ایسے رہبر و رہنما اصول وضع فرما دیئے کہ آئندہ مسائل جدیدہ کی وجہ سے فقہا اور مفتیان کو جو مشکلات پیش آئیں گی ان کا حل ان کو اعلیٰ حضرت کے ان فتاوی میں مل جائے گا۔ فتاوی رضویہ اہل سنت وجماعت کے لئے سرمایہ عقیدت و محبت ہی نہیں بلکہ عبادات و معاملات میں آئے دن پیش آنے والے ہزاروں مسائل کے جوابات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے اور اس میں صرف رضویت کی تخصیص نہیں بلکہ عامۃ المسلمین کی ضروریات فقہی کا ایک جامع دستور العمل ہے۔

فتاوی رضویہ کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر عصر حاضر کے بلند پایہ محقق ادیب شہیر مؤلف "سرور کونین کی فصاحت" علامہ شمس الحسن شمس بریلوی فتاوی رضویہ کی گیارہویں جلد کے مقدمہ میں اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ۔

"میں بڑے وثوق سے یہ بات عرض کر رہا ہوں کہ اگر فتاوی رضویہ سے سوالات کو حذف کر دیا جائے۔ تو اس کی ہر جلد اس فقہی موضوع (کتاب) پر ایک گراں قدر تصنیف ہوگی۔ جس میں آپ کو اس فقہی موضوع سے متعلق تمام جزئی مسائل بھی پوری صراحت اور دلالت کے ساتھ ملیں گے۔ اس سلسلے میں خامۂ رضا نے ایسی موشگافیاں کی ہیں اور فکر رضا ان بلندیوں تک پہنچی ہے اور ایسے ایسے حقائق کو وا شگاف کیا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ قاری کو مسئلہ زیر بحث میں ایسے نکات سے روشناس کرایا گیا ہے کہ ان تک کسی عظیم فقیہہ کی نگاہ ہی پہنچ سکتی ہے۔"

آگے چل کر رقم طراز ہیں۔

"فتاوی رضویہ کی کسی بھی جلد کا مطالعہ کیجیے ہر مسئلہ کے جواب میں ایسے نکات پیش فرماتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فہم و ذکا کا ایک بحر ذخار ہے۔ جو پرشکوہ اور پرسکون ہونے کے ساتھ ساتھ ایسی گہرائی اور گیرائی رکھتا ہے جس کا اندازہ کرنا ناممکن ہے، یہی سبب ہے کہ بعض بظاہر معمولی نظر آنے والے

سائل کی تنقیح میں آپ نے جواب میں باقاعدہ رسائل تحریر فرما دیئے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کے اگر ان تمام رسائل کو جو ایک سو سے زیادہ ہیں۔ یکجا کر دیا جائے تو ایک بہت ہی ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی جو سینکڑوں صفحات سے متجاوز ہوگی۔"

(اقتباس از مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم)

فتاویٰ رضویہ بارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہر جلد جہازی سائز کے تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اب تک ان بارہ جلدوں میں سے نو جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ پہلی سے ساتویں تسلسل کے ساتھ اس کے علاوہ دسویں اور گیارہویں جلد طبع ہو چکی ہیں۔ جب کہ آٹھویں اور نویں جلدوں پر انڈیا (مبارک پور) میں کام ہو رہا ہے اور جلد ہی یہ دونوں جلدیں بھی شائع ہو جائیں گی لیکن افسوس کہ بارہویں جلد کا صحیح اندازہ نہیں کہ وہ کہاں اور کس کے پاس محفوظ ہے۔ فی الحال مفقود ہے۔ میں یہاں ان نو مطبوعہ مجلدات میں سے ہر جلد کا علیحدہ علیحدہ تعارف پیش کر رہا ہوں محض اس لئے کہ یہ معلوم ہو سکے کہ ہر ایک جلد میں کتنے رسائل شامل ہیں اور ہر جلد کتنے فتاویٰ پر مشتمل ہے۔

سب سے اوّل میں فتاویٰ رضویہ کے مسمیٰ بہ "العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" ہونے کے سلسلے میں خود امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی تصریح پیش کرتا ہوں، فرماتے ہیں۔

"ہاں ہاں میں اپنے رب کی رضا کے لئے اس کی حمد کرتا ہوں اور وہ مجھے کافی ہے۔ میرے دل میں کبھی یہ خطرہ نہ گزرا کہ میں عالم ہوں یا فقہا کے گروہ سے ہوں یا اماموں کے مقابل مجھے کوئی لفظ کہنا زیب دیتا ہے۔ یا حکم و حکمتِ شرح میں مجھے ان کے ساتھ کچھ مجال ہے۔ میں نے اس کا نام العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ رکھا۔ اللہ اسے اپنی رضا کا وسیلہ بنائے اور دونوں جہان میں مجھے اور اپنے بندوں کو اس سے نفع پہنچائے میں نے یہ نام اس لئے رکھا کہ میں ان کا نام لیوا ہوں اور ان کا طفیلی۔ انھیں سے لیتا ہوں اور فائدہ پاتا ہوں۔ مجھ پر جو فیض آتا ہے انھیں سے آتا ہے اس کی برکت سے مولیٰ نے مجھ پر دروازے کھول دیئے اور اسباب آسان کئے اور خدا چاہے تو ہر مسئلہ میں حق کی طرف ہدایت فرمائے اور میں پہچانتا ہوں کہ مقلد کو کس جگہ اقول کہنا روا ہے تو میں اپنے ہی میدان میں جولان کرتا اور اسی طرف پھرتا ہوں اور میری مدد اور میری حفاظت نہیں مگر اللہ سے پھر نبی سے پھر ہمارے اماموں سرداروں مردان میدانِ علم سے۔ (فتاویٰ رضویہ ج اوّل) (ترجمہ خطبہ)

فتاویٰ رضویہ (الجزء اوّل)

فتاویٰ رضویہ جلد اوّل ۹۴۶ صفحات پر مشتمل ہے اور پوری جلد کتاب الطہارۃ پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں اسّی فتوے عربی زبان میں ہیں۔ ۲۸ تحقیقی رسائل ہیں۔ ۲۱۱ سے زیادہ فتاویٰ ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے اس جلد کی ایک انفرادی اور بے مثل خصوصیت کی نشاندہی کرتا چلوں۔ فقہ یا فتاویٰ کی کتابوں میں ہر مصنف ایک خطبہ تحریر کرتا ہے جس میں حمد و نعت بیان کی جاتی ہے اور وجہ تالیف کا اظہار کیا جاتا ہے، امام احمد رضا قدس سرہٗ نے یہاں بھی اپنی انفرادی حیثیت کو منوایا ہے کہ خطبہ کے اندر جو حمد و نعت بیان کی ہے اس کو بیان کرنے کے لئے آپ نے ان تمام مستند کتابوں کے ناموں کو پیش کر دیا ہے جو آپ نے ماٰخذ کے طور پر اپنے فتاویٰ میں پیش نظر رکھی ہیں ان کتب کی تعداد خطبہ میں نوے ۹۰ ہیں — یعنی فقہ اور اصول فقہ کی تمام جامع اور مستند کتابوں کے نام خطبہ میں شامل کر کے اعلیٰ حضرت نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ خود ان کی نگاہ اور فہم نکتہ رس فقہ حنفیہ کی تمام مستند کتابوں سے کس قدر معانی شناس تھا۔ ساتھ ہی خطبہ میں فقہا صاحبین اور تلامذہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسمائے گرامی بھی پیش فرما دیئے ہیں، تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد اوّل ملاحظہ کیجئے خطبہ مندرجہ ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ الذی ھو الفقہ الاکبر، والجامع الکبیر، لزیادات فیضہ المبسوط الدرر، الغرر بہ الہدایۃ، ومنہ البدایۃ والیہ النہایۃ، وبحمدہ الوقایۃ، و نقایۃ الدرایۃ، وعین العنایۃ، وحسن الکفایۃ، والصلوٰۃ والسلام علی الامام الاعظم للرسل الکرام مالکی، وشافعی، احمد الکرام، یقول الحسن بلا توقف محمد الحسن، ابو یوسف، فانہ الاصل المحیط، لکل فضل بسیط، ووجیز ووسیط، البحر الزخار، والدر المختار، خزائن الاسرار وتنویر الابصار ورد المحتار علی منح الغفار، وفتح القدیر، وزاد الفقیر، وملتقی الابحر، ومجمع الانہر، وکنز الدقائق، وتبیین الحقائق، والبحر الرائق، منہ یستمد کل نہر فائق، فیہ المنیۃ وبہ الغنیۃ، ومراقی الفلاح، وامداد الفتاح، والایضاح الاصلاح

ونورالایضاح وکشف المضمرات، وحل المشکلات، والدرر المنتقی، ینابیع المبتغی، وتنویر البصائر وزواہر الجواہر، البدائع، النوادر، المنزہ وجوبًا عن الاشباہ والنظائر مغنی السائلین ونصاب المساکین، الحاوی القدسی لکل کمال وقدسی والنسیٔ الکافی، والوافی، الشافی المصفی المصطفی، المستصفی، المجتبی، المنتقی الصافی، عدۃ النوازل، وانفع الوسائل، لاسعاف السائل، ببیون المسائل عمدۃ الاواخر وخلاصۃ الاوائل، وعلی آلہ وصحبہ واہلہ وحزبہ مصابیح الدجی، ومفاتیح الہدی۔ لاسیما الشیخین، الصاحبین، الأخذین من الشریعۃ والحقیقۃ بکلام الطرفین، والختنین الکریمین کل منہما نور العین، ومجمع البحرین، وعلی مجتہدی ملتہ وائمۃ امتہ خصوصًا الارکان الاربعۃ، والانوار اللامعۃ، وابنہ الاکرم الغوث الاعظم ذخیرۃ الاولیاء، وتحفۃ الفقہاء وجامع الفصولین، فصول الحقائق، والشرع المہذب، لبکل زین وعلینا معہم وبہم ولہم یا ارحم الراحمین آمین آمین والحمد للہ رب العالمین۔

ان مذکورہ بالاکتب میں مذاہب اربعہ کی شروح اور ان شروح کی شروح تمام کتب معتبرہ کا احاطہ کیا ہے اس جلد میں شامل مختلف رسائل اور مختلف ابواب میں دیئے گئے فتووں کی تفصیل یہ ہے، یہ جلد صرف کتاب الطہارۃ پر مشتمل ہے۔

(ا) باب الوضو	۱۱ فتوے اور ۲۲۰ ضمنی مسائل
(ب) باب الغسل	۱۲ فتوے اور ۹۰ ضمنی مسائل
(ج) باب المیاہ	۴۷ فتوے اور ۲۵۰ ضمنی مسائل
(د) باب التیمم	۱۷ فتوے اور ۲۶۴ ضمنی مسائل

اس جلد میں ابواب سے ہٹ کر ضمنًا متفرق مسائل کی تعداد بھی ۸۰۰ سے تجاوز کرتی ہے ایک اور خصوصیت اس میں یہ ہے کہ اس جلد میں امام احمد رضا نے خود اپنے ۳۵۳۶/ اقوال بیان کئے ہیں۔

فہرست رسائل

۱۔ الجود الحلو فی ارکان الوضوء ۱۳۲۴ھ وضو کے فرائض عملی اور اعتقادی بیان۔

۲۔ تنویر القندیل فی اوصاف المندیل ۱۳۲۴ھ طہارت کے بعد بدن پوچھنے کا بیان۔

۳۔ لمع الاحکام ان لاوضوء من الزکام ۱۳۲۴ھ اس کی تحقیق کہ زکام ناقض وضو نہیں۔

۴۔ الطراز المعلم فیما ھو حدث من احوال الدم ۱۳۲۴ھ بدن سے خون نکلنے کے مسائل و دلائل کی تنقیح یکتا خروجِ دم کی تین حالتیں اور ان کے احکام۔

۵۔ نبہ القوم ان الوضوء من ای نوم ۱۳۲۵ھ سونے سے نقض وضو کے مسائل میں بے نظیر تحقیق۔

۶۔ خلاصہ تبیان الوضوء ۱۳۲۶ھ وضو و غسل کی احتیاط کا مشرح بیان

۷۔ الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل ۱۳۲۰ھ احتلام کے متعلق جملہ مسائل کی یکتا تحقیق۔

۸۔ بارق النور فی مقادیر ماء الطہور ۱۳۲۶ھ وضو و غسل میں ماء طہور کی مقدار پر بحث مع تنقیحات۔

۹۔ (رسالہ ضمنیہ) برکات السماء فی حکم اسراف الماء ۱۳۲۷ھ وضو یا غسل میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنے کا کیا حکم ہے۔ مصنف کی منفرد تحقیق۔

۱۰۔ ارتفاع الحُجب عن وجوہ قراۃ الجنب ۱۳۲۶ھ قرأت جنب کے متعلق وہ عظیم تحقیق کہ اس رسالے کے سوا کہیں نہ ملے گ

۱۱۔ الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل ۱۳۲۰ھ آب مستعمل کی تعریفات و مسائل میں گراں مایہ تحقیقات، آب مستعمل کی جامع مانع تعریف معہ شرائط کا تین شعروں میں نظم کرنا۔

۱۲۔ النمیقۃ الانقی فی فرق الملاقی والملقی ۱۳۲۶ھ پانی بے وضو یا جنبی کا ہاتھ لگ جانے سے پھر اس پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں، بے نظیر تحقیق۔

۱۳۔ الہنیٔ النمیر فی الماء المستدیر ۱۳۳۴ھ آب مستدیر کی مساحت اور مصنف کی تحقیق۔

۱۴۔ رجب الساحۃ فی میاہ لایستوی وجہہا وجوفہا فی المساحۃ ۱۳۳۴ھ ان پانیوں کے احکام جن کی مساحت اوپر کچھ ہے اور نیچے دہ دردہ یا بالعکس، تحقیق یگانہ۔

۱۵۔ ھبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر ۱۳۳۴ھ آب کثیر میں مقدار عمق کی تحقیق یکتا۔

۱۶۔ اجلی الاعلام، ان الفتوی مطلقا علی قول الامام ۱۳۳۴ھ بے نظیر تحقیقات سے اس کا ثبوت کہ ہمیشہ ہر مسئلہ

میں قول امام ہی پر فتویٰ ہے۔

۱۷۔ النور والنورق لاسفار الماء المطلق ۱۳۳۴ھ آب مطلق کے بیان میں وہ تحقیقات عالیہ جن کی نظیر نہیں یہ رسالہ پوری جلد میں عظیم تحقیقی رسالہ ہے جس کی نظیر ۱۴ سو سالہ فقہا کی تحقیق میں نہیں ملتی۔ اس میں دو ضمنی رسائل بھی ہیں۔

۱۸۔ (رسالہ ضمنیہ) عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی ۱۳۳۴ھ (بچے کے بھرکر ہوئے پانی سے وضو کے مسائل)

۱۹۔ (رسالہ ضمنیہ) الدقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان ۱۳۳۴ھ (تحقیق معنیٰ رقّت وسیلان میں بحث)

۲۰۔ حسن التعمم لبیان حد التیمم ۱۳۳۵ھ (تیمم سے متعلق تحقیق، کہ ۱۸۱ر اقسام کی مٹی سے تیمم جائز ہے۔ اور ۱۳۰ر اقسام سے ناجائز ہے ان کل (۳۱۱) اشیاء میں خود مصنّف نے ۱۷۹ کا اضافہ کیا ہے اس میں سات رسائل ضمنیہ شامل ہیں)

۲۱۔ (رسالہ ضمنیہ) سمع الدعاء فیما یورث العجز عن الماء ۱۳۳۵ھ (پانی سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں)

۲۲۔ (رسالہ ضمنیہ) الظفر لقول زفر
(تقویت قول امام زفر میں کہ تنگی وقت کے سبب تیمم روا ہے)

۲۳۔ (رسالہ ضمنیہ) المطر السعید علی نبت جنس الصعید ۱۳۳۵ھ (جنس ارض کے متعلق نادر تحقیقات رضویہ)

۲۴۔ (رسالہ ضمنیہ) الجد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید ۱۳۳۵ھ (تیمم میں جنسِ ارض اصلاً مستعمل نہیں ہوتی۔ مصنف کی دلیلیں)

۲۵۔ (رسالہ ضمنیہ) باب العقائد والکلام ۱۳۳۵ھ
(مختلف بدمذہب فرقوں پر کاری ضربیں)

۲۶۔ (رسالہ ضمنیہ) قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید الماء ۱۳۳۵ھ (تیمم کرنے والا نماز میں یا اس سے پہلے یا بعد میں پانی پر مطلع ہو، اس کی تفاصیل احکام میں بے نظیر تحقیقات)

۲۷۔ (رسالہ ضمنیہ) الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ ۱۳۳۵ھ (امام صدر الشریعہ کہ عبارت کہ آج تک معرکۃ الآراء رہی ہے۔

۲۸۔ مجلی الشمعۃ لجامع حدوث ولمعۃ ۱۳۳۶ھ (جنابت اور حدث دونوں جمع ہونے کی ۹۸ صورتیں اور ان کے احکام میں حیرت انگیز ابحاث۔

فتاویٰ رضویہ الجزء الثانی

اس جلد میں طہارت کے بقیہ مسائل اور کتاب الصلوٰۃ کے مسائل اور دیگر روزمرہ کے ضروری مسائل شامل کیے گئے ہیں۔ نواقض الوضو، غسل اور صلوٰۃ وغیرہ کے مسائل بڑی تشریح کے ساتھ معرض بحث میں لائے گئے ہیں۔ اس جلد میں ہزارہا مسائل اس تحقیق کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں کہ کہیں یکجا نہیں مل سکتے۔ اس جلد میں ۲۸۸ فتوی شامل ہیں اور سات عدد تحقیقی رسائل جو تحقیقات کا خزانہ اور ابحاث کا گنجینہ ہیں شامل کیے ہیں۔ صلوٰۃ کے بقیہ مسائل الجزء ثالث میں بیان ہوئے ہیں۔ ابواب کے اعتبار سے فتووں اور رسائل کی ترتیب مندرجہ ذیل ہے۔

کتاب الطہارۃ

باب	تعداد
(ا) باب الوضوء والاغتسال	۶ فتوے
(ب) باب المیاہ	۱۹ 〃
(ج) باب المسح علی الخفین	۲ 〃
(د) باب الحیض	۱۴ فتوے
فصل فی المعذور	۸ 〃
(ہ) باب الانجاس	۵۶ 〃
(و) باب الاستنجاء	۳۰ 〃

کتاب الصلوٰۃ

باب	تعداد
(ا) باب الصلوٰۃ	۱۳۰ فتوے
(ب) باب اوقات الصلوٰۃ	۵۵ 〃
(ج) باب الاذان والاقامۃ	۶۸ 〃

فہرست رسائل

۱۔ سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ القلب ۱۳۱۳ھ
کوئی نجاست اپنے معدن میں حکم نجاست نہیں پاتی اور صرف شبہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔

۲۔ جمان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج ۱۳۱۶ھ
قبل معراج سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز ادا فرماتے تھے۔

۳۔ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ۱۳۱۳ھ
سفر میں جمع بین الصلوٰۃ جائز ہے یا نہیں طویل تحقیقی نکات کے ساتھ بے نظیر رسالہ۔

۴۔ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ۱۳۱۱ھ
انگوٹھے چومنے سے متعلق نادر تحقیق اور ساتھ ہی اقسام احادیث

پر لازوال تحقیق۔

۵۔ نہج السلامۃ فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامۃ ۱۳۳۳ھ
اقامت میں نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انگوٹھے چومنے کا بیان اور تھانوی صاحب کا رد۔

۶۔ ایذان الاجر فی اذان القبر ۱۳۰۷ھ
دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کے جواز پر نادر تحقیق۔

۷۔ الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر ۱۳۰۳ھ
شکر کی صفائی میں استعمال ہونے والی ہڈیوں کی حرمت کے متعلق بے نظیر نکات

فتاوی رضویہ الجزء الثالث

جلد سوم میں کتاب الصلوٰۃ سے متعلق تمام امور پر بحث شامل ہے۔ اس کتاب میں احکام صلوٰۃ سے متعلق ۲۰؍ ابواب ہیں۔ اس جلد میں ۸۴۲ فتاوی شامل ہیں۔ اور رسائل کی تعداد ۱۶ ہے اور یہ کتاب ۸۳۵ جہازی سائز کے صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

کتاب الصلوٰۃ

فہرست رسائل

خطبۂ ثانی میں ایک سیڑھی اترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق۔

کا جواب دیا گیا ہے اور اس میں ۲۷ رسائل شامل ہیں۔ یہ جلد بھی جہازی سائز کے ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جو گراں مایہ علمی فقہی تحقیقات کا گنجینہ ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اس میں شامل مختلف ابواب کے بہت سے فتوے اور کئی رسائل موجود نہیں۔ جن کے شمول کے بعد کتاب کی شان اور بھی بڑھ جاتی۔ اس جلد کے معدوم رسائل نقاء النیرہ فی شرح الجوہرۃ، جو حج اور زیارت کے مسائل پر مشتمل ہے۔ اور معدل الزلال فی اثبات الہلال جس میں انجمن اسلامیہ بریلی کو اثبات ہلال میں غلط فہمی پر تنبیہ کی گئی ہے۔ یہ رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتاب میں شامل نہیں ہیں۔

یہ جلد مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہے۔

(I) کتاب الجنائز : اس میں ۲۲۳ فتوؤں کا جواب دیا گیا ہے۔

(II) کتاب الزکوٰۃ : اس میں ۲۶ فتوؤں کا جواب دیا گیا ہے۔

(III) کتاب الصّوم

۱۔ باب احکام الصوم : ۴۲ فتوے
۲۔ باب مفسدات الصوم : ۸ "
۳۔ باب القضار والکفارہ : ۵ "
۴۔ باب الفدیۃ : "
۵۔ مکروہات الصوم : ۷ "
۶۔ باب سحر و افطار : ۱۱ "
۷۔ باب الصوم النفل : ۴ "

کتاب الحج

۱۔ باب احکام حج : ۱۶ "
۲۔ باب شرائط الحج : ۹ "
۳۔ الجنایات فی الحج : ۵ "

۱۴۔ رعایۃ المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین ۱۳۱۰ھ
مابین الخطبتین دعا کرنے کے بارے میں

۱۵۔ اوفی اللمعۃ فی اذان یوم الجمعۃ ۱۳۲۰ھ
اذان ثانی مسجد سے باہر ہونے کے جواز میں

۱۶۔ سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید ۱۳۳۹ھ
نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے ثبوت میں۔

فتاویٰ رضویہ الجزء الرابع

یہ جلد کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم اور کتاب الحج پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں ۳۵۵ استفتار

فہرست رسائل

۱۴- اعزالاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوٰۃ ۱۳۰۹ھ
صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کرے اور دیگر نوافل صدقات ادا کرے تو یہ مقبول نہیں۔

۱۵- رادع التعسف عن الامام ابی یوسف ۱۳۱۸ھ
امام ابو یوسف کی جانب زکوٰۃ کے ایک غلط مسئلہ کا منسوب کیا جانا اس کا اس رسالہ میں رد کیا گیا ہے۔

۱۶- افصح البیان فی حکم مزارع ہندوستان ۱۳۱۸ھ
ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی احکام۔

۱۷- المزہر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علی بنی ہاشم ۱۳۰۷ھ
بنی ہاشم پر زکوٰۃ اور صدقات واجبہ حرام ہیں۔

۱۸- ازکی الاہلال فیما احدث الناس فی امر الہلال ۱۳۰۵ھ
رویت ہلال میں تار کی خبر معتبر نہیں۔

۱۹- طرق اثبات الہلال ۱۳۲۰ھ
رویت ہلال سے متعلق دو اہم مسائل۔

۲۰- البدور الاجلۃ فی امور الاہلۃ ۱۳۲۳ھ
رویت ہلال کے تفصیلی احکام۔

معہ شرح — **معہ حاشیہ**

نور الادلۃ للبدور الاجلۃ — رفع العلۃ عن نور الادلۃ

۲۱- الاعلام بحال البخور فی الصیام ۱۳۱۵ھ
اگربتی یا لوبان کا دھواں منھ یا ناک میں کس طرح جانے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔

۲۲- تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلوٰۃ والصیام ۱۳۱۶ھ
نماز اور روزے کے فدیہ کی مقدار کا بیان۔

۲۳- ہدایۃ الجنان باحکام رمضان ۱۳۲۳ھ
صبح صادق و کاذب اور افطار و سحر کے اوقات کا تفصیلی بیان۔

۲۴- درء القبح عن درک وقت الصبح ۱۳۲۶ھ
صبح صادق معلوم کرنے کا طریقہ اور قاعدے کا بیان۔

۲۵- العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار ۱۳۱۲ھ
دعائے افطار بعد افطار پڑھنے کا بیان۔

۲۶- صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین ۱۳۰۵ھ
حرمین طیبین میں سکونت کرنے کا بیان۔

۲۷- انور البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ ۱۳۰۹ھ
آداب، سفر، مقدمات، حج، احکام حج احرام، طواف اور طریقہ حج

وغیرہ کا بیان۔

فتاوی رضویہ — الجزء الخامس

اس جلد کے مضامین کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر پر مشتمل ہیں۔ پوری جلد میں ۹۵۴ استفتار کے جواب دیئے گئے ہیں۔ اور ہزاروں مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے، یہ جلد بھی جہازی سائز کے آٹھ سو ستر (۸۷۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ اور افسوس اس بات کا ہے کہ کتاب الطلاق سے متعلق دو رسائل اس میں شامل نہ ہوسکے۔ ایک "حق الاحقاق فی حادثۃ من نوازل الطلاق" اور دوسرا "الکأس الدہاق باضافۃ الطلاق" اسی طرح کتاب الایمان کا ایک گرانمایہ رسالہ "الجوہر الثمین فیما ینعقد بہ الیمین" بھی شامل نہیں کیا جاسکا۔ مجموعی طور پر اس جلد پنجم میں دس رسائل شامل کیے گئے ہیں۔

جلد پنجم میں مختلف ابواب کے تحت فتاوی کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

I کتاب النکاح

باب	تعداد	
باب احکام النکاح وضروری مسائل :	۱۲۸	فتوے
باب المحرمات	۱۳۱	"
باب الولی	۹۵	"
باب الکفائۃ فی النکاح	۲۵	"
باب المہر	۵۹	"
باب الجہاز	۱۹	"
باب المعاشرہ	۳	"
باب القسم	۵	"
باب متفرقات فی النکاح	۳	"

II کتاب الطلاق

باب	تعداد	
باب احکام ومسائل فی الطلاق :	۱۲۳	فتوے
باب الایلاء	۲	"
باب الخلع	۲	"
باب الظہار	۱۱	"
باب العدۃ	۴۰	"
باب الحداد (سوگ)	۱۰	"
اب النسب	۱۸	"
ب الحضانت (پرورش)	۱۸	"

باب النفقہ — ۴۰ فتوے

III کتاب الایمان — ۲۲ "

باب النذر — ۱۹ "

باب الکفارۃ — ۲ "

کتاب الحدود والتعزیر — ۲۹ "

فہرست رسائل

۱۔ مُحباب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقراس ۱۳۰۷ھ
عورت کہے یہ میرا شوہر ہے مرد کہے یہ میری بیوی ہے کیا فقط اس طرح کہنے سے نکاح ہو جائے گا جب کہ شاہدین کے سامنے کہیں۔

۲۔ ماحی الضلالہ فی انکحۃ الہند وبنجالہ ۱۳۱۷ھ
ہندو بنگال میں عورت سے اجازتِ نکاح لینے کی رسم کے متعلق۔

۳۔ ھبۃ النسا فی تحقیق المصاہرۃ بالزنا ۱۳۱۵ھ
بیوی کی موجودگی میں ساس سے زنا کرنے والے کے بارے میں شرعی حکم کا بیان۔

۴۔ ازالۃ عار الحجر الکرائم عن کلاب النار ۱۳۱۵ھ
غیر مقلد وہابی سے نکاح ناجائز یا ممنوع اس کا تفصیلی بیان۔

۵۔ تجویز الرّد عن تزویج الابعد ۱۳۱۵ھ
وَلیِ ابعد بغیبت ولی اقرب اگر نکاح کر دے تو ولی اقرب کا اختیار

۶۔ البسط المسجّل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمعجل ۱۳۰۵ھ
وطی کے بعد تا وصول مہر معجل شوہر کے یہاں جانے سے انکار ہو تو آیا اسے حق منع نفس حاصل ہے یا نہیں اس کا تفصیلی بیان۔

۷۔ اطائب التہانی فی النکاح الثانی ۱۳۱۲ھ
نکاح ثانی کے احکام میں۔

۸۔ رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق ۱۳۱۱ھ
طلاق کے الفاظ جن کی تعداد تقریباً سو ہے، کہ ان سے طلاق بائن ہو جاتی ہے اگر طلاق کی نیت ہو۔

۹۔ آکد التحقیق بباب التعلیق ۱۳۲۲ھ
مسئلہ تعلیق میں ایک دیوبندی فتوے کا ردّ بلیغ۔

۱۰۔ الجوہر الثمین فی علل نازلۃ الیمین
ایک نوع کی قسم کے بارے میں اجتہادی جزیہ اور اس پر تفصیلی بحث۔

فتاویٰ رضویہ — الجزء السادس

زیر نظر جلد اس لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں برصغیر کی سیاست کے چند ایسے مسائل کا ذکر ہے کہ جن کو پڑھ کر گاندھی اور اس کے ہمنوا مسلمان سیاستدان اور علماء سو کی ایک بڑی جماعت کو اپنے خدوخال میں پہچانا جا سکتا ہے۔ نیز وہابیت اور قادیانیت کی بیخ کنی کر کے امام احمد رضا قدس سرہٗ نے سواد اعظم اہل سنت وجماعت پر ایک عظیم احسان کیا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو مرتد قرار دیا ہے۔ اس جلد میں ختم نبوت پر بھی امام احمد رضا قدس سرہ کی نگارشات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ سیاسی مسائل پر بے شمار شرعی فیصلے ہیں۔ یہ جلد فقہ کی چھ کتابوں پر مشتمل ہے۔

(۱) کتاب السیر (ii) کتاب اللقط (iii) کتاب اللقیط (iv) کتاب المفقود (v) کتاب الشرکۃ (vi) کتاب الوقف

افسوس کہ کتاب اللقط اور کتاب اللقیط پر امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تحریر دستیاب نہ ہو سکی البتہ کتاب السیر اور کتاب الوقف کافی مبسوط اور ضخیم ہیں۔ جس میں آٹھ (۸) عدد انتہائی قیمتی رسائل شامل ہیں۔ ان رسائل کے علاوہ جلد ششم میں "جوال العلو تبیین الخلو" کے عنوان سے بھی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ "مصارف وقف" اور "باب المسجد" پر فتاویٰ کا بیش بہا ذخیرہ ہے جس کو پڑھ کر امام احمد رضا قدس سرہٗ کی علمیت و ذہانت کا اندازہ ہوتا ہے۔ غرض مجموعی طور پر یہ جلد موجودہ دور کے مفتیان اور علماء ہی کے لئے نہیں بلکہ وکلاء اور دانشوروں اور سیاست دانوں کے لئے بھی ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ جلد ششم میں لگ بھگ ۵۰۰ فتاویٰ شامل ہیں اور ۳۰۰ مختلف مسائل بیان ہوئے ہیں۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

کتاب السیر :	۲۲۷ فتوے شامل کئے گئے ہیں۔
کتاب المفقود :	صرف ۵ فتوؤں کو شامل کیا گیا ہے باقی دستیاب نہیں ہوئے۔
کتاب الشرکۃ :	اس میں بھی صرف ۴ فتوے ہیں باقی فتوے دستیاب نہ ہو سکے۔
کتاب الوقف :	۴۲ فتوے شامل ہیں۔
باب مصارفِ وقف :	۲۵ فتوے شامل ہیں۔
باب المسجد :	۱۹۰ فتوے شامل ہیں۔

فہرست رسائل

۱۔ نابغ النور علی سوالات جبلفور ۱۳۳۹ھ
ترک موالات سے متعلق چند اہم امور کا تفصیلی جواب

۲۔ المبین ختم النبیین ۱۳۲۶ھ
رسول اکرم کا خاتم النبیین ہونا ضرورت دین میں سے ہے۔

۳۔ سبحٰن السبوح عن کذب عیب مقبوح ۱۳۰۷ھ
اللہ تعالےٰ کو محال پر قادر ماننا اس کو عیب لگانا ہے بلکہ اس کی الوہیت کا انکار ہے۔ صفات الٰہی کی تفصیل و توضیح۔

۴۔ دامان باغ سبحٰن السبوح ۱۳ھ
امکان کذب الٰہی کے قائل پر ہزاروں وجہ سے کفر ثابت ہونے کا بیان۔ کذب عیب ہے اور اللہ کے لئے قطعاً محال ہونے کا بیان۔

۵۔ القمع المبین لآمال المکذبین ۱۳۲۹ھ
مسایرہ وشرح مواقف وحاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی عبارات میں مکذبوں کی سرشکنی (یہ رسالہ مکمل نہیں ہے)

۶۔ السوٗ والعقاب علی المسیح الکذاب ۱۳۲۰ھ
مرزا قادیانی مثل المسیح ہے مگر اللہ کا نہیں بلکہ مسیح دجّال کا۔ مرزا کی کفریہ عبارات کا رد۔

۷۔ حجب العوار عن مخدوم بہار ۱۳۳۹ھ
مخدوم بہار کی عبارت سے پیدا کردہ وسوسوں کا جواب کہ سید اسمٰعیل دہلوی نے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کون کون سے بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔

۸۔ جوٗال العلو لبتیُن الخلو ۱۳۳۶ھ
مستاجر نے اجارہ کو دائمی بنانے کے لئے اجارہ پر لی گئی دوکان یا مکان میں اضافہ کیا اس کی شرعی حیثیت کا بیان۔

فتاویٰ رضویہ الجزء السابع

یہ جلد مندرجہ ذیل ابواب فقہی پر مشتمل ہے۔
کتاب البیوع، کتاب الکفالۃ، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادہ، کتاب القضاء، الدعاوی وغیرہا۔ اول الذکر مبسوط اور آخر الذکر مبسوط تر ہے، درمیانی باب مختصر ہیں۔ اس جلد میں کچھ ایسے مسائل کا بھی ذکر موجود ہے جو بالکل اچھوتے اور نوادر میں سے ہیں۔ ان میں بعض فتوے تو مثلاً کچہری کا نیلام، بیمہ، کوآپریٹو بنک اور کمپنیوں کے حصص کی بیع وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ جو عوام کی عصری ضرورتوں اور تقاضوں سے مربوط ہیں اور ان تمام کا شرعی اور تحقیقی و تفصیلی بیان پیش کیا گیا ہے۔

اس جلد کی کتاب البیوع میں دو نہایت تحقیقی مقام ہیں۔ جہاں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی بے مثال فقاہت نمایاں نظر آتی ہے۔ ایک باب المرابحہ میں مرابحہ کی تعریف کا بیان اور دوسرا کاغذ کے نوٹ کا اہم مسئلہ جس پر اس وقت تک کسی مفتی یا عالم نے قلم نہیں اٹھایا تھا اور جس کے بغیر روزمرہ کے معمولات میں حرج رونما ہوتا تھا۔

بیع مرابحہ کی تعریف جو عام کتب میں مرقوم ہے وہ جامع اور مانع نہیں ہے اور اس سلسلے میں صاحب دُرر کی ترمیم اور صاحب بحر الرائق کی طویل اور مکمل تعریف کو بھی امام احمد رضا نے نامکمل قرار دیتے ہوئے اس بات کی نشاندہی فرمائی کہ یہ شرط ثانی ضروری ولازمی وواجب تھی جس سے بحر الرائق سے باوصف استقصا غفلت واقع ہوئی۔ غور کیجئے ایک طرف صاحب ہدایہ، صاحب دُرر، علامہ بحر جیسے غوّاصان علم وتفقہ ہیں۔ اور دوسری طرف تنہا امام احمد رضا قدس سرہٗ ہیں۔ اب اندازہ لگایئے کہ اسلاف کرام نے بھی فاضل بریلوی کے لئے بعض مضامین بغرض تکملہ چھوڑ دیئے تھے۔

رسالہ کفل الفقیہ الفاہم تو علم وتحقیق کے میدان میں ایک نادر اور اچھوتا شاہکار ہے۔ اس میں فاضل بریلوی نے نوٹ کی کم وبیش بیع کا جزئیہ قدیم کتب فقہی سے استنباط کیا ہے۔ پھر اس کو دلائل وبراہین سے اس طرح مدلل اور مبرہن فرمایا ہے کہ اسے دیکھ کر علماء حرم پر بھی وجد طاری ہوگیا۔ ۱۳۲۴ھ میں زیارت حرمین شریفین کے سفر میں علماء حرم میں سے امام حرم مولانا احمد مرداد اور ان کے استاد مولانا حامد احمد محمد جدّاوی نے نوٹ سے متعلق دس سوالوں پر مشتمل ایک استفتاء کیا جس کے جواب میں یہ رسالہ وجود میں آیا اور اس لاثانی رسالہ کی تصویب وتائید اعلام علماء حرم نے کی۔ امام احمد رضا کے اس فتویٰ کی بنیاد یہ ہے کہ نوٹ مال ہے اور ثمن اصطلاحی ہے۔ اس لئے اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو فقہا نے ثمن اصطلاحی کا قرار دیا ہے اور مانعین کے فتوے کی بنیاد یہ تھی کہ نوٹ تمسک کی طرح ہے اور مال نہیں ہے کہ اس کی بیع اور شرا کا سوال اٹھے اس کے ذریعے دراصل بیع ان روپیوں کی ہوتی ہے جو اس پر تحریر ہوتے ہیں اس لئے کمی بیشی سود ہے۔

فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس سلسلے میں اصل دعویٰ پر دلائل کا انبار لگا دیا ہے اور مخالفین کے مزعومہ پر کم وبیش ۲۰ ایرادات قائم فرمائے ہیں۔
اسی طرح کتاب الکفالہ، کتاب الحوالہ، اور کتاب القضاء والدعوی کا ایک ایک صفحہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی خداداد فقہی عبقریت کا آئینہ دار ہے مگر اس میں شامل دو رسالے خاص طور سے قابل مطالعہ ہیں۔ ــــــ
النقح الحکومۃ فی فصل الخصومۃ" جس میں شرکت اور میراث کے الجھے ہوئے

مسئلہ کا فیصلہ فرمایا ہے۔ دوسرا رسالہ "الھبۃ الاحمدیۃ فی ولایۃ الشرعیۃ والعرفیۃ" ہے۔ جس میں کئی نامور علماء کے فتوؤں کا رد اور دنیاوی و دینی حکومت کی تحقیق فرمائی ہے۔ جس سے مجتہدانہ شان جھلک رہی ہے الغرض گزشتہ جلدوں کی طرح یہ جلد بھی مضامین عالیہ ومفیدہ کا گنجینہ ہے۔ اس جلد میں ۴ ضخیم رسائل بھی شامل ہیں۔ اور اس جلد میں تقریباً ۲۷۵ استفتار کے جواب دیئے گئے ہیں۔ اور ہزارہا مسائل کا حل فرمایا ہے۔ یہ جلد مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہے۔

کتاب البیوع

باب	تعداد
باب شرائط البیوع	۲ فتوے
باب ایجاب وقبول	۲ "
باب خیار شرط	۱ "
باب خیار تعیین	۱ "
باب بیع المطلق	۳۲ "
باب فی المبیع والثمن	۱۰ فتوے
القرض	۱۲ "
باب الربٰو	۷۲ "
باب الاستحقاق	۳ "
باب بیع السلم	۱۸ "
باب الاستصناع	۲ "
باب الصرف	۲۰ "
باب بیع التلجیہ	۲ "
باب البیع الفاسد والباطل	۲۳ فتوے
باب البیع المکروہ	۵ "
باب البیع الفضولی	۷ "
باب الاقالہ	۱ "
باب المرابحہ	۲ "
باب بیع الوفار	۳ "
باب متفرقات البیع	۴ "
II کتاب الکفالۃ	
باب احکامات الکفالۃ	۱۰ "
III کتاب الحوالہ	۵ "
IV کتاب الشہادۃ	
V کتاب القضاء والدعاوی	۱۰۶ "

فہرست رسائل

۱۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم ۱۳۲۴ھ
حقیقت نوٹ کا بیان

۲۔ کاسر السفیہ الواہم فی ابدال قرطاس الدراہم ۱۳۲۹ھ
رشید احمد گنگوہی اور عبدالحئی لکھنوی کے نوٹ کے بارے میں عدم جواز کے فتوے کا رد۔

۳۔ انصح الحکومہ فی فصل الخصومہ ۱۳۲۱ھ
شرکت اور میراث کے الجھے ہوئے مسئلہ کا شاندار حل۔

۴۔ الھبۃ الاحمدیہ فی الولایۃ الشرعیۃ والعرفیہ ۱۳۳۲ھ
ہندوستان میں دیوانی کا غیر مسلم جج شرع محمدی کے بموجب قاضی ہو سکتا ہے یا نہیں اس کا مدلل جواب۔

فتاوی رضویہ — الجزء الثامن — غیر مطبوعہ

اس جلد میں مندرجہ ذیل مضامین شامل ہیں۔
کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، صلح، مضاربۃ، امانات، ہبہ، اجارہ، اکراہ، حجر، غصب، شفعہ، قسمت، مزارعۃ، صید، ذبائح، اضحیہ،

فتاوی رضویہ — الجزء التاسع — غیر مطبوعہ

اس کتاب میں کون کون سے رسائل شامل ہیں اس کی تفصیل کہیں سے بھی حاصل نہ ہو سکی البتہ ان دونوں جلدوں پر مبارک پور میں علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی صاحب کی سرپرستی میں کام ہو رہا ہے اور جلد ہی یہ دونوں جلدیں بھی منظر عام پر آجائیں گی۔ اور عوام اس سے مستفیض ہو سکیں گے۔

فتاوی رضویہ — الجزء العاشر

یہ جلد دو حصوں میں شائع ہوئی ہے دونوں حصوں میں یعنی نصف اول اور نصف آخر میں "کتاب الحظر والاباحۃ" کے موضوع پر مجموعی طور پر ۱۵۱۹ فتوے شامل ہیں۔ اور دونوں جلدوں میں مجموعی رسائل کی تعداد ۱۳ ہے اور ایک انتہائی اہم رسالہ مسمٰی بہ "الحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ" جو سو سے زیادہ صفحات پر محتوی ہے اس جلد میں شامل نہیں کیا ہے کیونکہ اس کو جداگانہ شائع کیا جا چکا ہے۔ اس جلد میں روزمرہ پیش آنے والے مسائل سے متعلق (۳۰) سے زیادہ موضوعات ہیں جن سے ایک عام مسلمان بہت زیادہ استفادہ کر سکتا ہے مضامین کی تفصیل

مندرجہ ذیل ہے۔

کتاب الحظر والاباحۃ

باب	نصف اوّل	نصف آخر	مجموعی تعداد
۱- باب- اعتقادیات (ایمان کفر، شرک، تقدیر، گناہ، توبہ)	۸۵	+۶۷	۱۵۲
۲- باب- شرب وطعام (دعوت ولیمہ، مہمانی، شکار، وغیرہ)	۸۰	+۴۴	۱۲۴
۳- باب- ظروف وزیورات (سونا، چاندی، تانبہ، لوہے کا استعمال)	۱۵	+۲۳	۳۸
۴- باب- لباس (لحاف، توشک، عمامہ، ٹوپی، نعلین وغیرہ)	۳۳	+۳۸	۷۱
۵- باب- نظر ومس (پردہ، ستر عورت، بلوغ وغیرہ)	۳۴	+۲۸	۶۲
۶- باب- سلام وتحیت (مصافحہ، معانقہ، بوسہ، قبر، طواف قبر وغیرہ)	۸۰	+۳۱	۱۱۱
۷- باب- حلق وقصر وختنہ (داڑھی، مونچھ، ختنہ اور ناخن کے مسائل)	۲۹	+۳۶	۶۵
۸- باب- زینت (خضاب، مہندی، سنگھار وغیرہ)	۸	+۱۶	۲۴
۹- باب- کسب وحصول مال (خرید وفروخت، دین، ہبہ، میراث)	۷۷	+۷۶	۱۵۳
۱۰- باب- علم وتعلیم (عالم، متعلم، مفتی، واعظ، تعلیم گاہ وغیرہ)	۵۸	+۵۴	۱۱۲
۱۱- باب- لہو ولعب (کھیل، تماشہ، مزامیر، موسیقی، ناچ، گانا وغیرہ)	۴۲	+۴۲	۸۴
۱۲- باب- امر بالمعروف ونہی عن المنکر	۸	+۱۰	۱۸
۱۳- باب- مرض وتداوی (بیماری اسقاط حمل، مصنوعی اعضاء)	۳۱	+۳۸	۶۹
۱۴- باب- آداب (مسجد، تلاوت، خطبہ، قبلہ، مصحف)	۴۲	+۴۶	۸۸

(صرف حصہ اوّل)

باب	تعداد
۱۵- باب- صحبت، موالات، محبت، عداوت وغیرہ	۲۰
۱۶- باب- جھوٹ، غیبت، بدعہدی وغیرہ	۱۱
۱۷- باب- ظلم ایذائے مسلم	۷
۱۸- باب- بغض وتکبر	۶
۱۹- باب- سلوک- حقوق- تحائف کا لین دین وغیرہ	۶۰
۲۰- باب- ایصال ثواب، صدقہ وغیرہ	۲۴
۲۱- باب- مجالسِ میلاد، ذکر شہادت وغیرہ	۲۵
۲۲- باب- ذکر، دعا، تلاوت	۱۳
۲۳- باب- نوحہ، جزع وفزع	۶
۲۴- باب- تعزیہ اور اس سے متعلقہ بدعات	۹
۲۵- باب- رسم ورواج- بدعت واسراف	۱۲
۲۶- باب- تشبہ وشعارِ کفار	۸
۲۷- باب- تصویر بنوانے یا بنانے سے متعلق	۷
۲۸- باب- نماز، طہارت، امامت، وضو واستنجاء	۱۶
۲۹- باب- نکاح، طلاق، عدت، حقوق زوجین	۱۴
۳۰- باب- جانوروں کا پالنا	۱۱
۳۱- باب- آثار مقدسہ اور ان سے تبرک وتوسل	۷
۳۲- باب- دیگر متفرقات	۹۴
مجموعی تعداد:	۱۵۱۹

فہرست رسائل (حصہ اوّل)

۱- حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب — ۱۳۰۷ھ
سیاہ خضاب کے بارے میں مفصل احکام

۲- مشعلۃ الارشاد فی حقوق الاولاد — ۱۳۱۰ھ
باپ پر بیٹے کا کس قدر حق ہے اور ادا نہ کرے تو حکم شرعی کیا ہے۔ مفصل بیان۔

۳- اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد — ۱۳۱۰ھ
حقوق العباد کس قدر ہیں اور کس طرح معاف ہو سکتے ہیں۔ تفصیلی بیان۔

۴- لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحٰی — ۱۳۱۵ھ
داڑھی منڈانے اور کتروانے سے متعلق تحقیق رضوی۔

۵- شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ — ۱۳۱۵ھ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیالی تصویر بنانا سخت حرام ہے ان

کے روضے کی شبیہ کی بھی تعظیم چاہیے۔

۶۔ الحق المجتلی فی حکم المبتلی ۱۳۲۴ھ
بعض بیماریوں میں اطبا حکم دیتے ہیں کہ ان لوگوں کے ساتھ کھانا پینا نہیں چاہیے شرعًا اس کا کیا حکم ہے اس کی تفصیل

۷۔ تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون ۱۳۲۵ھ
طاعون کی وبا پھیل جائے اس وقت شرعًا کیا احکام ہیں۔

فہرست رسائل (نصف آخر)

۱۔ الکشف شافیا فی حکم فونو جرافیا ۱۳۲۸ھ
فونوگرام میں آواز سننے کی شرعی حیثیت اور آواز سے متعلق تحقیق کہ یہ آواز بدل جاتی ہے یا وہی رہتی ہے۔

۲۔ عطایا القدیر فی حکم التصویر ۱۳۳۱ھ
تصویر سے متعلق عدم جواز کا تحقیقی مقالہ۔

۳۔ جلی النص فی اماکن الرخص ۱۳۳۶ھ
شدید ضرورت کے وقت فوٹو کھچوانے کا حکم شرعی۔

۴۔ الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ ۱۳۳۶ھ
سجدہ تعظیمی یا تحیت قطعًا حرام ہے۔ اور سجدہ عبادت کفر و شرک ہے

۵۔ الرمز المرصف علی سوال مولینا السید آصف ۱۳۳۹ھ
مولانا سید آصف کے استفسار کا جواب کہ کافر کو رازدار بنانا مطلقًا حرام ہے۔

۶۔ الحجۃ الموتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ ۱۳۳۹ھ
یہ رسالہ جداگانہ شائع ہوا ہے۔

فتاوی رضویہ الجزء الحادی عشر

یہ جلد یازدہم فقہ کی مندرجہ ذیل کتابوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ کتاب المداینات (قرض اور سود سے متعلق احکام) ۱۸ مسائل
۲۔ کتاب الاشربہ (پینے والی چیزوں سے متعلق احکام) ۲۰ ؍
۳۔ کتاب الوصایا (وصیت، وصی اور وراثت کے احکام) ۷۵ ؍
۴۔ کتاب الرہن (گروی رکھنے سے متعلق احکام) ۴۴ ؍

یہ جلد ابھی نامکمل ہے کیونکہ اصل مسودہ کا پڑھنا بہت دشوار تھا اس لئے آسانی سے جس قدر پڑھا جا سکا اس کو جلد یازدہم کی صورت میں شائع کر دیا گیا ہے۔ غالبًا اس جلد کے کچھ اور ابواب حاصل بھی نہ ہو سکے۔ اس وجہ سے بھی یہ جلد نامکمل ہے۔ اس جلد میں کل ۱۵۷ مسائل کا تفصیلی جواب دیا گیا ہے۔ جس کی ترتیب اوپر دے دی گئی ہے۔ اس میں شامل ۴ مستقل رسائل کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ المنی والدرر لمن عمد منی آرڈر ۱۳۱۱ھ
منی آرڈر کے سود نہ ہونے کا بیان

۲۔ حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان ۱۳۰۷ھ
حقہ کے جواز میں تحقیق رضوی۔

۳۔ الفقہ التسجیلی فی عجین النارجیلی ۱۳۱۸ھ
تاڑی سے خمیر شدہ آٹے کی روٹی کا حکم شرعی

۴۔ الشرعۃ البہیۃ فی تحدید الوصیۃ ۱۳۱۶ھ
ورثہ کو وصیت پر عمل واجب ہے یا نہیں۔

ان میں سے ہر رسالہ اپنی جگہ نہایت نادر اور اہم مباحث پر مشتمل ہے پہلے رسالے میں منی آرڈر سے متعلق احکام ہیں کہ منی آرڈر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ جو رقم منی آرڈر کے لئے ڈاک خانے کو دی جاتی ہے۔ تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ یہ محض قرض ہے یا اجارہ۔ اس رسالے میں رشید احمد گنگوہی کے اس فتوے کا رد بھی ہے جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ منی آرڈر کرنا سود ہے۔

دوسرے رسالے میں حقہ نوشی سے متعلق ضروری احکام بیان کئے گئے ہیں جس میں فاضل بریلوی نے فقہی دلائل سے حقہ نوشی کو جائز کہا ہے اور مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کے عدم جواز کے فتوے کا رد صادر فرمایا ہے اس سلسلے میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی طرف عدم جواز منسوب قول کو بھی غلط ثابت فرمایا ہے۔ البتہ حقہ نوشی کی اس شکل کو فاضل بریلوی نے بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ جس سے حواس اور دماغ میں اختلال پیدا ہو جاتا ہے۔

تیسرے رسالے میں تاڑی اور ہر نشہ آور چیز کی حرمت کا بیان ہے۔ اس کا اکثر حصہ عربی میں ہے اور یہ رسالہ نامکمل ہے۔ اس رسالے میں حدیث اور اسماء الرجال سے متعلق بھی بحث موجود ہے۔

چوتھے رسالے میں وصیت سے متعلق نادر و نایاب بحثیں ہیں اور وصیت کی تعریف بیان کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ کب وصیت کا انفاذ ہوتا ہے اور کب نہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ثلث مال میں وصیت نافذ ہے اس کو ورثہ بھی نہیں روک سکتے ہاں اس سے زائد میں ان کو اختیار ہے۔

الفتاوی الرضویہ الجزء الثانی عشر

افسوس کہ فتاوی رضویہ کی یہ گرانمایہ جلد دستیاب نہیں ہے، باوجود

تجسس وتلاش بسیار کے اس کو ابھی تک حاصل نہیں کیا جاسکا۔ خدا معلوم کسی صاحب کے پاس ہے یا مسودہ ضائع ہوگیا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے فتاویٰ رضویہ کی بارہ میں سے نو (۹) طبع شدہ مجلدات کا ایک مختصر جائزہ پیش کر دیا ہے جس میں ۱۱۶ تحقیقی رسائل ہیں اور تقریباً ۵۵۰۰ فتوے شامل ہیں جس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ فقیہہ بے عدیل، نابغہ روزگار حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کی فکر نکتہ سنج اور نظر دقیقہ شناس مسائل شرعیہ میں کن گہرائیوں تک پہنچی ہے اور دینی و دنیوی احکام میں کیسے کیسے جزئیات کو اپنی نگارش کا موضوع بنایا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ مضمون کی طوالت اور موضوع کی تخصیص کے باعث میں آپ کے تفقہ پر مزید کچھ عرض نہیں کرسکوں گا بلکہ چند گرامی قدر اصحاب اور مشہور مصنفین کی مختصر آرا کو آپ کے سامنے پیش کر کے اس جائزہ کو ختم کر رہا ہوں۔

مولانا ابوالحسن ندوی نزہۃ الخواطر میں رقم طراز ہیں۔

"فقہ حنفیہ اور اس کی جزئیات پر جو آگاہی آپ (امام احمد رضا فاضل بریلوی) کو حاصل تھی اس کی نظیر آپ کے زمانے میں ملنا نادر ہے آپ اس وصف خاص میں "وحید عصر" تھے۔ میرے اس قول پر آپ کا مجموعہ فتاویٰ اور خاص کر آپ کا رسالہ "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" شاہد ہے۔"

فتاویٰ نگاری میں یہ تبحر و بالغ نظری آپ کی وسعت مطالعہ، کتب متداولہ پر کامل عبور اور اس کے ساتھ ہی جدت طبعی اور حقائق تک پہنچنے والی بصیرت کا نتیجہ ہے۔ مولانا عبدالحئی نے تو آپ کو فن فتاویٰ نگاری اور فقہی مسائل پر دسترس کامل کے باعث "وحید عصر" کہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ سے قبل جو فقہائے کرام گزرے ہیں۔ ان میں آپ کی مثال دو تین صدی پیشتر تک مشکل ہی سے نظر آئیگی اور آپ کے بعد تو اب تک ایسا بالغ نظر فقیہہ اسلام نظر ہی نہیں آتا ہے۔

اسی طرح ہندوستان کا مشہور شہرہ یافتہ علمی مجلہ "معارف" جو اعظم گڑھ (بھارت) سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے ستمبر ۱۹۴۹ء کے شمارے میں فتاویٰ رضویہ اور امام احمد رضا پر کچھ اس طرح تبصرہ کیا ہے۔

"دینی علوم خصوصاً فقہ وحدیث پر ان کی نظر وسیع اور گہری تھی۔ مولانا جس دقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جواب تحریر فرماتے ہیں اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت فقہی نکتہ رسی استحضار، ذہانت، طبّاعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے فاضلانہ اور محققانہ فتاویٰ مخالف وموافق ہر طبقے کے مطالعہ کے لائق ہیں۔" (معارف ستمبر ۱۹۴۹ء ص ۴۳)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد جو آج کل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ کے پرنسپل ہیں۔ اور امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ پر پچھلے ۱۸ سال سے تحقیقی کام میں مشغول ہیں۔ اور سینکڑوں تحقیقی مضامین اور کتابیں آپ کے متعلق لکھ چکے ہیں۔ اور ساتھ ہی حیات امام احمد رضا پر پندرہ جلدوں پر مشتمل ضخیم دائرہ معارف امام احمد رضا مکمل کر رہے ہیں۔ آپ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی علمی کاوشوں کا یوں تجزیہ فرماتے ہیں۔

"امام احمد رضا کے فکر کا ہر گوشہ تحقیق و تدقیق کا مقتضی اور ایک الگ مقالے کا محتاج ہے۔ راقم کو امام احمد رضا پر تحقیق کرتے ہوئے ۱۸ سال گزر چکے ہیں۔ مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ساحل سمندر تک بھی رسائی حاصل نہ ہوسکی۔ شناوری اور غواصی تو بہت دور کی بات ہے۔"

(بقیہ صفحہ ۱۰۰ کا)

یہ فیصلہ کرنا آپ ہی کے ذمہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اہل دیوبند کے مقابلے میں جن عقائد و اعمال کی حمایت کی ہے اگر وہی اہل سنت کا مذہب ہے تو لازماً یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ بریلوی مکتب فکر ہی مذہب اہل سنت کا صحیح ترجمان ہے۔

پس دعا کیجئے کہ مولائے غافر وکریم اس امام اہل سنت کے مرقد پر صبح وشام اپنی رحمتوں کے پھول برسائے جس کا نام احمد رضا ہے اور جس نے اپنے ناموس کو خطرے میں ڈال کر اپنے آقا کے ناموس کا تحفظ کیا اور پھر جس نے اپنے محبوب کی خوشنودی کے آگے کسی کی خوشنودی کی پرواہ نہیں کی۔

اپنے سلطان کا ایک مستغنی گدا جس نے ارباب سریر وکلاہ کی طرف کبھی نگاہ نہیں اٹھائی۔ حق کا ایک بے لوث علمبردار جسے زمانہ کسی قیمت پر بھی خرید نہیں سکا۔

وصلی اللہ علی النبی المختار وآلہ الاطہار وحزبہ ابرار

امام احمد رضا اور تجدید و اصلاح

پروفیسر محمد مسعود احمد

قائد وافکار میں مولانا بریلوی متقدمین
لف صالحین کے پیرو تھے انھوں نے اپنے
یں سیاست ومذہب میں تجدید واحیاء
رائض انجام دیئے۔ غالبًا اسی لئے بعض
و عرب نے ان کو مجدد کہا ہے۔ چنانچہ حافظ
ت الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی لکھتے ہیں۔

و قیل فی حقہ انہ مجدد ھٰذا القرن
ن حقًا وصدقًا

(ترجمہ) اگر ان کے بارے میں کہا جائے کہ وہ
ں صدی کے مجدد ہیں تو یہ بات صحیح اور سچی
ے۔

مولانا بریلوی کلمہ گو کو مسلمان قرار دیتے
مگر وہ روحِ اسلام کو اس کے قول و عمل
جیتا جاگتا دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن اسی
ساتھ ساتھ تاریخ کے تہذیبی و تمدنی
ں کے پیش نظر وہ اس حد تک چھوٹ دیتے
جس حد تک قول و عمل شریعت سے متصادم
ہوں۔

وہ ہر اس شخص کو جو دین میں نئی نئی باتیں
ل کرتا ہے۔ بدعتی قرار دیتے تھے۔ اور اس
س کا تعاقب کرتے تھے جو ان کی نظر میں
دید کے بہانے بے راہ روی اختیار کرتا تھا۔
مولانا بریلوی نے معاشرہ کی خلاف شرع
عادات و رسوم پر تنقید کی ہے اور اس طرح
تجدید واصلاح کی ذمے داری پوری کی۔

فرائض وسنن کے بغیر نیکیاں

اسلامی معاشرے کے بعض افراد فرائض
وسنن کو چھوڑ کر صرف مستحبات ومباحات کے
پیچھے لگے رہتے ہیں۔ مولانا بریلوی کی نظر میں
ایسے لوگوں کی نیکیاں شریعت کی نظر میں
مردود ہیں۔

شریعت وطریقت

بعض لوگ شریعت وطریقت کو الگ الگ
خانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ مولانا بریلوی اس
تقسیم کو سختی کے ساتھ رد کرتے ہیں اور
طریقت کو عین شریعت قرار دیتے ہوئے
لکھتے ہیں۔

"شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن مجید
عظیم باطل و مردود فرما چکا۔"

سجدۂ تعظیمی

عام طور پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اکثر
مسلمان بزرگوں کے مزارات پر جایا کرتے
ہیں۔ مولانا بریلوی نے غیر اللہ کے لئے سجدہ
عبادت کو کفر و شرک اور کو حرام قرار دیا ہے۔
چنانچہ سجدۂ تعظیمی کے خلاف اپنے ایک
مستقل رسالے میں وہ لکھتے ہیں۔

"سجدۂ حضرت عزت عز جلالہ کے سوا کسی
کے لئے نہیں اس کے غیر کو سجدۂ عبادت کو یقینًا
اجماعًا شرک مہین و کفر مبین اور سجدۂ تحیت
حرام و گناہ کبیرہ بالیقین۔"

حرمتِ تصاویر

آج کل پڑھے لکھے مسلمانوں کے گھروں
میں تصویریں لگانے اور مجسمے سجانے کا عام
رواج ہوگیا ہے۔ بعض اَن پڑھ مسلمان تبرکًا
براق کی تصویریں بھی لگاتے ہیں۔ مولانا بریلوی
نے اس کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ البتہ نعلین
مبارک اور قبر شریف کے عکس کو جائز
ومستحسن قرار دیا۔

سوم چہلم وغیرہ کا کھانا اور ان کے مراسم

مسلمانوں میں فاتحہ، سوم، چہلم برسی وغیرہ
کا رواج عام ہے۔ مولانا بریلوی نے اس کی روح
کو جائز قرار دیا ہے لیکن اس میں غیر ضروری
لوازمات کو بے اصل، وہ تعیین یوم کو آسانی
وسہولت کے لئے جائز سمجھتے ہیں۔ اور اس خیال

کو غلط تصور کرتے ہیں کہ متعین دنوں ہی میں زیادہ ثواب ملتا ہے۔

اسی طرح وہ نیت کو ایصال ثواب کی روح تصور کرتے ہیں اور اس قسم کی رسم کی تائید نہیں کرتے کہ اہتمام کے ساتھ کھانا سامنے لاکر رکھا جائے۔ ان کے نزدیک اس کو ضروری سمجھ کر کرنا جائز نہیں البتہ سامنے رکھنے میں مضائقہ بھی نہیں کہ ایصال کے فوراً بعد تقسیم کر دیا جائے میت کی فاتحہ و ایصال ثواب میں وہ غربا و مستحقین کو فوقیت دیتے ہیں اور اس کے خلاف ہیں کہ امیروں اور برادری کے لوگوں کو بلا کر اہتمام سے کھانا کھلایا جائے۔

بے پردگی

دور جدید کی بدعات میں عورتوں کا بے محابا گھومنا پھرنا، محرموں کے سامنے آنا، سب کے گھر جمع ہو کر کھانا پینا، رہنا سہنا، زیارت قبور کے لئے قبروں پر جانا اور نامحرم پیروں کو محرم سمجھ کر ان کے سامنے آنا جانا عام ہے۔ مولانا بریلوی نے ان بدعات کی مخالفت کی ایک سوال کے جواب میں کہ عورت اپنے محارم اور غیر محارم کے ہاں جاسکتی ہے؟ یہ رسالہ تصنیف کیا۔

مروج النجا لخروج النساء

(۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء)

دعوت میت

میت کے گھر عورتوں اور مردوں کا جمع ہو کر کھانا پینا اور میت کے گھروں کو زیر بار کرنے کے عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہوئے یہ رسالہ لکھا

جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام الموت

(۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء)

مزارات پر عورتوں کی حاضری

زیارت قبور کے لئے قبرستان جانے کی عورتوں کو سختی سے ممانعت کی اور یہ رسالہ لکھا۔

جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور

(۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر حاضری کو مستثنیٰ قرار دیا۔ کیوں کہ عورتوں اور مردوں کا اس دربار میں حاضر ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ البتہ بزرگان دین کے مزارات پر حاضری سے منع کیا ہے۔ حتیٰ کہ خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے مزار پر جانے سے بھی عورتوں کو روکا ہے۔

قبر پر چراغ جلانا

قبروں پر چراغ جلانے کے لئے پوچھا گیا تو اس کو بدعت اور مال کا ضیاع قرار دیا۔ البتہ اس صورت میں جائز قرار دیا کہ قبر مسجد میں ہو یا سر راہ ہو اور چراغ سے نمازیوں اور مسافروں کو فائدہ پہنچے۔

مولانا بریلوی کے نزدیک جو کام دینی فائدے اور دنیوی نفع جائز دونوں سے خالی ہو وہ عبث و بیکار ہے۔ اور عبث خود مکروہ ہے۔ اور اس میں مال صرف کرنا اسراف اور اسراف حرام ہے۔

قبر پر لوبان اور اگربتی

قبروں پر لوبان وغیرہ جلانے کے لئے دریافت کیا تو اس کو منع کیا اور اسراف و اضاعت مال قرار دیا اور لکھا کہ اس خوشبو کی میت صالح کو کوئی حاجت نہیں وہ اگر لوبان سے غنی ہے اور اگر حاضرین کے ... فاتحہ خوانی، ذکر و تلاوت کے وقت قبر ... قریب خالی جگہ پر سلگائیں تو بہتر و مستحسن ...

چادر ڈالنا

صالحین کی قبروں پر چادر ڈالنے کے ... دریافت کیا تو اس کو مشروط طور پر اس ... لئے جائز قرار دیا کہ عوام الناس ان کی ... متوجہ ہو کر مستفیض ہوں اور وہ بھی صرف ا ... چادر، جب پھٹ جائے تو دوسری نہ یہ کہ لا ... سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ یہ چادر بہر ح ... ان کی نظر میں جائز نہیں۔ جب اس کا مصـ ... غربا کے لئے نہ ہو۔ رسم کے طور پر چادر ڈا ... کو انہوں نے فضول قرار دیا۔ اور لکھا ہے ...

"جو دام اس میں صرف کریں وہ ولی الل ... کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے ... محتاج کو کر دیں"

عرس و قوالی

آلات موسیقی کے ساتھ خانقاہوں ... کہ مساجد کے قریب مقابر پر قوالیوں کا ... رواج ہے۔ اعراس وغیرہ میں خاص طور ... اہتمام کیا جاتا ہے۔ مولانا بریلوی نے اس ... قسم کی قوالیوں کو ناجائز قرار دیا حتیٰ کہ ا ... اعراس میں شرکت کی ممانعت کی جہاں مز ... کے ساتھ قوالی کا اہتمام ہو۔ مولانا بر ... نے اعراس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے مگر ... شرعی قیود سے اتنا مقید کر دیا ہے کہ دور ... کے بیشتر اعراس میں کوئی نہ کوئی شرط ... نظر آتی ہے۔

آتش بازی

شادیوں اور شب برات کے موقع پر آتش ...

(باقی صفحہ ۱۰۹ پر)

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری اور علم معانی بیان

سید اسمٰعیل رضا ذبیح ترمذی
ہری پور۔ ضلع ہزارہ۔ (پاکستان)

نعتیہ شاعری کی اولیں و آخریں شرط حب مصطفٰے
شق مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دل میں محبت وعشق
صلی اللہ علیہ وسلم کا سمندر موجزن ہو۔ جذبات
وفان اٹھا ہو۔ ضبط کا یارا نہ رہے تب ہر نفس
ل۔ دل کی ہر دھڑکن، خیال کی ہر لہر۔ زبان کی
جنبش۔ لبوں کی ہر حرکت نعت سرا ہو جاتی ہے۔
پاس ادب جذبات کے اس جوش کو سراپا
نقش بنائے ہوئے رکھتا ہے۔ بے خودی و
وشی کے باوجود رعب حسن وعزت مقام، قیود و
ب اور حدود شریعت سے گزرنے نہیں دیتا۔
ظاہر ہے کہ عشق و محبت کی تعبیریں اور تفسیریں
شمار ہیں۔ محبوب کا ہجر و وصال۔ عاشق کی
سروسامانی و شادکامی۔ آزارِ عشق کے اثرات اور
واردات۔ حریم محبت و جلوۂ دوست۔ جمال
یب و حسن یار۔ محبوب کی ادائیں اور اس کی
فتیں۔ ناز حبیب اور اس کی قیامتیں۔ صنم کی
ب دلی اور عاشق زار کی وفاکیشی۔ محبوب کا سراپا
اس کا انداز غرض بہت سے موضوعات ہیں۔
عشقیہ شاعری کا خزینہ ہیں اور شاعر بلا تکلف
طرز و لہجہ میں چاہتا ہے حقیقی یا تصوراتی
بات واردات کا اظہار اپنے شعر میں کر دیتا
ہے۔ جولان گاہ سخن میں اس کے اظہار و بیان
ئی قدغن نہیں لیکن منزل نعت وابستگی رسول

اور حب نبی وہ مقام ہے کہ نفس گم کردہ می آید جنید
و بایزید ایں جا اس یک گونہ بے خودی کے ساتھ پاس
ادب اور شرعی حدود کا لحاظ نعت کو ایک دشوار موضوع
بنا دیتا ہے نعت میں جذبات عشق کا اظہار وہی
کر سکتا ہے۔ جو اپنی سچی قلبی واردات اور پر عقیدت
و پر خلوص جذبات کا اظہار بطور آورد خود تو نہ کرے
بلکہ بحر محبت میں جب جوار بھاٹا آئے تو موجوں
کے تموج کی ہر صدا نغمہ بن جائے۔ جب جانوں کی
جان، اس محبوب ذیشان اور حبیب رحمٰن کی
یاد ستائے۔ دل تڑپائے چین نہ آئے اس عالم
میں دل سے جذبات مچل کر لب پر آئیں اور الفاظ
کا روپ دھاریں تقریر کا لباس پہنیں وہی نعتیہ
شاعری ہے۔

کتنے پر کیف ہیں نعت نبوی کے لمحات
یاد آئی تو مچلنے لگے لب پر نغمات

اعلیٰ حضرت کے معتبر سوانح نگار بیان
کرتے ہیں کہ حضرت رضا قدس سرہٗ جب سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں بے چین و بے قرار
ہوتے صبر و شکیبائی ساتھ چھوڑ دیتے تو بے ساختہ
آپ کے جذبات نعتیہ اشعار کی صورت میں زبان پر
مچلنے لگتے۔ تب ہی آپ کے یہاں آمد ہی آمد
ہے۔ ایک کیف و سرور ہے۔ پاکیزگی و نغمگی
ہے جذبات کی صداقت ہے بیان کی لطافت
ہے زبان کا حسن ہے اور ہر شعر شاہکار فن ہے۔
ملاحظہ ہو۔

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ
قصر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو
کر چکی رخصت کعبہ پہ نظر پروازیں
ٹوپی اب تھام کے خاک در والا دیکھو

یاد حبیب اور ہجر و فراق کی بے قراری بھی عشقیہ
شاعری کا ایک موضوع ہے اعلیٰ حضرت نے نعت میں
کس خوبصورتی سے اس کا اظہار کیا ہے۔

تمھاری یاد میں گزری تھی جاگتے شب بھر
چلی نسیم ہوئے بند دیدہ ہائے فلک

جلوہ فرمائیں رُخ دل کی سیاہی مٹ جائے
صبح ہو جائے الٰہی شب تار عارض

غم فراق برداشت نہیں ہوتا۔ صبر و شکیب کا
دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ پھر گلا سہارا
بنتا ہے کلام رضا کا یہ انداز ملاحظہ ہو۔

ترا ستمِ زدہ آنکھوں نے کیا بگاڑا تھا
یہ کیا سمائی کہ دوران سے وہ جمال کیا

جب غم حد سے سوا ہو جاتا ہے سوزِ دروں کیف بن جاتا ہے اور دردِ فراق حد سے گزر کر دوا بن جاتا ہے تو بے قراری عین قرار ہو جاتی ہے۔

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں
سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

کیفِ عشق کے اظہار کے جتنے پہلو اور حسین قرینے ہو سکتے ہیں اعلیٰ حضرت نے ان کو انوکھے انداز اور پیارے اسلوب سے بیان کیا ہے۔

ابھی ابھی تو چمن میں تھے چہچہے ناگاہ
یہ درد کیسا اٹھا جس نے جی نڈھال کیا

اٹھا دو پردہ دکھا دو جلوہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

خاک ہو جائیں در پاک پہ حسرت مٹ جائے
یا الٰہی نہ پھرا بے سروساماں ہم کو

پائے شہ پر گرے یا رب تپش مہر سے جب
دل بے تاب اڑے حشر میں پارا ہو کر

کس کا منہ تکیے کہاں جائیے کس سے کہیے
ترے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

رنگ مژہ سے کر کے خجل یادِ شاہ میں
کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطر جمال گل

حضور ان کے خلاف ادب تھی بے تابی
مری امید تجھے آرمیدہ ہونا تھا

یہ کیا نالہ ہے دشت طیبہ میں اے وائے محرومی
مگر حسرت نے پھر اس بن میں لوٹا قافلہ دل کا

ہائے کس وقت لگی پھانس الم کی دل میں
کہ بہت دور رہے خار مغیلانِ عرب

یاد رخ میں آہیں کر کے بن میں رویا آئی بہار
جھومیں نسیمیں نیساں برسا کلیاں چٹکیں مہکی شاخ

ہو نہ ہو آج کچھ مرا ذکر حضور میں ہوا
ورنہ مری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائی کیوں

اے شوقِ دل یہ سجدہ گر ان کا روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجیے کہ سر کو خبر نہ ہو
ایسا گما دے ان کی رضا میں خدا ہمیں
ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

آپ نے دیکھا کہ زبان میں کس قدر سلاست ہے۔ بیان میں کتنی لطافت ہے فصاحت کی شیرینی اور بلاغت کی رنگینی۔ درحقیقت حضرت رضا کا کلام بحر معانی کا گوہر آبدار گلشن بیان کا گلاب مشکبار اور محاسن معنوی و صوری کا شاہکار ہے۔ حسن بیان، خوبی زبان، شعری صنعت گری، فصاحت و بلاغت اور جذبات کی صداقت نے کلام کو سحر کی طرح اثر انگیز بنا دیا ہے۔

بلاغت کے معنی اثر آفرینی بھی ہیں اور ادب میں یہی معنی مراد ہوتے ہیں اس طرح بلاغت عام تنقید کی ان اصطلاحات مثلاً معانی، بیان، فصاحت اور صناعت میں شامل ہو گیا جو ادب سے متعلق تصنیفات کے علاوہ اعجاز القرآن کے علوم میں کثرت سے مستعمل و مروّج تھیں لیکن ساتویں صدی ہجری کے لگ بھگ بلاغت کو تین معین فنون، معانی، بیان اور بدیع پر تقسیم کر دیا گیا اس لئے [illegible] علم کہتے ہیں علم بیان میں بلاغت کے تین علو[م] یعنی معانی، بیان اور بدیع شامل ہیں۔

علم معانی:۔ وہ علم ہے جو کسی ا[...] مقتضائے حال کے موافق کرنا سکھاتا ہے ا[...] ایسی غلطیاں کرنے سے بچاتا ہے جس سے دلا[لت] مطابقی کے موافق کلام کا مفہوم سمجھنے میں دو[سرے] شخص کو دقت ہو۔

علم بیان:۔ اس علم کا نام ہے جو ا[یک] ہی بات کو مختلف پیرایوں میں بیان کرنے کے [...] طریقوں سے بحث کرتا ہے بقول علامہ قزوینی ع[لم] بیان سے مراد اس سے زیادہ نہیں نہ اس سے [...] کہ وہ ایک علم ہے جو ایک ہی مطلب کے ا[دا] کرنے کے ممکن طریقوں سے بحث کرتا ہے کہ ان [میں] کون کون کس حد تک صفائی کے ساتھ اور [...] یہ کام انجام دے سکتے ہیں۔ چونکہ جو لفظ بھ[ی] استعمال کیا جائے گا وہ یا تو پورے طور پر [...] بے شک بیان جادو ہے۔ بیان وہ وسائل [...] جن کے ذریعہ وضاحت پیدا کی جائے [...] کلام یا تعبیر کا واضح ہونا اور وہ ملکہ جس سے یہ [...] میسر ہو بیان کہلاتا ہے۔ جو چیز ایک مت[...] خیال (معنی) کے چہرے سے اس طرح نقا[ب] اٹھا دے کہ ذہن اسے اچھی طرح سمجھ کر قبو[ل] کر لے وہی بیان ہے۔ بعض مواقع پر بیا[ن] کا اولین تعلق فصاحت سے بتایا گیا ہے ا[...] کہا گیا ہے کہ حسن البلاغت کا مطلب تلفظ کی [...] و روانی ہے اور فصاحت کو بیان کا آلۂ کامل [...] دیا گیا ہے اور فصاحت کے معنی واضح کر[...] صفائی کے ساتھ تشریح کر دینا۔ بیان کئے [...] ہیں یعنی بیان ابہام و اخفا نہیں تاہم بالعمو[م] بیان کا تصور بلاغت کے ساتھ ہو۔ اصطل[اح] بیان جو کہ بلاغت کے مترادف ترقی کر کے بلا[غت] کی ایک خاص شاخ بن گیا ہے پس علم بیا[ن ...]

بلاغت میں اس کی ایک شاخ کے طور پر شامل ہے۔
ت فکر کا ترجمان اور قلب کی تربیت ہے اور
غت وہ ہے کہ مطالب کو عوام سمجھ جائیں اور
اص مطمئن ہو جائیں ابن رشیق بلاغت کی دو تعریفیں
تے ہیں ایک یہ کہ بلاغت اس قوت بیان اور
ریح کا نام ہے جو خوش اسلوبی کے ساتھ مربوط
دوسری تعریف یہ کہ بلاغت معانی ادا کرے گا
زوی طور پر۔ یا پھر معنی مرادی کو کسی ایسے بیرونی
کی مدد سے ادا کیا جائے گا۔ جس کی دلالت سے
طلب آگاہ ہے۔ پس متکلم کو ادائے مطلب کے
ند پیرائے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ لفظ او رمعانی
باہمی تعلق کی اساسی صورتیں یہی تین ہیں۔ یہ امر
م ہے کہ تشبیہ، استعارہ اور مجاز مرسل اپنی قوت
ے سے مطالب ادا کرنے کا فرض پورا کرتے ہیں۔
لئے انھیں عام محاسن کلام جن سے علم بدیع میں
ث کی گئی ہے علیحدہ رکھا گیا ہے۔
بعض لوگوں نے فن بلاغت و صنائع بدائع سے
ین ہر شعر کو مصنوع شاعری کہہ کر اور استعارہ
ذب کے دائرہ میں داخل کر کے کلام احسن سے
ج کر دیا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ شعر
نثر کلام کا حسن ہی فصاحت و بلاغت اور
ن سے ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہی
ن کا اعجاز ہے اور کلام نبی کا کرشمہ ہے
سحائے عرب اور بلغائے قریش کو زچ ہو کر
ھٰذا اقول البشر۔ ان ھٰذا الا سحر
کثر" کہنا پڑا اور یہ قرآن و کلام رسالت کا ہی
ہے کہ ادبی علوم و فنون صرف و نحو، معانی
ن اور فصاحت و بلاغت عہد اسلامی کی پیداوار
اور مسلمانوں نے ان موضوعات پر بیش بہا
بیں لکھی ہیں۔ یہ علوم عربی ادب کا وقیع سرمایہ
اور دوسری زبانیں عربی زبان سے ان علوم
شہ چیں ہیں۔ دراصل ان علوم کا سرچشمہ قرآن
لام نبوی ہے مثلاً قرآن میں الفاظ "نور و

ظلمات" کو کفر و ایمان کے لئے استعارہ بالتصریح کے
لئے استعمال کیا گیا ہے اور "کبیت العنکبوت"
میں صنعت تشبیہ پائی جاتی ہے یا جیسے اَلنَّاسُ
کُلُّھُمْ سواء کاَسنان المُشْطِ (لوگ باہم
کنگھی کے دندانوں کی طرح ہیں) میں کس قدر
اثر آفریں تشبیہ اور پیاری تمثیل ہے۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بلاغت آگیں اور
فصاحت الکلام ان ادبی خوبیوں۔ رعنائی
خیال، حسن معانی، الفاظ کا حسب موقع
استعمال، سلاست اور بیان کی ندرت کا مرقع ہے
جن سے اس فن کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود
اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام!

آنحضرت کے کلام میں بلاغت اور علم
معانی و بیان و بدیع کے جو لوازم ہیں ان پر فصاحت
زبان و بیان وجد کرتی ہے۔ فصاحت و بلاغت
اور بیان کا یہی رنگ مسلم ادب میں نمایاں ہے۔
خواہ وہ نثر ہو کہ نظم، نعت بھی نظم کا ایک
حصہ ہے جس کو اعلیٰ حضرت نے بطور
خاص اپنایا ان کے یہاں بھی شاعری کا یہ تمام
حسن اور کلام کی یہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔
ان کی نعتوں میں حسین تشبیہات، لطیف استعارے
بلیغ کنایے اور مجاز مرسل کے پاکیزہ قرینے موجود
ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضا نے عروس سخن کو ان حسین
زیوروں سے ایسا آراستہ کیا ہے کہ اس کی دلکشی
و جاذبیت میں اضافہ ہو گیا۔ ذرا تشبیہ کی بہار دیکھیے۔

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

بے داغ لالہ یا قمر بے کلف کہوں
بے خار گلبن چمن آرا کہوں تجھے

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

علم بیان میں حقیقی معنی سے نہیں بلکہ مجازی
معنی سے بحث ہوتی ہے اور مجازی معنی مراد
لینے کے تین طریقے ہیں یعنی استعارہ، کنایہ اور
مجاز۔ استعارہ سمجھنے کے لئے تشبیہ کا فہم ضروری
ہے کیونکہ اگر مشبہ اور مشبہ بہ دونوں بیان کئے جائیں تو تشبیہ
ہے اگر دونوں میں سے ایک بیان کیا جائے تو
استعارہ۔

نعت میں جس طرح تشبیہات کا استعمال ہوتا ہے
اسی طرح استعارات کا استعمال بھی روا رکھا
گیا ہے شاید ہی کوئی نعت گو شاعر ہو گا جس کا
کلام استعارہ سے خالی ہو۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت
رضا نے جہاں لطیف و پاکیزہ تشبیہات کا استعمال
کیا ہے وہاں حسین استعاروں، دلکش کنایوں
کے ساتھ مجاز مرسل سے کلام کی خوبی کو دوبالا
کیا ہے۔ آپ کو ذیل کے اشعار سے ان کی
قادر الکلامی کا اندازہ ہو گا۔

باغ عرب کا سرو ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج
قمری جان غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں

پنجۂ مہر عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے
چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

اوس مہر حشر پر پڑ جائے پیاسوں تو سہی
اس گل خنداں کا رونا گریۂ شبنم نہیں

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

استعارہ بالکنایہ: یہ تو معلوم ہے
استعارہ تشبیہ سے بنتا ہے۔ اگر مشبہ کو حذف
کر دیں تو استعارہ بالتصریح ہے اگر مشبہ بہ کو حذف
کر کے ساتھ اس کی کوئی خاصیت لگا دیں تو استعارہ
بالکنایہ ہے۔ اعلیٰ حضرت کے کلام میں
اس کی بڑی خوبصورت مثالیں ملتی ہیں۔

تو جس کے واسطے چھوڑ آیا طیبہ سا محبوب
بتا تو اس ستم آرا نے کیا نہال کیا

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

پانچ دریائے کرم میں ہیں رضا
پانچ فوارے ہیں اچھلنے والے

کنایہ: تشبیہ میں ایک چیز کو دوسری چیز سے مثال دیتے ہیں۔ استعارہ میں تشبیہ کے تعلق سے دوسرے معنی مراد لیتے ہیں اور اوّل معنی مقصود نہیں ہوتے۔ مجاز میں دوسرے معنی مراد لیتے ہیں۔ لیکن اصلی اور غیر اصلی معنی میں تعلق تشبیہ کا نہیں ہوتا اور کچھ تعلق ہوتا ہے اور پہلے معنی مراد نہیں ہوتے۔ کنایہ میں لفظ کے اصلی معنی بھی مقصود ہوتے ہیں اور اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ بھی مراد ہوتی ہے یعنی لازم و ملزوم دونوں معنی مقصود ہوتے ہیں۔ اہل علم کہتے ہیں کہ اس کے استعمال کے لئے بڑے سلیقہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کے کلام میں ایسے حسین کنایے ہیں کہ کلام کا لطف دوبالا ہو گیا ہے۔

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا
آب زر بنتا ہے عارض پہ پسینہ نور کا
مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا
مصحف عارض پہ ہے خط شفیعہ نور کا
لو سیہ کارو! مبارک ہو قبالہ نور کا

مجاز مرسل: ایک لفظ کے معنی جب اصل لفظ کے خلاف لیں اگر وہ معنی تشبیہ کے علاقے سے لئے جائیں تو اسے استعارہ کہیں گے اور اگر کسی دوسرے تعلق سے اس کے معنی مراد لئے جائیں تو اسے مجاز مرسل کہیں گے۔ استاد محترم حضرت شمس بریلوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔

مجاز مرسل عروس شعر کا زیور ہے جس طرح تشبیہ و استعاروں سے شعر میں حسن اور جان پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مجاز مرسل کلام میں لطافت اور بانکپن پیدا کر دیتا ہے مجاز مرسل سے کلام میں بلندی اور رفعت بھی پیدا ہوتی ہے اور طرز ادا میں انوکھا پن بھی آجاتا ہے۔ مجاز مرسل اور اس کے معنی مجازی یا معنی مرادی میں تشبیہ اور استعارہ کا تعلق نہیں ہوتا بلکہ مجاز مرسل کے قرینے اور اس کے مسمیات، استعارہ اور تشبیہ سے بالکل الگ تھلگ ہوتے ہیں۔ یہاں لفظ اپنے حقیقی معنی میں مطلقاً استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی ہمیشہ مجازی ہوتے ہیں مگر ان معنی مجازی اور لفظ مستعملہ میں کوئی نہ کوئی قرینہ مراد ضرور ہوتا ہے یعنی کبھی کل بول کر جزو مراد لیتے ہیں اور کبھی جزو بول کر کل، کبھی سبب بول کر مسبب اور کبھی مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں کبھی ظرف بول کر مظروف مراد لیا جاتا ہے اور کبھی مظروف بول کر ظرف۔ اسی طرح چند اور قرینے بھی ہیں لیکن شاعری میں عموماً مذکورہ بالا قرینے ہی استعمال ہوتے ہیں۔ بہر حال مجاز مرسل بھی تشبیہ و استعارہ اور کنایہ کی طرح سے آرائش کلام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے برمحل استعمال سے کلام بلیغ ہو جاتا ہے۔

شاعر کبھی ارادی اور کبھی غیر ارادی طور پر مجاز کے ان قرینوں کو استعمال کرتا ہے۔ نعتیہ شاعری میں ان قرینوں کے استعمال کے لئے بڑے سلیقے کی ضرورت ہے اعلیٰ حضرت رضا نے جس خوبصورت سلیقے اور قادر الکلامی سے ان قرینوں کو استعمال کیا ہے وہ بے شک قابلِ داد لائق تحسین ہے۔

یقیں ہے وقت جلوہ لغزشیں پائے نگہ پائے
ملے جوش صفائے جسم سے پابوس حضرت کا
زبان خار کس کس درد سے ان کو سناتی ہے
تڑپنا دشت طیبہ میں جگر افگار فرقت کا
میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعۃً منھ پھر گیا
فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
بحر سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا
خود بجھا جائے کلیجہ مرا چھینٹا تیرا

تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر میں نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

آپ نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت نے کیسی لطیف و پاکیزہ تشبیہات، کنایات و استعارات اپنے کلام کو مرصع کیا ہے۔ اور طرفہ یہ کہ ان کے استعمال سے بندشوں کی چستی زبان کی لطا... اور سلاست بیان پر حرف نہیں آیا۔

اہل فن و اصحاب فن کہتے ہیں کہ ایک فصیح و ب... انسان کے لئے اس کی زبان و بیان کی خوبیا... اس کے نطق کا ایک ملکہ بن جاتی ہیں اور وہ بیا... کی ہر نوع کے تحت جو کچھ کہتا ہے اس میں خوبیاں خود بخود نمایاں ہو جاتی ہیں اس کے... کسی فکر و اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی اگر اس سا... میں غور و فکر سے کام لے کر کلام کو ان خوبیوں سے... کیا جائے تو وہ آورد ہوتی ہے آمد نہیں رہتی اور ا... تصنع کا رنگ غالب آجاتا ہے جو سچے جذبات اور... رنگ سے خالی ہوتا ہے اور خوبی کے بجائے عیب... گردانا جاتا ہے۔ صاحب سخن کو کلام پر اتنی مہار... اور بیان پر ایسی قدرت حاصل ہو کر وہ بدا... ایسی بات کہہ دے جس کے ادبی محاسن سننے و... کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیں۔ اور الفاظ... انتخاب میں بھی وہ مہارت و چابکدستی دکھا... کر عبارت مرقعۂ ادب بن جائے۔ اس لئے کسی... کلام کے حسن و قبیح کو دیکھنے کے لئے اس کی ز... کے حسن و قبیح کو دیکھا جاتا ہے۔

لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْ...
وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ○ (زبان ا...
شخص کی جس کی طرف ڈھالتے ہیں عجمی ہے...
یہ زبان عربی ہے ظاہر (پ۱۴ النحل آیت...

قرآن کریم کی یہ آیت بتاتی ہے کہ ہر زبان جدا... ہوتی ہے اور اپنی علیحدہ علیحدہ حیثیت رکھتی... اس کا اپنا ایک انداز ہوتا ہے مزاج ہوتا ہے... ہوتا ہے اپنی ترکیب اور اپنا مفہوم و محل ہے...

ن کا اپنے بولنے والوں سے ایک انوکھا ربط
ہے کہ اس قوم کی کُنہ کی عکاسی کرتی ہے۔
ہر لسانیت کا کہنا ہے کہ ہر زبان کا اپنا مزاج
اماحول ہوتا ہے۔ ہر زبان کا رنگ شاعری
ں کی خصوصیات جداگانہ ہوتے ہیں اسی
طرح اردو زبان کا اپنا مزاج ہے اور اردو
ن کی اپنی خصوصیات ہیں۔ علمائے ادب
تا ہے کہ شاعر اپنے عہد کا ترجمان تو ہوتا ہی
۔ اور روایات کی ترجمانی بھی کرتا ہے لیکن
ے کہیں زیادہ وہ اپنے جذبات و خیالات
ہانی کرتا ہے۔ اس کے دل میں جو جذبات
دا ہوتے ہیں گاہے گاہے وہ ان کو موزوں
ہے کبھی کبھی وہ دوسروں کے خیالات وجذبات
دل نشین انداز میں پیش کر دیتا ہے۔
بھی وہ آپ بیتی بیان کرتا ہے اور کبھی جگ
بھی ماحول کی بعض رچی بسی روایات کا
یتا ہے۔ اور کبھی دوسروں کو متاثر کرنے
ے عام طور پر وارد ہونے والی کیفیات
ن ومحبت کی واردات کو بیان کرتا ہے گویا
دایات اور اپنے احساسات اور دوسروں
متاثر کرنے والے خیالات کی ترجمانی کرنا ہی
و کی شاعری کا مقصود اصلی ہوتا ہے۔
ت انداز بیان میں ندرت پیدا کرنے
ی قوت متخیلہ سے کام لے کر مضمون آفرینی
ے۔ اپنے خیالات کا خزانہ کھنگالتا ہے۔
کش کی دولت اور آگہی کے جو جو ہر قدرت
ں میں چھپا رکھے ہیں ان سے کام لے
ار میں طرفگی اور ندرت پیدا کرتا ہے۔
ادیب نثر نگار ہو کہ شاعر اپنے عہد کی
ہوتا ہے اور اپنے زمانہ کی زبان کا سچا
ان ہوتا ہے اور اپنے ماحول میں رچی بسی
وصیات کو اپنانا ضروری سمجھتا ہے۔
حضرت علیہ الرحمۃ نے جب بزم شعر میں

قدم رکھا ہے اس وقت دو دبستان ادب "لکھنؤ
اور دلی تھے اور ہر ایک کی خصوصیات الگ الگ
تھیں۔ شعرائے لکھنؤ اپنے دبستان کی خصوصیات
کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک عرصہ تک
لفظی کی پابندی کے رسیا رہے۔ اور دلی والے
اپنے دبستان کی ترجمانی کرتے داخلیت کے
علمبردار رہے چنانچہ استاد ذوق نے داخلی
پہلو کے ساتھ خارجی پہلو کا لحاظ رکھتے ہوئے
محاوروں کا ایک طوفان برپا کر دیا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ انیسویں صدی کے ربع آخر
میں اردو شاعری کا آفتاب اپنی پوری آب و تاب
سے جگمگا رہا تھا یہی وہ وقت تھا کہ حضرت داغ دہلوی،
امیر مینائی، تسلیم حالی اور اکبر کی شاعری کی ہر طرف
دھوم مچی تھی خصوصاً داغ دہلوی کے اشعار
تو بچے بچے کی زبان پر چڑھے ہوئے تھے۔ داغ
دہلوی استاد ذوق کے شاگرد تھے اور قلعہ معلیٰ
سے ان کا تعلق تھا ان کی زبان قلعہ کی زبان سمجھی
جاتی تھی اور قلعہ معلیٰ کی زبان اردو کے لئے
سند تھی۔

استاد داغ کی زبان کی صفائی۔ برجستگی اور
کلام کی شوخی نے بہت جلد ان کو قبول عام
کی سند عطا کی۔ برصغیر پاک و ہند میں استاد داغ
سے زیادہ کسی کو شاگرد میسر نہیں آئے علامہ
اقبال بھی استاد داغ کے شاگرد تھے کہا جاتا ہے کہ
اعلیٰ حضرت بھی اپنے بھائی حضرت حسن کے
واسطے سے حضرت داغ کے فیض یافتہ تھے
کیونکہ حضرت حسن استاد داغ کے شاگرد تھے اور
اس پایہ کے شاگرد تھے کہ مولانا حسرت موہانی
لکھتے ہیں۔

"شاگردان مرزا داغ میں حسن مرحوم
بریلوی کا پایہ شاعری بہت بلند تھا
وہ بجائے استاد مستند تھے (اردوئے معلیٰ)"

اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت
حسن بریلوی نے غزل کی اصلاح حضرت داغ سے
ہی لی ہے لیکن نعت میں وہ اپنے بڑے بھائی
اعلیٰ حضرت سے استفادہ کرتے تھے جیسا کہ
حفیظ تائب نے لکھا ہے۔

"غزل میں استاد داغ سے اصلاح لیتے تھے
نعت میں فاضل بریلوی سے استفادہ کرتے تھے"
چنانچہ ایک نعت کے مقطع میں کہتے ہیں۔

بھلا ہے حسن کا جناب رضا سے
بھلا ہو الٰہی جناب رضا کا

پس اعلیٰ حضرت استاد داغ سے کیا فیض
حاصل کرتے کیونکہ استاد داغ جہاں نعت
کے آدمی ہی نہ تھے ان کی ساری شاعری ان کی
گواہ ہے یہ بات الگ ہے کہ استاد داغ کی شہرت
نے ان کے رنگ کو ٹکسالی بنا دیا۔ بڑے بڑے
ثقہ شاعروں کو قبول عام کی آرزو میں یہ رنگ
اپنانا پڑا۔ مولوی امیر مینائی اور امیر لکھنوی
جیسے بزرگوں نے داغ کے رنگ کی تقلید کی۔
البتہ حالی اور اکبر نے ان کے رنگ کو نہیں اپنایا
انھوں نے اپنے لئے الگ الگ راستے متعین کئے
مگر زبان کی سلاست اور بیان کی فصاحت ان
کے بھی پیش نظر رہی اگرچہ ان کو اس دور میں
استاد داغ جیسی شہرت حاصل نہ ہو سکی جب کہ
آج اس کے بالکل برعکس ہے۔

استاد داغ کا رنگ بہت جلد عام مقبولیت
حاصل کر چکا تھا عوام وخواص اس کلام کو ہی
پسند کرتے تھے جس میں زبان کا چٹخارہ
اور سادگی ہوتی تھی۔ داغ سے پہلے مومن و غالب
نے اپنی شاعری سے خیالات کی بلندی۔
طرز ادا کی طرفگی اور مضمون آفرینی کا رنگ جمایا
تھا لیکن استاد داغ کی سادگی اور پرکاری
کے سامنے اس کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔

غرض یہ اردو زبان کا وہ دور تھا کہ ایک
طرف حالی وغیرہ نے لطافت خیال پاکیزگی بیان

سادگی زبان اور معاملہ بندی کے جوہر دکھائے تو دوسری طرف استاد داغ وغیرہ نے زبان کی سلاست وسادگی کو اپنایا، شوخی و بانکپن سے رنگینی پیدا کی سیدھے سادھے خیالات اور سادہ زبان کو شیوہ بنایا۔ پس اس دور کی زبان جن خصوصیات سے مالامال تھی۔ اور جس رنگ کو قبول عام حاصل تھا وہ یہ کہ صحت زبان کے ساتھ ساتھ سلاست وسادگی تو وصف خاص تھا ہاں کہیں کہیں محاورے بھی نظم ہو جاتے تب بھی سلاست زبان پر حرف نہ آتا۔ زبان وبیان کی سادگی کو اہمیت حاصل تھی اور زبان کی سلاست پاکیزگی اور صفائی کا بڑی حد تک خیال رکھا جاتا۔

عہد حاضر کا نقاد جانتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ہم عصر شعرا اپنی نعت میں زبان کا وہ رنگ اور نکھار اور صفائی پیدا نہ کر سکے جو ان کی عشقیہ شاعری کا حسن تھا مگر اعلیٰ حضرت کی فکر رسا جس انداز میں چاہتی نعت رسول کو فردوس گوش بناتی۔ جب کہ یہ مسلم ہے کہ ہر مضمون اور ہر موضوع اپنی بلندی و رفعت کے تقاضے کے اعتبار سے الفاظ کا انتخاب چاہتا ہے۔ جس کا اعلیٰ حضرت نے بحد کمال اہتمام کیا ہے۔ ان کو زبان کا وہ ملکہ اور وہ قدرت بیان حاصل تھی کہ جب زبان کی بے ساختگی وسلاست کو نعت شریف کے رفیع و وقیع مضامین سے ہم آہنگ نہ پاتے تو انھیں مطلقاً تکلف نہیں ہوتا کہ وہ شکوہ الفاظ تلمیح فارسی تراکیب، صنعت اقتباس و تلمیع سے کام لیں یا تشبیہ و استعارہ سے مضمون کو آراستہ کریں۔ ان کا خامہ گہر فشاں اور فکر رسا صنعت و تبحر علمی سے متصف ہو کر نعت نگاری کی طرف مائل ہوتے تو ان کا قلم کمال علمی کے نئے انداز سے گل دستے سجاتا اور فکر رسا الفاظ کی گل پاشیاں کرتی اشعار نعت اصطلاحات علمی اور تلمیحات دینی کا مرقع بن جاتے جیسے۔

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

ذرّے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حدّ اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل
جوہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفےٰ کہ یوں
کیف کے پر جلے جہاں کوئی بتائے کیا کہ یوں

قصر دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں
روح قدس سے پوچھیے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں

اعلیٰ حضرت کا یہ علمی تبحر ہے کہ جس چیز پر ان کی نظر پڑتی ہے وہ اس سے نعت نبی کے لئے مضمون پیدا کر لیتے ہیں اور ان کی فکر رسا کی بلند پروازی مدح حبیب میں کیسی کیسی معنی آفرینی کرتی ہے لیکن زبان و بیان کی خوبی اسے چیستاں نہیں بننے دیتی۔ اس صورت حال کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے یہ تمام و کمال سلاست زبان و بیان کو ملحوظ رکھا ہے اور زبان کی بے ساختگی، روانی، الفاظ کا در و بست اور بندش کی چستی کا اہتمام کر کے اپنی زبان دانی کے جوہر دکھائے ہیں ذرا زبان کی سادگی۔ طرز ادا کی دلکشی اور روزمرہ کی لطافت تو دیکھیے۔

ترے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائے کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

دل عبث خوف سے پتہ سا اڑا جاتا ہے
پلّہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

کس کا منھ تکیے کہاں جائیے کس سے کہیے
ترے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

طرز ادا کا بانکپن اور انداز بیاں۔

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد !
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

رخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی
رہ گیا بوسہ دہ نقش کف پا ہو کر

زبان کا لطف و بے ساختگی۔

بگڑ جاتا ہے کھیل میرا
آقا آقا سنوار آقا

گرداب میں پڑ گئی ہے کشتی
ڈوبا ڈوبا اتار آقا

ان کے ادنیٰ گدا پہ مٹ جائیں
ایسے ایسے ہزار آقا

انداز بیاں۔ حسن زبان اور اچھوتا مضمو[ن]

ہو نہ ہو آج کچھ مرا ذکر حضور میں ہو[ا]
ورنہ مری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائی کی[وں]

عرض کروں حضور سے دل کی تو میرے خیر[...]
پیٹتی سر کو آرزو دشت حرم سے آئی کیو[ں]

زبان کی سلاست وسادگی، محاوروں کا امتزاج اور بے ساختگی۔

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

بائیں رستے نہ جا مسافر سن
مال ہے راہ مار پھرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گ[ا]
رو رو کے مصطفےٰ نے دریا بہا دیئے ہ[یں]

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے [نہیں]
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ [میں]

پاس ادب کے ساتھ لطف زبان اور شوخی

دل کو ان سے جدا خدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے
ارے تیرا برا، خدا نہ کرے

سادگی و پرکاری اور زبان کا لطف!

اللہ، اللہ کے نبی سے
فریاد ہے نفس کی بدی سے
شب بھر سونے ہی سے غرض تھی
تاروں نے ہزار دانت پیسے

ناقدین ادب کا تجربہ ہے کہ طرز ادا کا بانکپن مضمون آفرینی کی بدولت پیدا ہوتا ہے لیکن غلو و مبالغہ کا سہارا لئے بغیر معنی آفرینی اور ندرت مضمون پیدا کرنا دشوار ہے جب کہ نعت میں اس کا گزر کہاں پھر یہ کہ اکثر و بیشتر معنی آفرینی اور ندرت مضمون کے حصول کے لئے سلاست زبان و بیان کو قربان کرنا پڑتا ہے یہاں تک کہ غالب و مومن جیسے مشاق شعرا کے یہاں بھی کلام میں جدت پسندی آتے ہی سلاست و بے ساختگی ختم ہو جاتی ہے اور زبان و بیان کا لطف نہیں رہتا لیکن حضرت رضا کے یہاں مضمون آفرینی کے ساتھ لطافت زبان بھی ہے اور زور بیان بھی مضمون آفرینی کے ساتھ زبان کی لطافت ملاحظہ ہو۔

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کو ٹھہرانے والے
رضا نفس دشمن ہے دم میں نہ آنا
کہاں تم نے دیکھے ہیں چندرانے والے

پھر نہ کروٹ لی مدینے کی طرف
ارے چل جھوٹے بہانے والے

رفعت تخیل کے ساتھ مضمون آفرینی۔

لطف برق جلوۂ معراج لایا وجد میں
شعلۂ جوالہ ساں ہے آسمان سوختہ

نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی

طرز ادا کی بہار دیکھیے۔

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر
رخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی
رہ گیا بوسہ دہ نقش کف پا ہو کر

سنگلاخ اور مشکل زمینوں میں طرز ادا کی رنگینی۔

طور کیا عرش جلے دیکھ کے وہ جلوۂ گرم
آپ عارض ہیں مگر آئینہ دار عارض
مشک بو زلف سے رخ چہرے سے بالوں میں شعاع
معجزہ ہے حلب زلف و تتار عارض
آہ بے مایگی دل کی رضائے محتاج
لے کے ایک جان چلا بہر نثار عارض
بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سرو جانفزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

مضمون آفرینی کے ساتھ طرز بیان کا حسن اور زبان کا تیکھا پن۔

ذرے جھڑ کر تری پیزاروں کے
تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے
میرے آقا کا وہ در ہے جس پر
ماتھے گھس جاتے ہیں سرداروں کے
میرے عیسیٰ ترے قرباں جاؤں
طور بے طور ہیں بیماروں کے

پس زبان کی سلاست و سادگی، مضامین کی رفعت، بندشوں کی چستی، الفاظ کا دروبست ان کی سادگی و لطف اور ندرت تخیل سے اعلیٰ حضرت کا تمام کلام بھرا ہوا ہے تاہم آپ کا قصیدہ نوریہ بطور خاص مطالعہ کی سفارش کرتا ہوں۔ بطور خاص اس لئے کہ نت نئے مضمون کی ادائیگی کے لئے طرز ادا کے بہت سے رخ مل جاتے ہیں۔ لیکن کسی ایک موضوع کے دسیوں بیسوں اشعار میں مضمون آفرینی کے جوہر دکھانا اور زبان دانی کے انداز کا مظاہرہ کرنا اعلیٰ حضرت کا کمال ہے۔

زبان و بیان کے اس شاہکار سے یہ جاننا مشکل نہیں کہ اعلیٰ حضرت کو زبان و بیان پر کتنی قدرت حاصل ہے ایک ہی موضوع "نور" کو ساٹھ انداز سے اس طرح سے بیان کیا ہے کہ زبان کے نکھار اور بیان کے کیف کے ساتھ ہر شعر کا لطف جداگانہ ہے۔

اہل فن لکھتے ہیں کہ اگر کسی شاعر نعت گو نعت نگار کا قلم معنی آفرینی کے ساتھ ساتھ شکوہ الفاظ، بے ساختگی اور بندشوں کی چستی سے عہدہ برآ ہو جائے تو واقعی یہ اس کا کمال شاعری ہے۔ جب ہم اعلیٰ حضرت رضا کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے شکوہ لفظی کے حصول کے لئے کلام کی بے ساختگی و روانی کو نہیں کھویا ہے اور طرز ادا کی بے ساختگی اسی طرح ان کے کلام کو سنوارے ہوئے ہے۔ اس کا بہترین نمونہ آپ کی چار زبانوں کی مرصع نعت ہے جس کا مطلع ہے۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

شکوہ لفظی کے ساتھ سلاست کا امتزاج ملاحظہ ہو۔

تاب مرآۃ سحر، گرد بیابان عرب
غازۂ روئے قمر دود چراغان عرب

نعت میں نازک خیالیاں جو ایک مشکل منزل ہے۔

خونیں جگر ہوں طائر بے آشیاں شہا
رنگ پریدۂ رخ گل کا جواب ہوں
مولا دہائی نظروں سے گر کر چلا غلام
اشک مژہ رسیدۂ چشم کباب ہوں

ذرا اس شعر میں اچھوتی ترکیب، نازک خیالی اور سلاست بیان دیکھیے۔

دل شدوں کا یہ ہوا دامن اطہر پہ ہجوم
بیدل آباد ہوا نام دیار دامن

شکوہ لفظی کے ساتھ بندش کی چستی، کیسی کیف آگئیں ہے۔

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

گنہ مغفور، دل روشن، خنک آنکھیں جگر ٹھنڈا
تعالی اللہ ماہ طیبہ عالم تیری طلعت کا

شکوہ لفظی کے ساتھ بیان کی چستی اور رفعت تخیل

راہ نبی میں کیا کمی فرش بیاض دیدہ کی
چادر ظل ہے ملگجی زیر قدم بچھائے کیوں

شکوہ لفظی اور تلازم لفظی کے ساتھ صوتی ہم آہنگی نے کلام کو کیسا وجد آفریں بنا دیا ہے۔

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا!
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

نہا کے نہروں نے وہ دمکتا لباس آب رواں کا پہنا!
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

چھلاوہ سرو چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گزر چکے تھے

اعلیٰ حضرت کا کمال یہ ہے کہ تلازم لفظی کے ساتھ صوتی ہم آہنگی کے اہتمام میں نہ الفاظ کے دروبست میں جھول پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی مضمون آفرینی کے باعث بے معنی تکلف اور آورد پائی جاتی ہے بلکہ اس میں زبان کا لطف اور انداز بیان کا تیکھا پن ایسا پایا جاتا ہے کہ زور بیان اور بھی سوا ہو جاتا ہے جیسے۔

فرشتے خدم، رسول حشم، تمام امم غلام کرم
وجود و عدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے

بفور صدا سماں یہ بندھا یہ سدرہ اٹھا وہ عرش جھکا
صفوف سما نے سجدہ کیا ہوئی جو اذاں تمہارے لئے

ایک دو شعر نہیں بلکہ اکثر کلام کا یہی رنگ ہے اور کلام کا بیشتر حصہ سلاست بیان و لطافت زبان کا بہترین نمونہ ہے۔ ان کے یہاں کلام کی صفائی بھی ہے۔ اعلیٰ روزمرہ بھی ہے اور بہتر معاملہ بندی بھی نازک خیالی بھی ہے۔ جذبات نگاری بھی۔ کمال بلاغت بھی ہے۔ عروج فصاحت بھی، تشبیہ و استعارہ کا رنگ بھی ہے مجاز کنایہ کی قوس قزح بھی ہے اور شعر کی ہر خوبی جوش، سوز و گداز، نازک خیالی، زبان، مضمون، رعایت، آمد، شستگی، صفائی، سلاست الفاظ کی شوکت، معنی کی ندرت، فکر کی بلندی، طرز کی تازگی، بیان کی شوخی، خوبصورت بندشیں اور نادر تراکیب بدرجۂ کمال موجود ہیں۔ ادیب شہیر استاذ المکرم جناب حضرت شمس بریلوی مدظلہ العالی اپنی شاہکار تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت کے کلام کا بیشتر حصہ اسی سلاست اور لطافت زبان کا آئینہ دار ہے یہ دوسری بات ہے کہ جہاں کمالات نبوت اور مقام نبوت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار فرماتے ہیں تو مضامین کی رفعت، خیال کی بلندی، شکوہ الفاظ قرآن پاک و حدیث شریف سے موضوع کا استدلال ایسی منزل پر پہنچ جاتے ہیں کہ جہاں زبان کی سادگی اور سلاست بہر احل پیچھے رہ جاتی ہے جب یہ بلند و رفیع مضامین موزونیت کا لباس پاکیزہ پہن کر جلوہ گر ہوتے ہیں تو کلام بلاغت کے منتہا پر پہنچ جاتا ہے اور زبان کا چٹخارہ اور بیان کی سلاست، زبان کی روانی، محاوروں کا التزام ان بلند پایہ خصائص کا ساتھ نہیں دے سکا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ جناب رضا قدس سرہٗ کو زبان و بیان پر عبور نہیں تھا ان کے پایۂ علم کے مقابل اردو زبان اور اس کی سلاست کی کیا حیثیت تھی وہ جہاں چاہتے سلاست و فصاحت کے دریا بہا دیتے تھے جہاں چاہتے تشبیہ و استعارہ سے کام لیتے اور جب چاہتے شعر کو صنائع و بدائع کے نگینوں سے مرصع فرماتے"۔

گویا اعلیٰ حضرت کا کلام بدیعات کا بھی ایک ایسا شاہکار ہے کہ وہ اپنی مثال خود آپ ہے۔ اور فصاحت و بلاغت کا نادر نمونہ ہے۔ جو کلام ضعف تالیف، تنافر کلمات، تعقید لفظی و معنوی و تکرار لفظی اور تواتر اضافات سے پاک اور قیاس لغوی کی مخالفت سے مبرا ہو فصیح کہلاتا ہے اور جب یہی فصیح کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو کلام بلیغ کہا جاتا ہے۔ کلام فصیح وغیرہ فصیح میں تمیز علم لغت و صرف و نحو سے حاصل ہوتی ہے۔ علم لغت سے غریب و مانوس الفاظ کا علم ہوتا ہے اور اسی سے قیاس لغوی کی مطابقت کا علم ہوتا ہے۔ علم نحو سے ضعف تالیف اور تعقید لفظی کا پتہ چلتا ہے اور حروف و کلمات کے تنافر کا انکشاف ہوتا ہے۔ تعقید لفظی و معنوی بھی مانع فصاحت ہیں پس تعقید لفظی سے محفوظ رہنے کے لئے علم معانی ایجاد کیا گیا اور تعقید معنوی سمجھنے کے لئے علم بیان رائج ہوا۔ چونکہ کلام فصیح و بلیغ میں صنائع لفظی و معنوی بھی شامل ہیں اس لئے علم بدیع وضع کیا گیا۔

علم بدیع اور کلام اعلیٰ حضرت: بدیع کو مادہ بدع ہے جس کے معنی ہیں نئی بات کرنا اہل علم اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں اَلْبَدِیْعُ وَالْبِدْعُ الشَّیْءُ الَّذِیْ یَکُوْنُ اَوَّلًا یعنی وہ شے جو سب سے پہلے پیدا ہوئی ہو اور اس سے پہلے کچھ نہ ہو۔ بدیع کے معنی "المحدث العجیب" (عجیب نئی چیز) کے بھی ہیں اور بدیع بمعنی مُبْدِع، بھی آتا ہے جیسا قرآن مجید میں ہے بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ ۱ البقرہ آیت ۱۱۷) گویا بدیع اللہ تعالےٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اس کے علاوہ بدیع اپنے مفعولی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی نئی معلوم کی ہوئی یا نئی ایجاد کی ہوئی چیز کو بھی کہتے ہیں۔ اسی بنا پر خلفائے عباسیہ کے دور میں نئی نئی ادبی تشبیہات و استعارات اور صنائع کو بدیع کہنے لگے اس کے بعد یہ اصطلاح اپنے وسیع تر مفہوم میں ہر ادبی حسن کے لئے استعمال ہونے لگی یہاں تک بدیع ایک علم کی حیثیت سے مرتب ہوا اور ادبی دنیا میں بلاغت کا ایک ایسا شعبہ قرار پایا جس کا تعلق ادبی اسلوب میں حسن پیدا کرنے سے رہا ہو۔

دوسری صدی ہجری میں بشار، مسلم بن ولید اور ابوتمام جیسے عہد عباسی کے شعرا نے شعری صنعت گری کے اس فن کو اس قدر وسعت دی کہ صنائع کا استعمال وسیع پیمانے پر ہونے لگا۔ اس کے بعد ابن المعتز نے اس علم پر محققانہ کام کیا اور بدیع کو پانچ بڑی انواع میں تقسیم کیا یعنی استعارہ، تجنیس، طباق وتضاد، ردّ العجز علی الصدر اور لف ونشر۔ فن بدیع کو ان پانچ پر تقسیم کرنے کے باوجود ابن المعتز کو احساس ہوا کہ یہ تعداد کم وبیش بھی ہوسکتی ہے اس احساس کی بنا پر اس نے بارہ محاسن کا اور اضافہ کیا۔ اس کے ایک صدی کے بعد یعنی چوتھی صدی ہجری میں ابوہلال عسکری نے فن بدیع کو ایک قدم اور آگے بڑھایا اور اس کی چھتیس ۳۶ انواع بیان کیں۔ ابن رشیق نے اپنی کتاب "العمدہ" میں "المخترع والبدیع" کے عنوان کے تحت ساٹھ سے زائد انواع بدیع کی توضیح کی ہے۔

بقول ابن خلدون مغربی ممالک اسلامیہ، شمالی افریقہ اور اندلس میں ابن رشیق کی کتاب "العمدہ" بہت مقبول ہوئی۔ چنانچہ وہاں علم بدیع کی بڑی قدردانی اور ترویج ہوئی۔ چھٹی صدی ہجری کے اواخر اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں السکاکی کی بدولت علم بدیع کی تاریخ کا علم البلاغت کی ایک جداگانہ شاخ کی حیثیت سے نیا دور شروع ہوا۔ آٹھویں صدی میں علم بدیع کے دو حصے بیان کئے گئے یعنی صنائع لفظی اور صنائع معنوی۔ پھر ان کی متعدد قسمیں اور صورتیں تحقیق ہوئیں۔ پس کلام کا حسن اور شاعری کا جمال صنائع وبدائع کا معتدل استعمال قرار پایا۔ چونکہ اس سے کلام کا لطف دوبالا ہوجاتا ہے اس لئے بدیعیات کو لوازم شاعری شمار کیا جاتا ہے اور عربی فارسی کی طرح اردو زبان کے ہر صنف سخن میں ان کا ہمیشہ استعمال ہوتا رہا ہے چنانچہ جس دور میں اعلیٰ حضرت عقیدت کے نغموں اور پر از جذبات وخلوص نعتوں سے روحوں کو گرما رہے تھے شعرا صنائع وبدائع سے اپنے کلام کو رنگین بنا رہے تھے خصوصاً محسن کاکوروی شہیدی، امیر مینائی اور علامہ اقبال وغیرہم نے اپنے نعتیہ کلام میں صنائع کا استعمال کیا۔ حضرت محسن کاکوروی نے تو اپنے لامیہ قصیدے کی تشبیب میں مبالغہ اور دوسری بدائع کے جوہر دکھائے ہیں لیکن اس قصیدے کے نعتیہ اشعار میں بدائع کا یہ زور کہاں۔ کیونکہ جہاں نعت میں مبالغہ اور غلو کا گزر نہیں وہاں دوسری صنائع کے استعمال کے لئے بھی بڑے سلیقے اور ڈھنگ کی ضرورت ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس عنوان سے بھی بڑی چابکدستی دکھائی ہے کہ انوکھا بانکپن اور حسین نکھار پیدا ہوگیا ہے۔ بدائع کے استعمال میں ایسی ندرت ہے کہ سلاست وبندش کی خوبی اور طرز ادا کی دلکشی دوچند ہوگئی ہے۔ اس صنعت گری کی مناسبت سے اعلیٰ حضرت رضا کے کلام کی جھلکیاں دیکھئے۔

بدیعیات کے دو پہلو ہیں خارجی وداخلی، ظاہری وباطنی ہیں اس لئے صنائع کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔ یعنی صنائع لفظی اور صنائع معنوی۔ پہلے انواع صنائع لفظی کے نمونہ ہائے کلام سے لطف اٹھایئے۔

صنائع لفظی تو بہت ہیں مثلاً تجنیس تام، تجنیس مرکب، تجنیس محرف۔ تجنیس خطی۔ اشتقاق۔ معاد۔ لزوم۔ قطع الحروف منقوط، مہملہ۔ رقطا۔ خیفا۔ ترصیع اور توشیح وغیرہ لیکن میں یہاں چند مشہور صنائع لفظی کا انتخاب کلام پیش کروں گا۔

صنعت تجنیس:۔ کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو تعداد نقاط واعراب میں ایک ہی جیسے ہوں لیکن ان کے معنی الگ الگ ہوں۔ تجنیس کی کئی قسمیں ہیں لیکن ان کا استعمال تکلف وتصنع سے پاک ہو صنائع کے استعمال کا کمال ہی یہ ہے کہ ان کا استعمال اس قادرالکلامی کے ساتھ ہو کر آمد کا رنگ غالب رہے زور کلام اور حسن بیان متاثر نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت کا یہی کمال ہے کہ صنائع کے استعمال سے مضمون آفرینی اور بندش کی چستی وغیرہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا جیسے۔

ریش خوش معتدل مرہم ریش دل
ہالۂ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تری مت ہی نرالی ہے

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

صدقے میں ترے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول
اس غنچۂ دل کو بھی تو ایما ہو کہ بن پھول

تفاحق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے
جو ان کی راہ میں جائے وہ جاں اللہ والی ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

طور کیا عرش جلے دیکھ کے وہ جلوۂ گرم
آپ عارض ہو مگر آئینہ دار عارض

صنعت اشتقاق:۔ ایک مادہ سے نکلے ہوئے الفاظ لانا۔

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

صنعت تلمیح:۔ کلام میں کسی دوسری

زبان کے حیلے استعمال کرنا یا شعر کا ایک مصرعہ ایک زبان میں اور دوسرا مصرعہ دوسری زبان میں کہنا اس کے لیئے تبحر علمی اور قادر الکلامی کی ضرورت ہے کہ زبان کا حسن اور بیان کی روانی ہاتھ نہ جانے پائے اس صنعت کا معرکۃ الآرا نمونہ اعلیٰ حضرت کی وہ نعت ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

یہ تو اشعار کی نعت چار زبانوں میں لکھی گئی ہے اس کی مثال کسی دوسرے کے یہاں شاذ ہی ہوگی اور اعلیٰ حضرت کے ہمعصروں کے یہاں تو یقیناً نہیں ہے۔ دو اور مثالیں۔

مَنْ زَارَ تُرْبَتِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ
ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

مَنْزِلٌ مَنْ قَصَبٍ لَا نَصَبَ لَا صَخَبَ
ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام

صنعت اقتباس :۔ قرآن پاک کی آیت یا اس کا جزو یا حدیث شریف کا ٹکڑا کلام میں لایا جائے جیسے!

آتے رہے انبیا کَمَا قِیْلَ لَهُمْ
وَالْخَاتَمُ حَقُّکُمْ کہ خاتم ہوئے تم

لَیْلَۃُ الْقَدْرِ میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

مَحنِیٔ قَدرَاٰیٔ مقصدِ ما طغیٰ
نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام

اَنْتَ فِیْهِمْ نے عدو کو بھی لیا دامن میں
عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

صنعت عکس مستوی :۔ ایک عبارت بیان کرنا پھر اس کو الٹ کر اس طرح بیان کرنا کہ تراکیب الفاظ وہی رہے۔

یہ سر ہو اور وہ خاک در وہ خاک در ہو اور یہ سر
رضا وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

پہلے مصرعہ میں "یہ سر ہو اور وہ خاک در" کہا پھر اسے الٹ کر بیان کیا "وہ خاک در ہو اور یہ سر" اس سے شعر میں حسن پیدا ہو گیا۔

صنعت ترصیع :۔ شعر کے تمام الفاظ آپس میں ہم وزن اور بالترتیب قافیہ ہوں جیسے۔

زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لیے

اب صنائع معنوی کی بہار دیکھیے :۔ صنائع معنوی یوں تو بہت ہیں مثلاً تضاد۔ ایہام۔ رجوع۔ لف ونشر مرتب و غیر مرتب۔ مبالغہ۔ حسن تعلیل۔ توجیہ۔ تلمیع۔ مراۃ النظیر وغیرہ لیکن میں چند مشہور صنائع کا بیان کروں گا۔ صنائع لفظی کی طرح صنائع معنوی کا استعمال بھی اعلیٰ حضرت نے نہایت خوبی سے کیا ہے۔

صنعت تضاد :۔ کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو معناً ایک دوسرے سے متضاد و مخالف ہوں جیسے۔

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

آسماں خوان، زمیں خوان زمانہ مہمان
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

صدقے رحمت کے کہاں پھول کہاں خار کا کام
خود ہے دامن کش بلبل گل خندان عرب

صنعت ایہام :۔ ایک ایسا لفظ لانا جس کے دو معنی ہوں اور کسی قرینہ سے جو معنی وہاں فوراً سمجھ میں آتے ہوں وہ مقصود نہ ہوں بلکہ دوسرے معنی مراد ہوں۔

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا
اتنا بھی مہ نو پہ نہ اے چرخ کہن پھول

حور جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردہ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

صنعت تنسیق الصفات :۔ کلام میں ممدوح کی متعدد صفات کا بیان کرنا۔

بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل
جوہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

ترا مسند ناز ہے عرش بریں، ترا محرم راز ہے روح الامیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

صنعت مراعاۃ النظیر :۔ کسی ایک لفظ کو بنیاد قرار دے کر اس کے مناسبت بیان کرنا۔

بزم ثنائے زلف میں میری عروس فکر کو
ساری بہار ہشت خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

گیت کلیوں کی چٹک غزلیں ہزاروں کی چہک
باغ کے سازوں میں بجتا ہے ترانہ تیرا

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں سے رنگت گلاب میں ہے

صنعت حسن تعلیل :۔ کسی امر کی وجہ بطور لطیفہ کے بیان کرنا جب کہ اصل میں وہ وجہ نہ ہو۔

تیل کی بوند ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

ہر اک دیوار و در پر مہر نے کی ہے جبیں سائی
نگار مسجد اقدس میں کب سونے کا پانی ہے

باغ عرب کا سرو ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج
قمریِ جانِ غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں

ان کے جلال کا اثر دل سے لگائے ہے قمر
جو کہ ہو لوٹ زخم پر داغِ جگر مٹائے کیوں

صنعت لف نشر :- پہلے مصرعہ میں چند چیزیں بیان کرنا پھر اسی کی مناسبت دوسرے مصرعہ میں بیان کرنا۔ اگر امور و مناسبات بالترتیب بیان کیے گئے ہیں تو لف ونشر مرتب ورنہ لف ونشر غیر مرتب۔ لف ونشر مرتب کی مثالیں کلام رضا میں۔

دندان ولب وزلف ورخ شہ کے فدائی
ہیں در عدن لعل یمن مشک ختن پھول

شاخِ قامت شہ میں زلف وچشم ورخسار ولب میں
سنبل ونرگس گل، پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

خوار و بیمار خطاوار گنہگار ہوں میں
رافع ونافع وشافع لقب آقا تیرا

صنعت لف ونشر غیر مرتب

دیکھو قرآن میں شب قدر ہے تا مطلع فجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو
دل بستہ بے قرار جگر چاک اشکبار
غنچہ ہوں گل ہوں برق تپاں ہوں سحاب ہوں
مشک بو زلف سے رخ چہرے سے بالوں میں شعاع
معجزہ ہے حلب زلف و تتار عارض

صنعت تلمیح :- کلام میں کسی واقعہ یا روایت کی طرف اشارہ کرنا۔

کیوں جناب بوہریرہ تھا وہ کیسا جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منھ پھر گیا
میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتہً منھ پھر گیا

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

آپ نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت نے صنائع وبدائع کا استعمال بھی اس خوبی سے کیا ہے کہ زور بیان سلاست زبان اور بندش وچستی پر حرف نہیں آنے دیا۔ وہ اپنی ان ہی فنی خوبیوں کی بدولت اپنے ہمعصروں میں منفرد نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں تبحر علمی زور بیان اور وابستگی وعقیدت کے عناصر ان کی نعت میں یوں گھل مل اور رچ بس گئے ہیں کہ اردو نعت میں ایسا خوش گوار امتزاج کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا (مقالہ اردو نعت) اعلیٰ حضرت کی شاعری میں اگر ایک طرف حسین تشبیہات، لطیف استعارات، بلیغ کنایات اور مجاز مرسل کے پاکیزہ قرینے موجود ہیں تو دوسری طرف صنائع بدائع کے استعمال سے کلام میں ندرت پیدا ہو گئی ہے۔ انھوں نے جو بات بھی کی ہے نہایت دلکش انداز اور لطیف پیرائے میں کی ہے — انھوں نے اس میدان میں اپنی شہسواری و ہنرمندی کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ اہل علم ان کو اپنے اس دعوی میں سچا مانتے ہیں۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

(صفحہ ۱۲۲ کا بقیہ)

کے دل میں اس کا ذوق پیدا کریں۔

اسی سلسلے میں ناکامی کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ پروپیگنڈہ بڑی شدت سے کیا جاتا ہے آخر رسائل نفع کے ساتھ بکتے ہیں پھر خسارے کا کیا سوال؟ جو چندہ رکھا جاتا ہے۔ وہ لاگت سے زائد ہوتا ہے۔ پھر چندہ سے زائد کی کیا ضرورت؟۔ اس لئے ہماری قوم کے افراد رسائل خرید کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے حق ادا کر دیا۔ ایسے ذہین ومحاسبین سے درخواست ہے کہ انھوں نے صرف کتابت وطباعت کا صرفہ جوڑا اور یہ نہیں سوچا کہ بغیر مدیر کے رسالہ مرتب کیسے ہوگا، اور بغیر عملہ کے یہ چھپے گا کیسے اور اس کی تقسیم کیسے ہوگی — اور اگر مدیر اور دفتری عملہ موجود ہیں تو پھر وہ فرشتے نہیں کہ انھیں کھانے پینے کی ضرورت ہو نہ پہننے اوڑھنے کی، نہ رہنے سہنے کے لیے مکان کی۔ — اگر کتابت وطباعت کے ساتھ مدیر اور دفتری عملہ کے مشاہرے بھی جوڑ لیں تو انھیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ رسالے کی قیمت لاگت سے کم ہے یا زیادہ — پھر جو رسائل اعزازی بھیجے جاتے ہیں وہ الگ ہیں خریدار اور ایجنٹ جو رقم دبا بیٹھتے ہیں وہ مزید برآں۔ نیز ہر رسالہ خریداروں کی فہرست سے کچھ زیادہ چھپتا ہے اور بچ جاتا ہے۔ وہ مزید برآں پر بھی مزید برآں ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر میں ان دردمند، دین دار حضرات سے درخواست کرتا ہوں جو دل سے یہ چاہتے ہیں کہ مذہب اور دین باقی رہے کہ اپنی بساط کے مطابق حجاز جدید کی بھرپور امداد وتعاون کریں۔ اور ہمیشہ کرتے رہیں۔ تاکہ حجاز جدید اسی آب وتاب کے ساتھ نکلتا رہے۔ کم ازکم اتنا تو ضرور کریں کہ حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی کی اسکیم پر عمل کریں — اول فرصت میں پانچ سو روپے حجاز جدید کو فوراً بھیج دیں۔

محمد شریف الحق امجدی، یکم ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ

امام احمد رضا کا عشق رسول

نعتیہ شاعری کے آئینے میں

ڈاکٹر سرور اکبر آبادی، ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

دورِ متاخرین کے نعت گو شعرائے کرام میں ہمیں تین شعرائے کرام ایسے نظر آتے ہیں کہ جنھوں نے درحقیقت نعت گوئی کو نہایت سنجیدگی اور ایک مستقل فن کی حیثیت سے اپنایا۔ ان شعرائے کرام میں منشی امیر احمد امیر مینائی، مولانا سید محمد محسن کاکوروی اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ یہ تینوں حضرات اکثر فضائل وخصائل اور علوم وکمالات میں بڑی حد تک مماثلت ومہارت رکھتے تھے۔ مثلاً یہ تینوں حضرات ہم عمر، ہم عصر، ہم مسلک، ہم مشرب، ہم خیال اور ہم نوا ہونے کے علاوہ مئے حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بے حد سرشار اور سرمست تھے۔

ان تینوں حضرات کی ولادت بھی ایک ایسے بحرانی اور پرآشوب دور میں ہوئی جب مسلمانوں کو ان حضرات کی رہبری ورہنمائی، دانش وتدبر اور علمی بصیرت کی بے انتہا ضرورت تھی۔ بایں ہمہ ان تینوں حضرات میں حضرت رضا کو اپنی قوتِ حافظہ، تزہّد وتعبّد، طریقِ استدلال زود گوئی وزود نویسی اور اجتہاد کے سبب جو شرفِ قبولیت اور عزت وشہرت حاصل ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

شہنشاہ کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی تعریف وتوصیف خود خداوند تعالیٰ نے بھی جابجا قرآن مجید میں فرمائی ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ نے بھی کیسی سچی اور اچھی بات فرمائی ہے کہ:-

یا صاحب الجمال ویا سیّد البشر
مِن وجہک المنیر لقد نوّر القمر
لایمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ازازل تا بہ ابد آپ کی ذاتِ اقدس رہبر راہ حیات اور ذریعہ بخشش ونجات ہے۔ آپ کی تشریف آوری نے نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم انسانیت کی روحانی واخلاقی اور ایمانی وایقانی اقدار کو انتہائی شرف وعروج بخشا۔ آپ نے کفر وظلمت اور شرک والحاد کو نیست ونابود کرکے تمام عالم کے مصائب ونوائب کا مداوا وتدارک کیا اور انسان کو انسان کا احترام کرنا سکھایا۔

حضرت رضا کے ہاں اسوۂ سرکار والا کی صحیح تقلید اور عشق رسول کی سچی تڑپ اور حقیقی سوز وگداز ہر جگہ نمایاں ہے۔ آپ نے عشق رسول ہی سے سرشار ہو کر شاعری کی طرف توجہ فرمائی۔ مگر فن کے حصول کے لئے کسی استاد کے آگے زانوئے تلمذ نہیں کیا بلکہ کلام الٰہی اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی عقل ودل ونگاہ کا مرشد اوّلین بنایا۔ اسی مخزنِ علم وحکمت سے گوہر مقصود حاصل کیا اور گلِ مراد سے دامانِ آرزو بھرا۔ آپ نے کسی مقام پر بھی شریعت وطریقت کی حدود سے تجاوز نہ کیا۔ لہٰذا خود فرماتے ہیں:

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی احکامِ شریعت رہے ملحوظ

یہی سبب ہے کہ آپ کی نعتوں میں شاعرانہ شعور، حکیمانہ بصیرت، مصلحانہ تقدس، معار[ف] قرآن وحدیث، اسرارِ عشق ومعرفت، زبان و بیان کی دلکشی اور اک طرح کی مجتہدانہ شان نہایت آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ آپ نے نعتیہ شاعری کو دیگر شعراء کی طرح رسمی طور پر اپنا[نے] کے بجائے ایسی والہانہ محبت وعقیدت اور شیفتگی وربودگی کے زیر اثر اپنایا کہ مدحتِ شہِ کونین کو ہی توشۂ آخرت اور سرمایۂ حیات تصور کیا۔ آپ کا مجموعۂ کلام حدائق بخشش ازاوّل تا آخر عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وس[لم] سے مزیّن ومنور ہے۔ آپ نے سرور دو عا[لم] صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ، اخلاق پسند[یدہ] اعمال وکردار، شکل وشمائل اور اسوۂ حسنہ کا بیا[ن] جس خوش اسلوبی اور حسنِ عقیدت سے کیا ہ[ے] وہ اوروں کے ہاں خال خال ہے۔ آپ کا کلام

وحدانیت وحقانیت، فلسفہ وتصوف، عجز وانکسار
جذب وکیف اور محبت وعقیدت سرکار دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلیقے وقرینے سے معمور
ومملو ہے کہ نکہت ونور جمالِ محمدی کی عطر بیزی و
ضیا پاشی سے مشامِ جاں اور چشمانِ دل معطّر
ومنور ہیں۔

حدائقِ بخشش میں ایسی بے شمار نعتیں ہیں جن
کی سادگی وبرجستگی اور فصاحت وبلاغت کی
مثالیں دوسرے شعراء کے ہاں نہیں ملتیں، جیسی
جیسی نئی ونادر تشبیہات جیسے جیسے عجیب وغریب
استعارات، جیسے جیسے رموز وعلائم اور جو جو صنائع
وبدائع آپ نے استعمال کیے ہیں وہ دوسروں
کے ہاں کم ہی نظر آتے ہیں۔

اردو کی نعتیہ شاعری ہماری ایشیائی شاعری کی
ایک مستقل صنفِ سخن ہے۔ اس کی عزت وحرمت،
شوکت وعظمت اور اہمیت وافادیت مسلّم ہے۔
جملہ اصنافِ سخن میں صرف نعت ہی ایک ایسی صنف
ہے جو انتہائی دشوار ومشکل اور دقت طلب ہے۔
اسی بات کے پیشِ نظر غالب جیسا شاعر بھی یہ
کہے بغیر نہ رہ سکا کہ :۔

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

حق تو یہ ہے کہ نعت گوئی کے اصول وقوانین
اور حدود وقیود کی پابندی صرف وہی شخص
کرسکتا ہے جو واقعی مومن ہو، جس کو ازل
سے ہی سودائے عشقِ رسول ملا ہو۔ شریعت
وطریقت سے بھی باخبر ہو اور حقیقت وواقعیت
پر بھی گہری نظر رکھتا ہو۔ اس سلسلے میں اس
مقام پر میں اعلیٰ حضرت ہی کا قول پیش کرنا بہتر
تصور کرتا ہوں۔
آپ فرماتے ہیں۔

"حقیقۃً نعت لکھنا بڑا مشکل کام ہے
جس کو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے۔ اس میں
تلوار کی دھار پر چلنا پڑتا ہے۔ اگر
بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے
اور اگر کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔
البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں صاف راستہ
ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض
حمد میں اصلاً حد نہیں اور نعت شریف
میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔"
(الملفوظ حصہ دوم ص ۴۰)

لہٰذا دیکھا گیا ہے کہ میدانِ نعت کے بڑے
بڑے باشعور شعراء بھی یہ کہنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ
"با خدا دیوانہ باش وبا محمد ہوشیار"
جمال الدین عرفی جیسے باکمال شاعر کو بھی آخر کار
یہی کہنا پڑا کہ :۔

"عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را"

لیکن جب ہم حضرت رضا کی جامع الصفات
شخصیت پر غور کرتے ہیں تو آپ کی ذاتِ گرامی دیگر
شعراء سے نہایت ممتاز وممیز نظر آتی ہے۔ دراصل
جب دل میں آتشِ عشقِ نبی کی لو لگی ہو تو سوز وگداز
اور درد وکسک اک امر بدیہی ہے۔ ایسا نغمہ جگر
شاعر ایک ایک بات، ایک ایک مضمون، ایک ایک
کیفیت اور ایک ایک واقعہ کا سو سو طرح سے اظہار
وابلاغ کرنے پر پوری پوری قدرت ومہارت
رکھتا ہے۔ خوبی قسمت کہ اعلیٰ حضرت کو کئی
زبانوں پر خصوصی دسترس حاصل تھی۔ اس لئے آپ
کی نعت گوئی میں کوئی نہ کوئی جدّت وندرت تو ہونی
ہی چاہئے تھی۔ لہٰذا خیالِ خاطرِ احباب کے پیشِ
نظر آپ نے ایک نعت ایسی بھی فرمائی جس میں
بیک وقت عربی، فارسی اردو اور ہندی چاروں ہی
زبانوں کا حسین امتزاج ہے۔ یہ نعت نہایت ہی
ممزوج ومربوط اور مسجع ومرصع ہونے کے ساتھ
ساتھ آپ کی شاعرانہ قادر الکلامی علوِ فکر اور جدتِ
تخیل کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کو پڑھ کر یا سن کر
ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی دریائے زمزم سیر
اطراف واکناف میں تغزل وترنم اور سرور وکیف
کے موتی بکھیرتا گزرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تبرکاً اس
نعت کے صرف دو اشعار پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ
فرمائیں :۔

لم یات نظیرک فی نظرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا
البحر علا والموج طغےٰ من بیکس وطوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

آپ کے کلام میں وہ چاشنی وشیرنی ہے کہ محفلیں
مہک اٹھتی ہیں۔ آپ کی عقل ودانش، ذہانت وفطانت
اور فنی شعور ملاحظہ کرنا ہو تو آپ کے قصیدے کے
یہ دو اشعار ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں :۔

زمین وزماں تمہارے لئے، مکین ومکاں تمہارے لئے
چنین وچناں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے
دہن میں زباں تمہارے لئے، بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے، اٹھیں گے وہاں تمہارے لئے

جذب وکیف، عقیدت ومحبت سے سرشاری
کے عالم میں کہے گئے ذرا ان اشعار کو بھی ملاحظہ کیجئے۔
فرماتے ہیں :۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مُردے جلا دیئے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

ایک اور نعت کے یہ چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔
ان میں بھی ذوق وشوق اور شیفتگی ووارفتگی کا
وہی عالم ہے۔ فرماتے ہیں :۔

مصطفےٰ خیر الوریٰ ہو
سرورِ ہر دو سرا ہو
اپنے اچھوں کا تصدّق
ہم بدوں کو بھی نبا ہو

کس کے بھر ہو کر رہیں ہم؟
گر تمہیں ہم کو نہ چاہو
بد نہیں، تم ان کی خاطر
رات بھر رو و کرا ہو
چرخ بدلے، دہر بدلے
تم بدلنے سے ورا ہو
ہم وہی قابل سزا کے
تم وہی رحم خدا ہو

آپ حضرت مولانا کفایت علی کافی شہید کو سلطانِ نعت گویاں فرمایا کرتے تھے۔ ایک رباعی میں آپ نے مولانا کو نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے:۔

مہکا ہے مرے بوئے دہن سے عالم
یاں نغمۂ شیریں نہیں تلخی سے بہم
کافی سلطانِ نعت گویاں ہے رضا
ان شاء اللہ میں وزیر اعظم

اسی طرح ایک اور رباعی میں عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں مولانا کافی شہید کے سوز و گداز، درد و الم اور کمالِ عشق و عقیدت پر رشک کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

پرواز میں جب مدحتِ شہ میں آؤں
تا عرش پرواز فکر رسا میں جاؤں
مضمون کی بندش تو میسر ہے رضا
کافی کا دردِ دل کہاں سے لاؤں

غرض یہ کہ بارگاہِ خداوندی سے آپ کو ہر علم عطا کیا گیا تھا۔ ایسا کون سا علم تھا جس پر آپ کو عبور و کمال حاصل نہ ہو۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کا شمار اس دور کے جید و متبحر علماء میں کیا جاتا تھا۔ تائید ایزدی، ذاتی کوشش، مطالعے و مشاہدے، شعور و تجربے، وجدان و معرفت اور غور و فکر نے آپ کو جملہ علوم میں کامل بنا دیا تھا۔ بڑے بڑے ذہین و فطین بھی آپ کا لوہا مانتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ آج مختلف علوم و فنون پر مشتمل تقریباً ایک ہزار سے زائد کتب و رسائل آپ کی یادگار ہیں۔

فی الاصل اعلیٰ حضرت اپنے فضل و کمال، مصلحانہ تقدس، حکیمانہ شعور، ذہانت و فطانت، طباعی و دراکی اور عالمانہ و استادانہ تدبر و بصیرت کے سبب اردو کے نعت گو شعراء میں نہایت محبوب و مقبول ہونے کے ساتھ ساتھ شہرت و عظمتِ لازوال کے مالک ہیں۔ آپ کے دل سے نکلنے والے ایک ایک لفظ اور ایک ایک شعر نے عاشقانِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں دیوانگی و شیفتگی اور وارفتگی و ربودگی کی تڑپ کوٹ کوٹ کر بھر دی اور ایک ایسی شمع ایمان فروزاں کر دی جس کی روشنی میں آنے والی نسلوں کے شعراء بھی اپنی منزل مقصود تک بآسانی پہنچنے میں کامیاب و کامران ہوتے رہیں گے اور حق تو یہ ہے کہ:۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

امام احمد رضا کا نعتیہ کلام

مولانا سید علی احمد سیوانی مصباحی

نعت گوئی مستقل فن ہے۔ عربی، فارسی، اردو نوں زبانوں میں نعت گوئی بتدریج ترقی کرتی رئی... دور امام احمد رضا تک پہنچی۔ صنفِ نعت ں مشکلات کا سمندر رکھنے والے کے سامنے آتا ہے۔ ں کو عبور کرنا آسان نہیں۔ امام احمد رضا نے جب ت گوئی کے فن میں قدم رکھا تو زمین آسمان سے یں کرنے لگی۔ ملاحظہ فرمائیے ؎

خوف ہے سمع خراشیِ سگِ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالہ و افغاں ہم کو

سبحان اللہ! اس کو ادبِ دربارِ رسالت کہتے ہیں۔ اس کو عشقِ رسول کہتے ہیں۔ آپ نے اگر فارسی کے کسی استاد کا یہ شعر سنا ہے ؎

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتا ایں چہ بود
گفت گاہے گاہے ایں در کوئے لیلیٰ رفتہ بود

تو آپ کی سمجھ میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا وہ شعر اپنی ساری لطافتوں اور بلاغتوں کے ساتھ آجائے گا۔ اللہ اکبر! سگِ طیبہ کی سمع خراشی کا خوف ہے اس لئے نالہ و افغاں سے احتیاط ہے

حضرت جنید بغدادی اور امام احمد رضا

جو تقدم زمانی حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کو حاصل ہے اس کا منکر بدیہیات کا منکر ہے۔ لیکن آپ بغور دیکھیں کہ جنید بغدادی کے آفتاب تصوف کا کامل عکس وہ آئینہ کیونکر اپنی آغوش میں لئے بیٹھا ہے۔ جس کا نام امام احمد رضا بریلوی ہے۔ کوئی خوش ہو یا ناراض لیکن حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا کہ ـــ "ما التصوف یا شیخ"! اے محترم استاد! تصوف کیا ہے؟ حضرت سید الطائفہ نے فوراً ارشاد فرمایا ـــ التصوف کلہ ادب۔ تصوف تمام تر "ادب" کا نام ہے۔ دربارِ رسالت کا ادب مہمات امور میں ہے۔ کیونکہ ؎

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

دربارِ رسالت کا ادب اصل الاصول ہے۔

امام احمد رضا ایک مقام پر فرماتے ہیں ؎

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز
وہ بھی نمازِ عصر جو اعلیٰ خطر کی ہے
ثابت ہوا کہ سارے فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

جس کو ہدایت کی دنیا میں جو کچھ ملا "ادب" سے ملا۔ اور جس نے کھویا بے ادبی سے کھویا ـــ

باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب، فارسی کا مشہور فقرہ ہے۔ کسی نے کہا ہے ؎

ادب تاجیست از لطفِ الٰہی
بنہ برسر برو ہر جا کہ خواہی

حضرت مولانائے روم فرماتے ہیں ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

آیت لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی

غور فرمائیے کہ صحابہ کرام کو مخاطب فرما کر خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو! کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری آوازیں میرے نبی "صلی اللہ علیہ وسلم" پر بلند ہو جائیں ـــ باادب باملاحظہ رہو اور اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو۔ ورنہ تمہارے اعمال سلب کر لئے جائیں گے۔ سارے روزے ساری نمازیں بیکار ہو جائیں گی۔

اور اس طرح "حبطِ اعمال" کی سزا تم کو دی جائے گی کہ تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔

مولانائے روم فرماتے ہیں ؎

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

امام احمد رضا کے اس شعر میں کہ ؎

خوف ہے سمعِ خراشیِ سگِ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالہ و افغاں ہم کو

وہ روح موجود ہے۔ جو حضرت جنید بغدادی کی تعلیم تصوف کی روح ہے۔ امام احمد رضا کے آئینہ وجود میں جنید بغدادی کا عکس مادر زاد اندھوں کے سوا ہر شخص کو نظر آسکتا ہے۔

اس نعت کا دوسرا شعر سنئے!

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار
نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو

اب مقطع سنئے اور درود شریف پڑھیئے!

اے رضاؔ وصفِ رخِ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں چمن مرغِ غزل خواں ہم کو

سبحان اللہ! کیا قدرت سخن ہے۔ اور فن شاعری پر کامل عبور کا کتنا بین ثبوت —

ایک نعت ہے۔ ردیف ہے "کہوں تجھے"۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ؎

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں ادا کہوں
درمانِ دردِ بلبلِ شیدا کہوں تجھے

مقطع ہے ؎

لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

نعت گوئی میں تغزل کی رعایتوں کو ملحوظ رکھنا سارے ہندوستان کو امام احمد رضا نے سکھایا۔ یہ نعت دیکھیئے!

وہ کمالِ حسنِ منور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

ان لفظی رعایتوں کو سامنے رکھیئے۔ تو امام احمد رضا کا کمال فن واضح ہوتا جائے۔ ایک شعر سنئے!

دو جہاں کی بہتریاں نہیں، کہ امانیِ دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں، مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

امام احمد رضا نے دوسری جگہ فرمایا ہے۔

واہ! کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

خیر یہاں نہیں وہاں نہیں کی زمین میں جو نعت پیش کر رہا ہوں اس کے اور اشعار سنئے!

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں!
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس میں بیاں نہیں

احادیث نبویہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو پر اس سے بہتر شعر مجھ کو عربی اور فارسی میں بھی نہیں ملا — سبحان اللہ وبحمدہٖ۔

صاف سیدھا اور سچا راستہ

اس ہندوستان میں جہاں دہلی کے ایک بدنصیب بے ادب انسان نے "وتعزروہ وتوقروہ" کے متعلق اپنی وہابیت آموز کتاب "تقویۃ الایمان" میں یہ لکھ دیا کہ "بڑے بھائی جیسی ان کی عزت کیجیئے"۔ استغفر اللہ۔ سارے ہندوستان میں اس شخص کے خلاف مسلمانوں نے صدائے احتجاج بلند کی۔ اس کی کتاب کو جابجا نذر آتش کیا گیا۔ مگر اس شخص کی جماعت برابر اپنے اس اسلام سوز نظریہ کو پھیلاتی رہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے بڑے بھائی ہیں۔ ان حالات میں بہت راسخ الاعتقاد اور صحیح منصب امامت پر متمکن شخص کی ضرورت تھی۔ خداوند عالم نے مسلمانان ہند بلکہ مسلمانان عالم کی اس اہم ضرورت کی تکمیل امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے ذریعہ کر دی۔ دیکھیئے کتنے واضح اور موثق انداز میں ارشاد ہو رہا ہے۔ ؎

بخدا! خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہدو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں
وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں
کروں مدحِ اہلِ دُوَل رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

اب چند اشعار اور پیش کر کے اس مضمون کو تمام کرتا ہوں۔ دیکھیئے ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

عرشِ بریں پہ کیوں نہ ہو فردوس کا دماغ
اتری ہوئی شبیہ ترے بام و در کی ہے
عنبر زمیں عبیر ہوا مشک تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہگزر کی ہے
سرکار ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں
ہم کو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے
مانگیں گے، مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے
منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

خیابانِ حجاز

امام احمد رضا فاضل بریلوی

یادِ وطن ستم کیا دشتِ حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں

دل میں تو چوٹ تھی دبی ہائے غضب ابھر گئی
پوچھو تو آہِ سرد سے ٹھنڈی ہوا چلائی کیوں

چھوڑ کے اس حرم کو آپ بن میں ٹھگوں کے آبسو
پھر کہو سر پہ دھر کے ہاتھ لٹ گئی سب کمائی کیوں

باغِ عرب کا سروِ ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج
قمریِ جانِ غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں

نامِ مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیمِ خلد
سوزشِ غم کو ہم نے بھی ایسی ہوا بتائی کیوں

کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگسِ مستِ ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں

تو نے تو کر دیا طبیب آتشِ سینہ کا علاج
آج کے دُودِ آہ میں بوئے کباب آئی کیوں

فکرِ معاش بد بلا ہولِ معاد جاں گزا
لاکھوں بلا میں پھنسنے کو روح بدن میں آئی کیوں

ہو نہ ہو آج کچھ مرا ذکر حضور میں ہوا
ورنہ مری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائی کیوں

حورِ جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے نغمۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

عرض کروں حضور سے دل کی تو میرے خیر ہے
پیٹتی سر کو آرزو دشتِ حرم سے آئی کیوں

حسرتِ نو کا سانحہ سنتے ہی دل بگڑ گیا
ایسے مریض کو رضاؔ مرگِ جواں سنائی کیوں

مفتیٔ اعظم مولانا مصطفٰے رضا نوری

میرا گھر غیرتِ خورشیدِ درخشاں ہوگا
خیر سے جانِ قمر جب کبھی مہماں ہوگا

جو تبسم سے عیاں ایک دُرِ دنداں ہوگا
ذرہ ذرہ مرے گھر کا مہِ تاباں ہوگا

کیوں مجھے خوف ہو محشر کا کہ ہاتھوں میں مرے
دامنِ حامیِ خود، ماحیِ عصیاں ہوگا

پلۂ عصیاں کا گراں بھی ہو تو کیا خوف مجھے
مرے پلّے پہ تو وہ رحمتِ رحمٰں ہوگا

مجھ سے عاصی کو جو بے داغ چھڑا لائے گی
اہلِ محشر میں جو دیکھے گا وہ حیراں ہوگا

کوئی منھ میرا تکے گا کہ یہ وہ عاصی ہے
جس کو ہم جانتے تھے داخلِ میزاں ہوگا

کوئی اس رحمتِ عالم پہ تصدق ہوگا
کوئی یہ شانِ کرم دیکھ کے قرباں ہوگا

ماجرا دیکھ کے ہوگا یہ کسی کو سکتہ
اک تعجب سے وہ انگشت بدنداں ہوگا

ظلمتِ قبر کا کیا خوف مجھے اے نوریؔ
جب مرے قلب میں ایمان کا لمعاں ہوگا

حضرت مولانا اختر رضا ازہری

مصطفائے ذاتِ یکتا آپ ہیں
یک نے جس کو یک بنایا آپ ہیں

آپ جیسا کوئی ہو سکتا نہیں
اپنی ہر خوبی میں تنہا آپ ہیں

آب و گِل میں نور کی پہلی کرن
جانِ آدم جانِ حوا آپ ہیں

حسنِ اوّل کی نمودِ اوّلیں
بزمِ آخر کا اجالا آپ ہیں

لا مکاں تک جس کی پھیلی روشنی
وہ چراغِ عالم آرا آپ ہیں

ہے نمک جس کا خمیرِ حسن میں
وہ ملیحِ حسن آرا آپ ہیں

زیب و زینِ خاک و فخرِ خاکیاں
زینتِ عرشِ معلّٰی آپ ہیں

نازشِ عرش و وقارِ عرشیاں
صاحبِ قوسین و ادنٰی آپ ہیں

آپ کی طلعت خدا کا آئینہ
جس میں چمکے حق کا جلوہ آپ ہیں

آپ کی رویت ہے دیدارِ خدا
جلوہ گاہِ حق تعالٰے آپ ہیں

آپ کو رب نے کیا اپنا حبیب
ساری خلقت کا خلاصہ آپ ہیں

آپ کی خاطر بنائے دو جہاں
اپنی خاطر جو بنایا آپ ہیں

جاں تو ئی جاناں قرارِ جاں تو ئی
جانِ جاں جانِ مسیحا آپ ہیں

پیکرِ ہر شے میں جاں بن کر نہاں
پردوں پردوں میں ہویدا آپ ہیں

آپ سے خود آپ کا سائل ہوں میں
جانِ جاں میری تمنا آپ ہیں

آپ کی طلعت کو دیکھا جان دی
قبر میں پہنچا تو دیکھا آپ ہیں

بر درت آمد گدا بہرِ سوال
ہو بھلا اختر کا داتا آپ ہیں

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں

ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

عہد حاضر کا تہافۃ الفلاسفۃ

علامہ شبّیر احمد خاں غوری علی گڑھ

امام غزالی کا "تہافت الفلاسفہ" ہمارے کلامی ادب کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ چنانچہ تصنیف کی عظمت وجلالتِ قدر کا اعتراف دنیا نے اس طرح کیا کہ مصنف کو "امام حجۃ الاسلام" کے لقب کا مستحق قرار دیا۔

کلامی کاوش کا ایک بڑا مقصد غیر اسلامی افکار و تصورات" بالخصوص فلسفہ کی ہفوات واباطیل کی تردید وتنقیص رہا ہے۔ چنانچہ علامہ تفتازانی نے "شرح عقائد نسفی" میں لکھا ہے:-

"لما نقلت الفلسفۃ عن الیونانیۃ الی العربیۃ مخاض فیہا الاسلامیون ..... حاولوا الرد علی الفلاسفۃ فیما خالفوا فیہ الشریعۃ ..... وھٰذا کلام المتاخرین"

جب فلسفہ یونانی زبان سے عربی میں منتقل ہوا اور مفکرینِ اسلام نے اس میں غور وفکر کیا ... تو فلسفہ کے (ان مسائل کے) رد کی کوشش کی جن میں وہ شریعت (حقۂ اسلامیہ) سے مختلف ہیں.. اور یہی "کلام متاخرین" ہے۔

مگر جس انداز میں امام غزالی نے اس فریضہ کو انجام دیا وہ کلامی تفکیر کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ بے شک امام رازی اپنے جوشِ استدلال کے لئے مشہور ہیں۔ مگر الفضل للمتقدم۔ ابن خلدون کہتا ہے:-

"اوّل من کتب فی طریقۃ الکلام علیٰ ھٰذا المنحی الغزالی وتبعوہ الامام ابن الخطیب وجماعۃ وقفوا اثرہم"

پہلے فاضل جنھوں نے کلامی مسائل کو اس انداز پر لکھا امام غزالی تھے۔ انھیں کا خطیب زادہ (امام رازی) اور دوسرے لوگوں نے اتباع کیا اور ان کے نقش قدم پر چلے۔

تہافت الفلاسفہ جس زمانہ میں لکھی گئی اس وقت چند در چند وجوہ سے طبائع پر نام نہاد "حکمت یونانیاں" کا غلبہ ہو چکا تھا۔ اس کی تفصیل موجب تطویل ہوگی۔ انھوں نے خود "تہافت الفلاسفہ" کے دیباچہ میں اس زمانہ کے نام نہاد انٹلیکچوئلس ("مدعیان دانش") کی فکری بے راہ روی کا تجزیہ کیا ہے۔ ان پر ہے خود غلط "عقلیت پرستوں" کی اصلاح فکر کے لئے انھوں نے یونانی فلسفہ کے رئیس علی الاطلاق ارسطاطالیس کو منتخب کیا۔ اور اس کے افکار وتعلیمات کی انھیں تعبیرات کو ہدف سہام تنقید بنایا جو ابو نصر فارابی اور بو علی سینا سے منقول تھیں۔ اس طرح ان کی کلامی سرگرمیوں کا محور ابن سینائی فلسفہ کا رد تھا۔ یوں بھی شیخ بو علی سینا کا فلسفہ (بالخصوص اس کی کتاب "الشفاء") نام نہاد مدعیان عقل ودانش کے حلقوں میں "حکمت کی مثل اعلیٰ" سمجھا جاتا تھا۔ جب کہ شاعر انوری کہتا ہے:-

مرد را حکمت ہمی باید کہ دامن گیر وش
"تا شفائے بو علی" خوانند مرز اش بحتری

لہٰذا انھوں نے "ارسطاطالیسی۔ ابن سینائی" فلسفہ میں سے بیس مسئلے منتخب کرکے ان پر ناقدانہ نظر ڈالی۔ یہ مسئلے حسب ذیل ہیں۔

پہلا مسئلہ:- فلاسفہ کا مذہب ہے کہ عالم ازلی (ہمیشہ سے) ہے اس کا ابطال۔

دوسرا مسئلہ:- ان کا یہ بھی مذہب ہے کہ عالم ابدی ہے (ہمیشہ رہے گا) اس کا ابطال۔

تیسرا مسئلہ:- فلاسفہ کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالےٰ عالم کا صانع ہے اور عالم اس کی صفت ہے، فریب محض ہے۔ اس کی وضاحت۔

چوتھا مسئلہ:- فلاسفہ صانع عالم (باری تعالیٰ) کا وجود ثابت کرنے سے عاجز ہیں۔ اس کی توضیح۔

پانچواں مسئلہ:- فلاسفہ دو خداؤں (نعوذ باللہ منہا) کے محال ہونے پر دلیل قائم کرنے سے عاجز ہیں۔

چھٹا مسئلہ:- فلاسفہ جو باری تعالےٰ کی صفات کی نفی کرتے ہیں۔ اس کا ابطال۔

ساتواں مسئلہ:- فلاسفہ کہتے ہیں کہ اوّل (باری تعالیٰ) کی ذات جنس اور فصل میں منقسم

نہیں ہو سکتی۔ اس کا ابطال۔

آٹھواں مسئلہ:۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ اوّل (باری تعالےٰ) موجود بسیط بلا ماہیت ہے۔ اس کا ابطال۔

نواں مسئلہ:۔ فلاسفہ اس بیان سے عاجز ہیں کہ اوّل (باری تعالےٰ) جسم نہیں ہے۔

دسواں مسئلہ:۔ "قول بالدہر" (دہریت) کی توضیح اور اس بات کی وضاحت کہ اس قول کے قائلین کے لئے صانع عالم کی نفی لازم ہے۔

گیارھواں مسئلہ:۔ فلاسفہ یہ ثابت کرنے سے عاجز ہیں کہ اوّل (باری تعالیٰ) اپنے غیر کو جانتا ہے۔

بارھواں مسئلہ:۔ فلاسفہ یہ بات بھی ثابت کرنے سے عاجز ہیں کہ اوّل (باری تعالےٰ) اپنی ذات کو جانتا ہے۔

تیرھواں مسئلہ:۔ فلاسفہ کے اس قول کا ابطال کہ اوّل (باری تعالیٰ) جزئیات (متغیرہ حادثہ) کا عالم نہیں ہے۔

چودھواں مسئلہ:۔ فلاسفہ جو یہ کہتے ہیں کہ فلک ذی حیات ہے اور اپنے ارادے سے حرکت کرتا ہے۔ اس کا ابطال۔

پندرھواں مسئلہ:۔ فلاسفہ نے جن اغراض کا ذکر کیا ہے کہ وہ فلک کی محرک ہیں۔ ان کا ابطال۔

سولھواں مسئلہ:۔ فلاسفہ جو کہتے ہیں کہ نفوس فلک کو اس عالم کی تمام جزئیات حادثہ کا علم ہے۔ اس کا ابطال۔

سترھواں مسئلہ:۔ فلاسفہ جو "خرق عادات" کو محال بتاتے ہیں، اس کا ابطال۔

اٹھارھواں مسئلہ:۔ فلاسفہ اس بات پر کہ نفس انسانی جوہر قائم بنفسہٖ ہے جو نہ جسم ہے اور نہ عرض، عقلی دلیل قائم کرنے سے عاجز ہیں، اس کی توضیح۔

انیسواں مسئلہ:۔ فلاسفہ نفوس بشریہ پر فنا کو محال بتاتے ہیں، اس کا ابطال۔

بیسواں مسئلہ:۔ فلاسفہ کو "بعث بعد الموت" اور حشر اجساد" سے انکار ہے نیز اس بات سے بھی کہ وہ جنت اور دوزخ میں جسمانی لذات وتکالیف سے دوچار ہوں گے، اس کا ابطال۔

مزید تفصیل غیر ضروری ہے۔ کیونکہ اس عرضداشت کا اصل مقصد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے رسالہ "الکلمۃ الملہمہ" کو متعارف کرانا ہے۔

(ب) الکلمۃ الملھمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوھاء الفلسفۃ المشئمۃ

کچھ ایسے ہی حالات پچھلی صدی میں ہمارے یہاں رونما ہو گئے تھے۔ مدارس کے نصاب پر معقولات ہی معقولات چھا کر رہ گئی تھی۔ بڑے بڑے عظیم المرتبت مصلحین امت ومجددین ملت نے اس صورت حال کی اصلاح کی کوشش کی مگر نتیجہ ڈھاک کے تین پات سے زیادہ نہ نکلا۔ مغل بادشاہ اپنے ساتھ وسط ایشیا سے جو روایات لائے تھے ان میں معقولات کے ساتھ غیر معمولی شغف بھی تھا جو محقق دوانی کے تلامذہ کے ہندوستان میں آنے سے اور بڑھ گیا۔ بالخصوص امیر فتح اللہ شیرازی کے شمالی ہندوستان میں آنے کے بعد انھوں نے پہلے محقق دوانی کے شاگرد رشید خواجہ جمال الدین محمود کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، پھر دوسرے اساتذہ کے علاوہ امیر غیاث الدین منصور سے پڑھا جو عقلیات میں اپنے انہماک کی بنا پر "عقل حادی عشر" کہلاتے تھے۔ ہندوستان میں انھیں دو بزرگوں کے تلامذہ کی سعی وکاوش سے مدارس میں معقولات کی گرم بازاری ہوئی۔ خواجہ جمال الدین محمود کے سلسلہ تلمذ میں میر زاہد ہروی مصنف زوائد ثلاثہ منسلک تھے۔ میر زاہد کے شاگرد شاہ عبدالرحیم اور ان کے شاگرد ان کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ تھے جن سے دیوبند وغیرہ اور علی گڑھ کے مدارس کا سلسلہ ملتا ہے۔ امیر فتح اللہ کے شاگرد ملا عبدالسلام لاہوری تھے۔ ان کے سلسلہ تلمذ میں علمائے پورب بالخصوص فرنگی محل اور خیرآباد آتے ہیں۔

بہر حال امیر فتح اللہ شیرازی ہی نے جب تصریح ماثر الکرام علمائے ولایت (مثل محقق دوانی و مرزا جان وغیرہ کے) کی کتب معقولات درس میں داخل کرائیں۔ ادھر اکبر کی اسلام بیزاری اور الحاد پروری نے علوم دینیہ سے بے اعتنائی اور ان کی جگہ نام نہاد علوم عقلیہ میں توغل کو مزید شہ دی اور پھر تو یہ لے یہاں تک بڑھی کہ نصاب پر معقولات ہی معقولات چھا کر رہ گئی۔

قرآن کریم کے سلسلے میں جو اصل دین ہے صرف کوئی ڈیڑھ جلد کی کتاب پڑھائی جاتی تھی۔ یعنی جلالین شریف اور بیضاوی شریف (تا مقام درس) مگر منطق میں "صغریٰ" سے "میر زاہد امور عامہ" تک کوئی پچیس کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ فلسفہ میں "ہدایۃ الحکمۃ متن"، "ہدیہ سعیدیہ"، "میبذی"، "صدرا"، "شمس بازغہ" بلکہ "شرح اشارات" اس پر مستزاد تھیں۔ پھر بھی معقول پسند طلبہ کے جذبۂ ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کی تشفی نہیں ہوتی تھی۔ جس کے لئے "شرح مطالع"، "شرح حکمۃ العین"، "حواشی قدیمہ وجدیدہ" اور محاکمات بھی پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں۔ غرض طبائع پر معقولات کا غلبہ تھا اور علوم عقلیہ کی وقعت مسلم تھی۔ کسی عالم کو اس وقت تک عالم تسلیم نہیں کیا جاتا تھا جب تک وہ معقولات میں دستگاہ عالی نہ رکھتا ہو۔ قبل مغل دور میں "بزدوی خواں" (اصول فقہ کی مشہور کتاب "اصول بزدوی" کا

طالب علم، "العام الالمعی والفاضل اللوذعی" کا مصداق سمجھا جاتا تھا۔ مغل دور کے آخر میں ملّا محمود جون پوری کی "شمس بازغہ" کو حکمت و دانائی کی معراجِ کمال سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ ذوق اپنے ایک قصیدے میں کہتے ہیں :۔

بنا ہے مدرسہ یہ بزم گاہِ عیش و نشاط
کہ "شمس بازغہ" کی جا پڑھے ہیں "بدر منیر"

لیکن قدرت نے ہر زہر کا تریاق پیدا کیا ہے۔ اس صورت حال کی اصلاح کے لئے مجدد مأۃ حاضرہ کو مامور کیا جو نہ خود فلسفی تھے۔ نہ جنھوں نے فلسفہ کی تحصیل میں عمرِ عزیز ضائع کی مگر مولیٰ تعالےٰ جس بندے سے جو چاہے خدمت لے لے۔ چنانچہ "الکلمۃ الملہمۃ" کے دیباچہ میں فلسفہ کے اندر اپنی تعلیم کے بارے میں فرماتے ہیں :۔

"فقیر کا درس بحمدہٖ تعالیٰ تیرہ برس دس مہینے چار دن کی عمر میں ختم ہوا۔ اس کے بعد چند سال تک طلبہ کو پڑھایا۔ فلسفہ جدیدہ سے تو کوئی تعلق ہی نہ تھا . . . فلسفہ قدیمہ کی دو چار کتابیں مطابق درس نظامی اعلیٰ حضرت قدس سرہ الشریف سے پڑھیں۔ اور چند روز طلبہ کو پڑھائیں مگر بحمدہٖ تعالیٰ روزِ اوّل سے طبیعت اس کی ضلالتوں سے دور اور اس کی ظلمتوں سے نفور تھی۔ سرکار ابد قرار بارگاہ عالم پناہ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات سے دو خدمتیں اس خانہ زاد ہیچ کار کے سپرد ہوئیں۔ افتار اور ردِّ وہابیہ۔ انھوں نے مشغلۂ تدریس بھی چھڑایا اور آج ۴۵ برس سے زائد ہوئے کہ بحمدہٖ تعالیٰ فلسفہ کی طرف رخ نہ کیا۔ نہ اس کی کسی کتاب کو کھول کر دیکھا۔ اب اخیر عمر میں سرکار نے اپنے کرم بے پایاں کا صدقہ بندہ عاجز سے یہ خدمت لی کہ دونوں فلسفوں کا رد کرے اور ان کی قباحتوں شناعتوں، حماقتوں اور ضلالتوں پر اپنے دینی بھائیوں طلبہ علم کو اطلاع دے۔"

مگر یہ مأۃ حاضرہ کا ایک معجزہ ہی تو تھا کہ اس جلیل القدر ہستی کے خامہ عنبر شمامہ سے، جسے قاسم ازل نے صرف افتار اور ردِّ وہابیہ کے لئے خلق فرمایا تھا، وہ کتاب مستطاب کامل و کافل ظہور میں آئی جسے بجا طور پر "عہد حاضر کا تہافت الفلاسفہ" کہا جا سکتا ہے۔ یعنی "الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوہار الفلسفۃ المشئمۃ" یہ ایک عقیدت مند کی مبالغہ آرائی نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت نفس الامری ہے۔

بہر حال اس غیر معمولی اہمیت کی حامل کتاب کی ابتدار بالکل معمولی حالات میں ہوئی۔ اور یقیناً خدائے قادر کو اپنے ایک بندے سے یہ کام لینا تھا کہ بغیر کسی اہتمام کے فلسفہ کے ہفوات واباطیل کا یہ "تہافت" ظہور میں آیا۔ اس کا قصہ بھی دلچسپ ہے۔

ہوا یہ کہ امریکہ کے کسی مہندس نے دعویٰ کیا تھا کہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو اجتماع سیارات کے سبب آفتاب میں اتنا بڑا داغ پڑے گا کہ اس کے باعث زلزلے آئیں گے، طوفان شدید آئے گا، ممالک برباد ہو جائیں گے اور خدا معلوم کیا کیا مصائب ارضی و سماوی رونما ہوں گے۔ جب تجدّد پسند لوگوں نے حضرت مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کو جو اس وقت مدرسہ عالیہ سہسرام کے مدرس اعلیٰ تھے، مجبور کیا تو انھوں نے ۱۸ر صفر ۱۳۳۸ھ کو اس پیش گوئی پر مشتمل ایک عریضہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت نے پہلے تو اس کا مختصر جواب چند ورق پر دیا۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ :۔

"یہ محض اباطیل بے اصل ہیں۔ نہ وہ اجتماع سیارات اس تاریخ کو ہو گا جس کا وہ مدعی ہے، نہ جاذبیت (کشش ثقل یا ( ) کوئی حقیقت رکھتی ہے۔"

اور چونکہ مدعیان فرنگ کا اعتماد "کوپرنیکی" کی نظام ہیئت پر ہے جس کا اصل الاصول یہ ہے کہ زمین کے گرد آفتاب حرکت نہیں کرتا بلکہ زمین آفتاب کے گرد حرکت کرتی ہے۔ پھر اس کی تائید مزید نیوٹن اور اس کے پیرؤں نے کشش ثقل کے مفروضے سے کی۔ لہٰذا مستفسرہ پیش گوئی کے رد میں بعض دلائل ردِ حرکتِ زمین لکھے۔

مگر جب یہ توضیحی تقریر زیادہ طویل ہونے لگی تو "ردِ حرکتِ زمین" کے دلائل کو جدا کر کے مستقلاً ایک "کافل و کامل کتاب" بعنوان "فوز مبین در ردِ حرکتِ زمین" لکھی جس میں ایک سو پانچ دلائل سے حرکتِ زمین باطل کی اور جاذبیت و نافریت وغیرہا مزعومات فلسفہ جدیدہ پر دہ روشن رد کئے جن کے مطالعہ سے ہر ذی انصاف پر بحمدہٖ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے کہ فلسفہ جدیدہ کو اصلاً عقل سے مس نہیں۔"

"فوز مبین کئی فصلوں پر منقسم تھی۔ ان میں سے تیسری فصل میں ایک تذییل لکھی جس میں ان دس دلائل سے تعرض کیا جو فلسفہ قدیمہ نے حرکتِ زمین کے رد میں دیئے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے ان دلائل عشرہ کی تضعیف کی کہ یہ دلائل باطل و زائل ہیں۔"

"ان کے رد نے اصول فلسفہ قدیمہ کے ازہاق و ابطال کا دروازہ کھولا۔ ان اصول فلسفہ قدیمہ کے رد میں تیس مقام لکھے جن سے بعونہٖ تعالےٰ تمام فلسفہ قدیمہ کی نسبت روشن ہو گیا کہ فلسفہ قدیمہ کی طرح بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔"

ان مقامات جلیل کے سبب یہ تذییل غیر معمولی طور پر طویل ہو گئی جس کے نتیجہ میں اصل کتاب "فوز مبین" کی چوتھی فصل بہت دور جا پڑی۔ لہٰذا صاحبزادہ بلند اقبال "ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن" یعنی حضرت مولانا مولوی مصطفےٰ رضا خاں صاحب سلمہ المنان والقاہ الیٰ معالی کمالات الدین والدنیا

کی رائے ہوئی کہ ان مقامات کو رد فلسفہ قدیمہ میں مستقل کتاب کیا جائے کہ اگرچہ دم الاخوین یکجا ہوں، ایک کتاب رد فلسفہ جدیدہ میں رہے دوسری رد فلسفہ قدیمہ میں اور ساتھ ساتھ مقاصد دونوں مبین میں اجنبی (بظاہر غیر متعلق) ابحاث سے فصل بدم طویل نہ ہو۔ یہ رائے اعلیٰ حضرت کو بھی پسند آئی اور اس طرح کتاب کامل النصاب بعون الملک الوہاب المسمّٰی بنام تاریخی "الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوہار الفلسفۃ المشئمۃ" منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔

زاں بعد اعلیٰ حضرت سفارش فرماتے ہیں:۔

"مسلمان طلبہ و اہل علم پر دونوں کتابوں کا بغور بالاستیعاب مطالعہ اہم ضروریات سے ہے کہ دونوں فلسفہ مزخرفہ کی شناعتوں، جہالتوں، سفاہتوں، ضلالتوں پر مطلع رہیں اور بعونہ تعالیٰ عقائد حقہ، اسلامیہ سے ان کے قدم متزلزل نہ ہوں"

تہافت الفلاسفہ میں بیس مسئلے تھے ـــ الکلمۃ الملہمۃ مندرجہ ذیل تیس بلکہ اکتیس مقامات پر مشتمل ہے۔

مقام اوّل:۔ اللہ عزوجل فاعل مختار ہے۔ اس کا فعل نہ کسی مرجح کا دست نگر، نہ کسی استعداد کا پابند۔

مقام دوم:۔ اللہ واحد قہار ایک اکیلا خالق جملہ عالم ہے۔ خالقیت میں عقول وغیرہا کوئی نہ اس کا شریک نہ تخلیق میں واسطہ۔

مقام سوم:۔ فلک محدد جہات نہیں۔

مقام چہارم:۔ قسر کے لئے مقسور میں کوئی میل طبعی ہونا کچھ ضرور نہیں۔

مقام پنجم:۔ خلا محال نہیں۔

مقام ششم:۔ حیز، شکل، مقدار اور جتنی چیزیں جسم کے لئے فی نفسہٖ ضروری ہیں کہ جسم کا ان سے خلو نا متصور، ان میں بھی کسی شے کا جسم کے لئے طبعی ہونا کچھ ضروری نہیں۔

مقام ہفتم:۔ فلک الافلاک میں میل منقسم ہے۔

مقام ہشتم:۔ فلک میں مبدء میل مستدیر نہیں۔

مقام نہم:۔ جسم میں کوئی نہ کوئی مبدء میل ہونا کچھ ضروری نہیں۔

مقام دہم:۔ حرکت وضعیہ کا طبیعیہ ہونا محال نہیں۔

مقام یازدہم:۔ حرکت وضعیہ فلک بھی طبیعیہ ہو سکتی ہے۔

مقام دوازدہم:۔ طبیعت کا دائماً اپنے کمال سے محروم رہنا محال نہیں۔

مقام سیزدہم:۔ حرکت فلک قسریہ ہو سکتی ہے۔

مقام چہاردہم:۔ فلک کی حرکت ارادیہ ہونا ثابت نہیں۔

مقام پانزدہم:۔ بلکہ افلاک کی حرکت قسریہ ہونا ثابت۔

مقام شانزدہم:۔ فلک پر خرق والتیام جائز ہے۔

مقام ہفدہم:۔ (فلک) بسیط نہیں۔

مقام ہیجدہم:۔ فلک کا قابل حرکت مستدیرہ ہونا ثابت نہیں۔

مقام نوزدہم:۔ فلک کی حرکت ثابت نہیں۔

مقام بستم:۔ اصول فلسفہ پر فلک کی حرکت مستدیرہ بلکہ مطلقاً جنبش یکسر باطل و محال۔

مقام بست و یکم:۔ دو حرکت مستقیمہ کے بیچ میں سکون لازم نہیں۔

مقام بست و دوم:۔ امور غیر متناہیہ کا عدم سے وجود میں آجانا مطلقاً محال ہے۔ مجتمع ہوں یا متعاقب، مرتب ہوں یا غیر مرتب۔

مقام بست و سوم:۔ قدم نوعی محال ہے۔

مقام بست و چہارم:۔ قوت جسمانیہ کا غیر متناہی پر قادر ہونا محال نہیں۔

مقام بست و پنجم:۔ آن سیال کوئی چیز نہیں۔

مقام بست و ششم:۔ زمانہ کا وجود خارجی اصلاً ثابت نہیں۔

مقام بست و ہفتم:۔ زمانے کے لئے خارج میں کوئی منشا انتزاع بھی نہیں۔

مقام بست و ہشتم:۔ زمانہ موجود ہو خواہ موہوم کسی حرکت کی مقدار نہیں ہو سکتا۔

مقام بست و نہم:۔ زمانہ کا مقدار حرکت فلکیہ ہونا تو کسی طرح ثابت نہیں۔ بلکہ نہ ہونا ثابت ہے۔

مقام سیم:۔ زمانہ حادث ہے۔

مقام سی و یکم:۔ جزء لایتجزی باطل نہیں۔

ان میں سے تیسرے مقام سے بیسویں مقام تک فلسفہ طبعیات کے ان مسائل پر تنقید کی گئی ہے جو قدیم "فلکیات" سے متعلق ہیں اور جو کتب فلسفہ قدیمہ مثلاً اثیر الدین ابہری کی "ہدایۃ الحکمۃ" کی شروح جیسے "میبذی" میں "القسم الثانی فی الطبیعیات" کے "الفن الثانی فی الفلکیات" کے اندر مشمول ہیں اور ایسا ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ اس وقت اعلیٰ حضرت کے پیش نظر حرکت زمین کے نظریہ کا ابطال تھا۔ اس لئے حرکت سے متعلق فلاسفہ قدیم کے افکار باطلہ کا ازہاق ناگزیر تھا۔ اکیسویں سے چوبیسویں مقام تک قدیم فلسفہ الٰہیات کے اہم مواقف کا ابطال ہے۔

بعد کے چھ مسئلے زمانہ کی ابحاث سے متعلق ہیں اور حق یہ ہے کہ ان کے اندر اعلیٰ حضرت نے جس خوش اسلوبی سے اس باب میں اسلامی تعلیمات کی ترجمانی فرمائی ہے وہ انہیں کا حق ہے۔ کاش کوئی خدا کا بندہ اس زمانہ میں اس کتاب کے ان ابواب کا تذکرہ علامہ اقبال سے کر دیتا جو مسئلہ زمان کے باب میں اسلام اور اسلامی مفکرین کے مواقف سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے ان لوگوں کی ہدایت و رہنمائی طلب کر رہے تھے جو "خویشتن گم است کرا رہبری کند" کے مصداق تھے۔

اکتیسواں مقام فلسفۂ قدیمہ کے اصل الاصول کی رگ جاں پر تیشہ تیز ہے۔ معلوم ہے کہ قدیم

(باقی صفحہ ٦٧ پر)

امام احمد رضا کی ہمہ گیر شخصیت

ایک تازہ ترین فکر انگیز تحریر

علامہ ارشد القادری

۱۹۸۵ء میں ٹھیک اس وقت جب میں دہلی سے ہالینڈ کے سفر پر روانہ ہونے کے لئے بالکل پا بہ رکاب تھا حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی نے اپنی گرانمایہ تصنیف "امام احمد رضا اور ردِّ بدعات و منکرات" کا ایک نسخہ مجھے عنایت فرمایا اور خواہش ظاہر کی کہ نئے ایڈیشن کے لئے کتاب کے متعلق میں اپنے تأثرات قلم بند کر کے موصوف کے حوالہ کر دوں۔ لیکن کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بھی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے بھی اتنی وقیع اور فقید المثال تھی کہ ورق دو ورق میں تبصرے کا حق ادا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے ان کے حکم کی تعمیل سے کامل طور پر عہدہ برآ ہونے کے لئے میں نے کتاب اپنے ساتھ رکھ لی۔

چونکہ میں چند ہی ماہ کے لئے وہاں ایک تعلیمی مشن پر گیا تھا اس لئے دوسرے ہی دن سے جامعہ مدینۃ الاسلام کے نام سے یورپ میں ایک بلند پایہ اسلامی درسگاہ کے قیام کے لئے میری جدّ و جہد شروع ہو گئی۔ اسی درمیان ورلڈ اسلامک مشن کے وفد کے ساتھ تہران، بغداد مقدسہ، مشرق اردن اور سعودی عرب کا مجھے کئی بار سفر کرنا پڑا۔ انھیں مصروفیات کے باعث امروز و فردا پر بات ٹلتی رہی۔ یہاں تک کہ جامعہ کے منصوبے کو اس کے جملہ لوازم کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچا کر میں نو دس مہینے میں ہندوستان واپس لوٹ آیا۔

یہاں بھی ملک گیر پیمانہ پر جماعت اہلسنت کی مذہبی، تنظیمی تعلیمی اور تبلیغی ضروریات نے موقع نہیں دیا کہ میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا۔ یہاں تک کہ کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی منظرِ عام پر آ گیا۔ اب جبکہ چوتھا ایڈیشن چھپنے جا رہا ہے میں طے کر کے بیٹھا ہوں کہ چاہے کیسی ہی مصروفیت سامنے آئے میں کتاب پر اپنا تبصرہ مکمل کر کے ہی دم لوں گا۔

قبل اس کے کہ کتاب کے مشتملات پر میں اپنے تأثرات سے قارئین کرام کو باخبر کروں، کتاب کے مصنف اور ان کے علمی و تبلیغی مشن کے متعلق کچھ کہنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں۔

اس کتاب کے مصنف حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی ہماری جماعت کی مذہبی، علمی اور تبلیغی تاریخ کے لئے ایک نئے عہد کا آغاز ہیں۔ مختلف موضوعات پر کتابوں کی تصنیف و تالیف اور طباعت و اشاعت کے سلسلے میں انھوں نے "المجمع الاسلامی"[1] کے نام سے پرخلوص رفاقت کی بنیاد پر اجتماعی کام کی ایک نئی طرح ڈالی۔ جن رفقاء کے علمی و فکری اور اخلاقی اشتراک و تعاون سے آج یہ ادارہ ملت کے کروروں افراد کا مرکزِ امید بن گیا ہے ان کے اسماءِ گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی
۲۔ حضرت مولانا افتخار احمد قادری مصباحی
۳۔ حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
۴۔ حضرت مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی

حسن اتفاق دیکھئے کہ یہ چاروں ارکان الجامعۃ الاشرفیہ کے فاضل اور استاذ العلماء حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی آغوش تربیت کے پروردہ ہیں۔

جہاں تک مجھے یاد آتا ہے آج سے دس بارہ سال پیشتر الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں "المجمع الاسلامی" کی بنیاد رکھی گئی۔ اس ادارے کے لئے رفاقت کی شرطیں اتنی مشکل اور سخت تھیں کہ اب

---

[1] المجمع الاسلامی مبارکپور کے ارکان اربعہ اس کے بانی ارکان ہیں۔ اور انھیں کے باہمی اشتراک و تعاون اور سعی پیہم کے ذریعہ سے فروغ و استحکام حاصل ہو
- اختر مصباحی -

تک رفقا کی تعداد چار سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ عصر حاضر میں دینی رفاقت کی یہ حیرت انگیز مثال ہو گی کہ چاروں ارکان کے درمیان علم و فضل، دیانت و تقوی، خلوص و للہیت اور طبیعت و مزاج کے اعتبار سے اتنی زبردست ہم آہنگی ہے کہ یوم تاسیس سے لے کر آج تک دس بارہ سال کی طویل مدت میں باہمی تکدر کا چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی ظہور پذیر نہیں ہوا۔

ہند و پاک میں اشتراک عمل کی بنیاد پر دینی و علمی اداروں کی کمی نہیں ہے لیکن "المجمع الاسلامی" بلاشبہہ ان خصوصیات کے لحاظ سے انفرادیت کی حامل ہے کہ

(۱) ادارہ کا ہر رفیق عربی اور اردو ادب پر یکساں اور بھرپور قدرت رکھتا ہے۔ اور تصنیف و تالیف، فکری، علمی، اور تحقیقی صلاحیتوں کے اعتبار سے کوئی کسی سے کم نہیں ہے۔

(۲) المجمع الاسلامی کے طباعتی اور اشاعتی کاروبار کو چلانے کے لئے آج تک اس کے ارکان نے نہ عام چندہ کیا اور نہ اس کے لئے کوئی اپیل شائع کی۔ جہاں تک میرے علم میں ہے ہر رکن نے اوّل یوم اپنے اپنے حصے کی جو رقم جمع کی تھی اسی سے طباعت و اشاعت کا کام شروع کیا گیا، اور ارکان ادارہ منافع کی رقوم اپنے درمیان تقسیم کرنے کی بجائے کاروبار کی توسیع پر صرف کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آج نقود و اموال کی شکل میں کل سرمایہ کا تخمینہ دو لاکھ سے زائد ہے۔

(۳) ادارے کا ہر پروگرام منصوبہ بندی کے ساتھ انجام پاتا ہے۔ اور وہ دو شعبوں پر مشتمل ہے۔ پہلا شعبہ "المجمع الاسلامی" کے رفقا کی خود اپنی تصنیف کردہ کتابوں کی طباعت و اشاعت کا ہے جبکہ دوسرا شعبہ باہر کے مصنفین کی کتابوں کی طباعت و اشاعت سے تعلق رکھتا ہے۔ تراجم کا کام بھی پہلے ہی شعبہ کے ذیل میں آتا ہے۔ دونوں شعبوں کی مطبوعات کی تعداد تقریباً پچاس تک پہنچ چکی ہے۔

(۴) عام طور پر ادارہ کے رفقا اپنے اپنے مقرر کردہ موضوعات پر تصنیف و تالیف کا کام تنہا انجام دے رہے ہیں، لیکن اگر کسی اہم نادر و ضخیم اور غیر مطبوعہ کتاب کی اشاعت کا مرحلہ پیش آ جائے تو اس کی ترتیب و تہذیب اور تبویب و تقدیم کا کام مشترک طور پر انجام دیتے ہیں۔ جیسا کہ ردالمحتار پر امام اہلسنت اعلیحضرت فاضل بریلوی کا حاشیہ "جد الممتار" نامی کتاب کا مسودہ اسی طریقۂ کار کے مطابق زیور طبع سے آراستہ ہوا۔

(۵) نئی کتابوں کی تصنیف کے لئے "المجمع الاسلامی" کے ارکان موضوعات کے انتخاب میں مندرجہ ذیل خصوصیات کو سامنے رکھتے ہیں۔

(الف) علم و فکر یا دینی عقیدہ و تاریخ کا کوئی نیا گوشہ قارئین کے سامنے آئے۔

(ب) اپنی افادیت کے اعتبار سے اہلِ اسلام کی اجتماعی زندگی کو تقویت پہنچاتا ہو۔

(ج) ماضی کی عہد آفریں شخصیتوں کے ان علمی و دینی کارناموں سے دنیا کو باخبر کیا جائے جن پر اب تک پردہ پڑا ہوا ہے۔

المجمع الاسلامی اور اس کے ارکان کے احوال و خصائص پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالنے کے بعد اب اس کتاب کے مصنف حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی کی علمی و فکری اور ادبی و اداری صلاحیتوں سے قارئین کرام کو روشناس کرانا چاہتا ہوں۔

حضرت مولانا موصوف اردو اور جدید عربی پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ اردو تو ان کی مادری زبان ہے۔ لیکن عہد طالب علمی ہی سے عربی ادب کے ساتھ جو ان کا شغف رہا ہے اس نے رفتہ رفتہ انھیں عربی زبان کا بہترین ادیب بنا دیا۔ اس کے علاوہ انھیں سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں بھی تقریباً ڈھائی سال تک رہنے کا موقع ملا۔ جہاں انھوں نے جدید عربی ادب کا گہرا مطالعہ کیا۔ اور شب و روز کی محنت شاقہ سے اتنی مہارت حاصل کر لی کہ اب وہ اہلِ زبان کی طرح جدید عربی میں تحریر و تقریر کی بے محابا قدرت رکھتے ہیں۔

ان کے مبلغ علم کے بارے میں اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ہندوستان کی بین الاقوامی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں شعبہ عربی ادب کے استاذ کی حیثیت سے انھوں نے آٹھ سال تک تدریس کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ اسی دوران انھوں نے عربی ادب میں ایک نہایت وقیع کتاب تصنیف فرمائی جو "المدیح النبوی" کے نام سے حلقۂ اہلِ علم میں متعارف ہے اور ہند و پاک کی معیاری درسگاہوں میں داخل نصاب بھی ہے۔

ان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اشرفیہ کے زمانۂ تدریس میں طلبہ کے اندر تحریری ذوق کی بیداری اور ان کی فکری رہنمائی کا جو عظیم الشان کارنامہ انھوں نے انجام دیا ہے اس کے : اثرات آج پورے ملک میں محسوس کئے جا رہے ہیں اور اہلسنت و جماعت کی نئی نسل کے درمیان تصنیف و تالیف کا رجحان تیزی سے بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے۔

عربی علوم و فنون میں گہرے رسوخ کے ساتھ ساتھ وہ بالغ نظر مفکر اور بلند پایہ محقق کی حیثیت سے بھی اپنے اقران میں امتیازی

خصوصیت کے حامل ہیں۔ اپنی گرانقدر تصنیفات کے ذریعہ ایک شہرۂ آفاق مصنف کی حیثیت سے وہ دنیا کے بیشتر حصوں میں جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ اخلاقی محاسن کے اعتبار سے بھی وہ ایک پرکشش شخصیت کے مالک ہیں، علم و فضل کے ساتھ ساتھ دیانت و تقویٰ کی نعمت سے وہ آراستہ ہیں۔ اور بلاشبہ یہ ثمرہ ہے حضور حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فیضانِ صحبت کا جس نے انھیں پیکرِ محاسن و جامع کمالات بنا دیا۔ اوقات کا تحفظ اور زندگی میں نظم و نسق ان کی قابل تقلید خصوصیات سے ہیں، قلمی کام کرتے کرتے تنہائی کے وہ اس قدر عادی ہوگئے ہیں کہ ہجوم سے انھیں وحشت ہونے لگتی ہے "کام زیادہ باتیں کم" کے اصول پر وہ سختی سے عمل پیرا ہیں۔ موصوف کی گفتگو میں جذبات کا عنصر کم اور معقولیت کا عنصر زیادہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دانشوروں کے حلقے میں ان کا اثر و نفوذ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔

اور ان کا وہ ہنر جس نے اہل علم و ادب سے ان کی شخصیت کا لوہا منوالیا ہے وہ ان کا سحر انگیز اور دلربا طرزِ تحریر ہے جو عام فہم سادہ، اور سلیس ہونے کے باوجود اتنا پرکشش، اتنا خوبصورت اور اس درجہ ادبی محاسن سے آراستہ ہے کہ پڑھئے تو پڑھتے رہئے۔ زبان کے رخ سے ان کے طرز تحریر میں جو خوبیاں ہیں وہ اپنی جگہ پر ہیں۔ قوتِ استدلال، بلندیٔ فکر اور مواد کے اعتبار سے بھی ان کا قلم اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔

اب تقریبًا پانچ سال سے انھوں نے دلی کو اپنا مرکز توجہ بنالیا ہے اور نہایت سرگرمی کے ساتھ وہ المجمع الاسلامی کو بین الاقوامی سطح کے علمی اور تحریری ادارے میں تبدیل کرنے کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں۔

موصوف میں تنظیمی صلاحیتوں کا جوہر بھی بدرجۂ اتم موجود ہے اور اس کا تجربہ ہم نے اس وقت کیا جب کل ہند مسلم پرسنل لا کانفرنس کا مرکزی دفتر دہلی میں منتقل کر کے نائب صدر کی حیثیت سے انھیں مرکز کا انچارج بھی بنا دیا گیا۔ موصوف نے جس ذہانت و تدبر اور ہوش و گوش کے ساتھ مرکز کی ذمہ داریوں کو سنبھالا اس کا اعتراف کانفرنس کے سارے قائدین کو ہے۔ دہلی میں بیٹھ کر ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی علاقائی اور صوبائی شاخوں کے ساتھ رابطہ قائم رکھنا اور انھیں صحیح رخ پر چلانا آسان کام نہیں تھا۔ شریعت کے تحفظ کے لئے تیرہ مہینے تک ملک کے طول و عرض میں جو آئینی و جمہوری جنگ لڑی گئی اس طویل مدت میں مولانا موصوف کی اس خوبی کو قدم قدم پر ہم نے محسوس کیا کہ معاملات میں ان کی رائے نہایت متوازن، معقول اور خوش انجام ثابت ہوتی ہے۔ اس کا بھی اندازہ ہوا کہ دلیل سے اگر ثابت کر دیا جائے کہ کسی مسئلے میں ان کا موقف صحیح نہیں ہے تو اپنی بات واپس لینے میں وہ ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کرتے۔

ورلڈ اسلامک مشن کے ایک مؤقر وفد نے جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ العالمیۃ کی دعوت پر اس کی تیسری بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقدہ ۱۵ تا ۲۰ ستمبر ۱۹۸۶ء طرابلس (لیبیا) میں شرکت کی، دہلی سے لندن اور وہاں سے طرابلس پہنچ کر وفد نے کانفرنس کی کارروائیوں میں حصہ لیا۔ اور لندن ہوتے ہوئے ہماری واپسی ہوئی۔ لیبیا اور برطانیہ میں تین ہفتہ تک مولانا موصوف اور راقم سطور کا ساتھ رہا۔ اس سفر میں بہت قریب سے ان کی صلاحیتوں کا جائزہ لینے کا موقع ملا۔ متعدد وفود و شخصیات سے ملاقات، بین الاقوامی مسائل پر گفتگو، اور دعوت و تبلیغ اسلام کے لئے نئی نئی راہیں نکالنے کے لئے ان کا ذہن جس تیزی و روانی اور وسعت و جامعیت کے ساتھ کام کرتا رہا۔ اس کا اعتراف سارے شرکاء وفد نے کیا اور تحسین و آفرین کی نظروں سے دیکھا۔

ایشیا میں "رضویات" پر تحقیقی کام کرنے والا سب سے قدیم ادارہ پاکستان میں ہے جو "مرکزی مجلس رضا" کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے اس کا صدر دفتر لاہور میں ہے۔ ادارہ کے بانیوں میں نقیب اہلسنت حضرت مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا نام نامی سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے کہ موصوف نے ادارہ کے ذریعہ سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت، ان کے علمی کمالات، ان کی تصنیفی خدمات، ان کے زہد و تقویٰ، ان کے مقام عشق و عرفان اور ان کے تجدیدی کارناموں سے دنیا کے بہت بڑے حصے کو روشناس کرایا۔ پاکستان کی جن علمی شخصیتوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس علمی مشن کو آسمانِ ہفتم پر پہنچا دیا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی
۲۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی
۳۔ حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی
۴۔ حضرت مولانا شمس بریلوی
۵۔ حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری
۶۔ حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری

۷۔ حضرت مولانا سید نور محمد قادری

۸۔ حضرت مولانا سید محمد ریاست علی قادری وغیرہم

خدا کا شکر ہے کہ اس میدان میں ہندوستان بھی پیچھے نہیں رہا۔ یہاں بھی اہلسنت کے متعدد بزرگوں نے انفرادی حیثیت سے رضویات پر جو وقیع لٹریچر تیار کیا ہے اسے دنیا کے بیشمار اہل قلم ماخذ کی حیثیت سے استعمال کر رہے ہیں۔ ہماری معلومات کے مطابق رضویات پر ہندوستان میں اب تک جو کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں ان کے نام یہ ہیں:۔

(۱) حیات اعلیحضرت :۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان۔

اس کتاب کی صرف پہلی جلد شائع ہو سکی ہے۔ باقی تین جلدوں کے مسودات حضرت ملک العلماء کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین احمد صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بیان کے مطابق مولانا محمود احمد رفاقتی (مؤلف تذکرۂ علمائے اہلسنت) کے پاس محفوظ ہیں۔ بار بار کے تقاضہ کے باوجود نہ انھوں نے خود ان کی اشاعت کی اور نہ انھیں واپس کیا۔ ان تینوں جلدوں میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے علوم و معارف اور ان کی پرنور حیات کے کیسے کیسے جواہرات اور لعل و گہر بکھرے ہوئے ہیں اس کا اندازہ تو ان مسودات کے منصۂ شہود پر آنے کے بعد ہی ہو سکے گا۔ خدا کرے مشتاق آنکھوں کو بامراد ہونے کا موقع جلد ہی میسر آئے۔

(۲) سوانح اعلیٰ حضرت :۔ حضرت مولانا بدر الدین احمد قادری

(۳) امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں

(۴) امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات

از حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی

(۵) مجددِ اسلام :۔ حضرت مولانا صابر القادری نسیم بستوی

(۶) امامِ شعر و ادب :۔ حضرت مولانا وارث جمال بستوی

(۷) ارشادات اعلیحضرت :۔ حضرت مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی

(۸) اکرام امام احمد رضا :۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبد الباقی برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۹) سیرت اعلیحضرت :۔ حضرت مولانا حسنین رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰) بریلوی عصر حاضر میں اہلسنت کا علامتی نشان :۔ ارشد القادری

(۱۱) ماہنامہ پاسبان الہ آباد کا مجدد نمبر

(۱۲) ماہنامہ تجلیات ناگپور کا اعلیٰ حضرت نمبر

(۱۳) ماہنامہ المیزان بمبئی کا امام احمد رضا نمبر

یہ ہے اجمالی خاکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی حیات طیبہ اور ان کے علمی و دینی کارناموں پر انفرادی طور سے کام کرنے والے حضرات کا۔ لیکن جب سے "المجمع الاسلامی" کا قیام عمل میں آیا ہے رضویات پر کام کرنے کا سلسلہ اجتماعی شکل میں آگے بڑھ رہا ہے اب تک مندرجہ ذیل کتابیں المجمع الاسلامی کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔

(۱) امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں
حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی

(۲) امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات
حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی

(۳) الفضل الموہبی (تعریب) حضرت مولانا افتخار احمد قادری

(۴) امام اہلسنت :۔ پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی

(۵) اُجالا " " "

(۶) گناہ بے گناہی " " "

(۷) ارشادات اعلیٰ حضرت :۔ حضرت مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی

(۸) تصنیفات امام احمد رضا (زیر طبع) " " "

(۹) کلامِ رضا :۔ نظیر لدھیانوی

(۱۰) عرفانِ رضا :۔ ڈاکٹر الٰہی بخش اعوان

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مقدس شخصیت کے ساتھ ارکان المجمع الاسلامی کی جو فکری، اور جذباتی وابستگی اور لگن میں دیکھ رہا ہوں اس کی روشنی میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس راہ میں ان کی پیش قدمی کا یہی عالم رہا تو وہ دن دور نہیں جب المجمع الاسلامی رضویات پر تحقیقی کام کرنے کا بین الاقوامی ادارہ بن جائے گا۔ خدائے قدیر پردۂ غیب سے ہماری اس آرزو کی تکمیل کے اسباب فراہم کرے۔ آمین۔

اصل کتاب پر تبصرہ

تعارفی تمہید کے بعد اب ہم "امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات" کے مشتملات پر اپنے تبصرہ کا آغاز کرتے ہیں۔

حضرت مصنف نے اپنی کتاب کے مباحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں انھوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت

پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے جو عنوانات قائم کئے ہیں ان سے مصنف کی تحقیقی صلاحیتوں، کمال جستجو، اور وسعت مطالعہ پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ ذیل میں عنوانات کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

شجرۂ طوبیٰ

اس عنوان کے ذیل میں فاضل مصنف نے تفسیر، حدیث اور سلاسل طریقت میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ان سندوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے جو ان کا علمی رشتہ ماضی کے ائمۂ علم وفن سے جوڑتی ہوئی اعلم الاولین والآخرین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات تک پہنچاتی ہیں۔ ان مقدس اسناد کے ذریعہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی ثقاہت اور ان کے علم وفضل کی جلالت شان آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو جاتی ہے۔

تفسیر و ترجمۂ قرآن

اس عنوان کے ذیل میں مصنف نے علوم قرآن، تاویل آیات، اور تفسیرات سلف میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے رسوخ وتبحر، ان کے استحضار و تفکر، اور مفاہیم قرآنی کی تعبیر پر ان کی عظیم قدرت ومہارت کو مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ قرآن حکیم کے دوسرے اردو تراجم کے ساتھ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن (کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن) کا موازنہ کرتے ہوئے مصنف نے ثابت کیا ہے کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے قرآن کا صرف ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ اردو زبان میں قرآن کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن کے خصائص وامتیازات پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ کی خداداد قرآن فہمی کی صلاحیتوں پر بحث کرتے ہوئے ایک جگہ مصنف کتاب تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت فاضل بریلوی کے سینے میں قرآن فہمی کی خداداد صلاحیت ودیعت کی گئی تھی۔ اور تفاسیر معتبرہ راجحہ پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ جب بھی وہ کسی مسئلے کی تحقیق کے لئے قلم اٹھاتے تو عموماً سب سے پہلے ام الکتاب کے دریائے حکمت سے اکتساب فیض کرتے اور اسی کے سایۂ رحمت میں علم وفضل اور تلاش وجستجو کا سفر شوق طے کرتے جس کی محسوس برکتیں یہ ہیں کہ انھوں نے اپنے یقین ووجدان کی حد تک شاید ہی کبھی کسی مسئلے میں لغزش کھائی ہو۔"
(امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات ص۱۱۹)

محدثانہ مقام

اس عنوان کے ذیل میں مصنف نے حدیث کے جملہ علوم وفنون میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مہارت وغزارت اور ان کے محدثانہ عجائب وکمالات کو جس محققانہ پیرایہ میں بیان کیا ہے یہ انھیں کا حصہ ہے۔ ان کی یہ بحث ۴۳ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور ہر صفحہ پر علم و تحقیق کے ایسے نادر جواہرات انھوں نے بکھیرے ہیں کہ آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ علوم حدیث میں اعلیٰ حضرت کی مجتہدانہ بصیرت اور فنی مہارت کے شواہد کو انھوں نے آپ کی جن تصنیفات سے اخذ کیا ہے ان میں یہ تین کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۱) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین
(۲) منیر العینین فی حکم تقبیل الابہامین
(۳) الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی

مثال کے طور پر علم حدیث کے دقائق وغوامض اور حقائق ورموز پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو کتنی دسترس حاصل ہے اس کا ایک نمونہ مصنف نے اپنی کتاب میں حاجز البحرین سے نقل کیا ہے۔

اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ کسی حدیث کے راویوں میں خالد نام کے کوئی راوی تھے۔ ان کے بارے میں غیر مقلدین حضرات نے اعتراض کیا کہ وہ رافضی ہیں اس لئے قابل اعتماد نہیں۔ اس پر اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے جو نقد وجرح فرمائی وہ چشم بصیرت سے پڑھنے کے قابل ہے تحریر فرماتے ہیں:۔

خالد کا نام دیکھتے ہی فیصلہ کر دیا کہ یہ خالد بن مخلد رافضی ہے۔ تمھیں معلوم نہیں کہ مجرد نام پر بے ذکر ممیز ائمہ محدثین کس حالت میں اکتفا کرتے ہیں صحابۂ کرام میں عبد اللہ نام کے بکثرت ہیں خصوصاً عبادلۂ خمسہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری عن عبد اللہ کہے تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوں گے اور کوفی کہے تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ پھر رواۃ مابعد میں تو عبد اللہ صدہا ہیں مگر جب سوید کہیں عبد اللہ تو صرف ابن المبارک مراد ہوں گے۔ محدثین کا شمار

کون کر سکتا ہے مگر جب بندار عن محمد عن شعبہ کہیں
تو غندر کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا۔"

ملاحظہ فرمائیں، علمِ حدیث کے یہ وہ رموز ہیں جو فن میں تبحر کے بعد ہی کسی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ فنِ حدیث میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی جامعیت و غزارت پر مصنف کا ایک اقتباس اور نذر قارئین کرنا چاہتا ہوں، جسے انھوں نے منیر العینین سے اخذ کیا ہے۔ کسی حدیث کو موضوع کب کہا جائے گا۔ اس پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ایک ضابطہ تخریج فرمایا ہے جو لوحِ ذہن پر نقش کرنے کے قابل ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

"ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن حکیم (۲) یا سنت متواترہ (۳) یا اجماع قطعی الدلالۃ (۴) یا عقل صریح (۵) یا حسن صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔ (۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ ہو (۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے۔ اس کے کذب و بطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے (۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی۔ مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں (۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدۂ بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنھیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے (۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک و سخیف ہوں جنھیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ حضور افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو (۱۲) یا ناقل غالی رافضی یا ناصبی ہو کہ نواصب نے فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں بہت سی حدیثیں اور روافض نے فضائل اہلبیت رضی اللہ عنہم میں تین لاکھ حدیثیں گڑھیں (۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ اس نے طمع یا غضب وغیرہما کے باعث حدیث گڑھی (۱۴) یا تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کرنے پر بھی اس کا کہیں پتہ نہ چلے۔ یہ صرف اجلۂ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم (۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کر دے خواہ صراحۃً خواہ اشارۃً کنایۃً۔ یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں۔"

اعلیحضرت فاضل بریلوی کو علم حدیث میں کتنا درک تھا اور کتنی احادیث انھیں مستحضر تھیں، اس کے ثبوت میں کتاب کے مصنف نے احادیث کے جو اعداد و شمار پیش کئے ہیں وہ چشمِ حیرت سے پڑھنے کے قابل ہیں۔

(۱) "النہدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ" میں سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر چالیس احادیث صحیحہ سے استدلال فرمایا ہے۔

(۲) "رادّ القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء" میں ساٹھ احادیث صحیحہ سے صدقے دینے کی فضیلت، صلہ رحمی کے فوائد، اور ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کی دنیوی و اخروی برکتوں کی تفصیلات تحریر فرمائی ہیں۔

(۳) "الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء" میں تین سو احادیث کریمہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنے کا اثبات و احقاق فرمایا ہے۔

(۴) "سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید" میں ایک سو اڑتیس احادیث طیبہ سے نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

(۵) "جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ" میں ایک سو اکتیس احادیث طیبہ سے حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ کا خاتم النبیین ہونا ثابت کیا ہے۔

(۶) "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" میں ڈھائی سو احادیث کریمہ سے سارے انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر سرکار مجتبیٰ احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادتِ مطلقہ اور فضیلتِ کبریٰ کا اثبات فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی محدثانہ جلالت شان پر دلائل و شواہد کے انبار جمع کر دینے کے بعد فاضل مصنف نے آپ کی حدیث دانی کے سلسلے میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کے متعصب قلم پر جس خوبصورت پیرائے میں طنز فرمایا ہے وہ موصوف ہی کا حصہ ہے۔ پڑھئے اور سر دھنئے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

"اب آپ ان روشن خیالوں اور نام نہاد صلح پسندوں کے حاکمانہ فیصلوں کا جائزہ لیجئے کہ حضرت فاضل بریلوی کے سامنے جن کی حدیث دانی کی دھجیاں بکھرتی نظر آرہی ہیں ان کے بارے میں تو یہ خوش فہمی ہے انتہت الیہ رئاسة الحدیث فی عصرہٖ"..... اور جن کی نظر احادیث و رجال پر حاوی، جن کا استحضار بے مثال جن کی دقتِ نظر عدیم النظیر، جن کی ایجادات سرمایۂ علم و فن، ان کے بارے میں یہ جابرانہ فیصلہ "قلیل البضاعة فی الحدیث" (نزہتہ الخواطر)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان حضرات نے تاریخ نویسی و تاریخ نگاری نہیں کی ہے بلکہ تعصب کی دبیز عینک لگا کر صرف تاریخ گری اور حقائق کی پامالی کا ناخوشگوار فریضہ انجام دیا ہے۔ (ص۱۹۱ رد بدعات)

حضرت فاضل مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے محدثانہ مقام پر نادر و بیش بہا معلومات کے اتنے ذخائر جمع کر دیئے ہیں کہ ان مبارک و مسعود آنکھوں کو چوم لینے کو جی چاہتا ہے جنھوں نے ہزاروں اوراق کا سفر کر کے ہمارے لئے سرمایۂ افتخار جمع کر دیا ہے۔

فقہی بصیرت

اس عنوان کے ذیل میں مصنف نے سب سے پہلے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا فقہی سلسلۂ سند نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جو مفتی احناف مکہ مکرمہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن سراج سے شروع ہو کر سات واسطوں سے ہوتا ہوا شیخ احمد بن یونس شلبی تک پہنچتا ہے۔ پھر وہاں سے سولہ واسطوں سے امام اعظم ابوحنیفہ کے ساتھ منسلک ہو جاتا ہے۔ پھر وہاں سے تین واسطوں سے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ پھر ان کے واسطہ سے شارع اسلام حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات پر منتہی ہوتا ہے۔ اس طرح ستائیس واسطوں سے اعلیٰ حضرت کی فقہی سند صاحب شریعت رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

اس کے بعد فاضل مصنف نے ایک فقیہ کے لئے کتنے علوم و فنون کی مہارت کی ضرورت ہے اس موضوع پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ایک ایسی جامع و نادر تحریر کا اقتباس نقل کیا ہے جسے ہم ایک فقیہ کے لئے رہنما اصول سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فقہی کمالات، مجتہدانہ تحقیقات اور علمِ فقہ میں ان کے حیرت انگیز رسوخ و تبحر کے بارے میں حضرت مصنف نے تصنیفات اعلیٰ حضرت سے اتنے شواہد و جزئیات جمع کر دیئے ہیں کہ فاضل مصنف کے کمال جستجو اور وسعت مطالعہ پر ایک قاری حیران رہ جاتا ہے۔ نمونہ کے طور پر کتاب کے ایک مقام سے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں جو ایک فقیہ کے لئے رہنما اصول کی حیثیت سے حرزِ جاں بنانے کے قابل ہے۔

فقاہت کیا ہے اور تفقہ فی الدین کب حاصل ہوتا ہے اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رقمطراز ہیں۔

"فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے۔ بلکہ فقہ بعد ملاحظۂ اصول مقررہ، وضوابط محررہ، ووجوہ تکلم، وطرق تفاہم، وتنقیح مناط، ولحاظ انضباط، ومواضع یسر واحتیاط، وتجنب تفریط وافراط، وفرق روایات ظاہرہ ونادرہ، وتمیز درایات غامضہ وظاہرہ، ومنطوق ومفہوم صریح ومحتمل، وقول بعض وجمہور، ومرسل ومعلل، ووزن الفاظ مفتین، وسبر مراتب ناقلین، وعرف عام وخاص، وعادات بلاد واشخاص وحالِ زمان ومکاں، واحوال رعایا وسلطان، وحفظ مصالح دین، ودفع مفاسد مفسدین، وعلم وجوہ تجریح، واسباب ترجیح، ومناہج توفیق، ومدارک تطبیق، ومسالک تخصیص، ومناسک تقیید، ومشارع قیود، وشوارع مقصود، وجمع کلام ونقد مرام دفہم مراد کا نام ہے۔"

اور خود اعلیحضرت فاضل بریلوی کے کمال تفقہ اور ان کی مجتہدانہ جلالت کا نقطۂ عروج دیکھنا ہو تو اس عنوان کے مشتملات کا وہ حصہ پڑھیے جہاں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اعاظم رجال فقہ کے ناتمام مباحث فقہیہ میں گرانقدر اضافہ فرمایا ہے۔ یا ان کے تسامحات پر تطفل کے پیرائے میں اپنے معروضات پیش کئے ہیں۔ اس سلسلے میں فتاویٰ رضویہ کی جو جلد بھی اٹھائیے مسائل پر بحث کے دوران قال کے بعد اعلیٰ حضرت کا اقول آپ کو ایک ایسے ساحل پر کھڑا کر دے گا

جہاں سے علم و تحقیق کا لہراتا ہوا سمندر دور دور تک نظر آئے گا۔
فاضل مصنف نے اس عنوان کے ذیل میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فنی رسوخ و غزارت اور فقہی تیقظ و استحضار کے ایسے ایسے مواد جمع کر دیئے ہیں کہ بڑے بڑے قد آور معاصرین ان کے مقابلے میں پرِ کاہ کے برابر نظر آنے لگتے ہیں۔

نعتیہ شاعری

اس عنوان کے ذیل میں فاضل مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری پر بحث کرتے ہوئے عشق و ایمان کی ایسی جوت جگائی ہے کہ ورق الٹتے ہی ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہم مدینہ امینہ کی پرنور فضا میں سانس لے رہے ہیں۔ ہر گلی معطر ہے۔ ہر طرف رحمتوں کی بارش ہے۔ ہر قدم جنت کی دہلیز پر ہے۔ اور ہر آنکھ عالمِ قدس کے جلوؤں میں نہا رہی ہے۔

منظر کی تبدیلی کا یہ کمال قارئین کو حیران و ششدر بنا دیتا ہے کہ ورق ورق پر جس کے علم و ادراک، جس کی عقل و فکر، اور جس کی حکمت و دانائی کے آگے ساری دنیا کو سرنگوں دیکھتے آئے اب اسی تاجدار علم و فضل کو ایک عاشق دریوزہ گر کے پیکر میں اپنے محبوب کی چوکھٹ پر گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ ٹھیک ہی کہا ہے کہنے والوں نے کہ علم کی جلالت شان اور عشق کی دریوزہ گری دونوں کو ایک سنگم پر دیکھنا ہو تو فتاویٰ رضویہ اور حدائق بخشش دونوں کو ایک ساتھ پڑھئے۔ اور یہی انداز یہاں فاضل مصنف نے اختیار کیا ہے۔

دار الافتاء سے نغموں کی آواز کا رشتہ سمجھنا ہو تو صاحب شریعت کے قدموں کے نیچے دل بچھا کر دیکھئے۔ اور جبہ و دستار کا تقدس محبت کی والہانہ وارفتگی میں کس طرح بھیگتا ہے اس کا اندازہ لگانا ہو تو مصطفیٰ جانِ رحمت کے جلوؤں میں نہا کر دیکھئے۔ علم شریعت کے بغیر عشق جنونِ محض ہے اور علم کی انجمن میں عشقِ رسول کی شمع فروزاں نہ ہو تو اسی علم کا نام حجاب اکبر ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے یہاں علم اور عشق کا توازن حیرت انگیز بھی ہے اور قابل دید بھی۔ محبت کی بیخودی میں بھی ان کا تفقہ ان کی فکر پر چھایا رہتا ہے اور ان کے کلام کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ایک ایک شعر شریعت طاہرہ کے سانچے میں ڈھل جانے کے باوجود شعریت کا رنگ و آہنگ اور تغزل کا بانکپن کسی گوشے سے مجروح نہیں ہوتا اس طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے حدائق بخشش کے ذریعہ صرف قارئین ہی کو مومن نہیں بنایا بلکہ اردو ادب کو بھی مومن بنا دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعت گوئی کا ایک رخ جس پر اب تک پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ ہے کہ انھوں نے کوئی نعت اس لئے نہیں لکھی کہ اسے کسی مشاعرے میں پڑھ کر سننے والوں سے داد وصول کریں اگر یہ امر واقعہ ہے تو سوال اٹھتا ہے کہ حسن چاہے کلام میں ہو یا چہرے میں وہ فطری طور پر اپنی نمائش چاہتا ہے۔ اگر انھیں اپنا کلام اصحاب ذوق کے سامنے پیش نہیں کرنا تھا تو پھر بتایا جائے کہ اس کے وجود میں آنے کا داعیہ کیا تھا؟

میں عرض کروں گا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی یہی خصوصیت انھیں ان پیشہ ور شاعروں سے ممتاز کرتی جو صرف اپنے فن کی نمائش کے لئے ایک خیالی محبوب کو اپنا مرکز فکر بنا کر اشعار کہتے ہیں۔ وہ اپنی مصنوعی واردات کو دوسروں کو سنانے کے لئے موزوں نہ کریں تو پھر بتایا جائے کہ ان کی طبع آزمائی کا دوسرا مصرف ہی کیا ہے؟

لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان کے یہاں واردات کا محور کوئی فرضی محبوب نہیں ہے بلکہ ایک ایسا حقیقی محبوب ہے جو ان کی رگ جاں سے بھی قریب ہے اور جو سمیع بھی ہے اور بصیر بھی۔۔۔ جسے اپنا نغمۂ محبت اور نالۂ دل خود محبوب ہی کو سنانا ہو اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ دوسروں کو سنانے کے لئے طبع آزمائی کرے۔

اب رہ گیا سوال داد و تحسین کا تو جب کسی غیر کی تعریف پر مشاعرے کے سامعین داد دینے میں بخل نہیں کرتے تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے حقیقی ممدوح جس نے اپنے مداحوں کو ہمیشہ خلعتِ شاہانہ سے نوازا ہے وہ حدائق بخشش کے مصنف کو بھی اگر اپنی بخشش و عنایات سے نہال کر دے تو مقام حیرت کیا ہے؟ پھر سوال اٹھتا ہے کہ اگر درمیان میں مدینہ سے چلنے والی نسیم رحمت کا ہاتھ نہیں تو بتایا جائے کہ آج ہند و پاک سے لے کر زمین کے کناروں تک صحیح الاعتقاد مسلم آبادی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ نغموں کو کس نے پہنچا دیا ہے؟

"مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"۔۔۔ اگر بارگاہ رسالت سے خلعتِ قبول حاصل نہیں کر چکا ہے تو ایشیا، یورپ، افریقہ اور

امریکہ کے ہر کشور میں یہ ترانۂ محبت کس کے کرم سے گونج رہا ہے؟

بات آگئی ہے تو قبول عام کی ایک ایمان افروز کہانی سنئے! غالباً آج سے چھ سال پہلے کی بات ہے۔ دہلی کی مرکزی حکومت کے ایک وزیر جو اس وقت میرے دوستوں میں تھے۔ جب حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہو کر واپس آئے تو میں ان سے ملنے گیا۔ انھوں نے ملاقات کے دوران بتایا کہ اپنے اس مبارک و مسعود سفر میں ایک دن مدینہ شریف کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک دوکان پر نظر پڑی۔ غالباً وہ کسی پاکستانی کی دوکان تھی۔ وہاں میں نے دیکھا کہ پچاسوں آدمیوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ساری بھیڑ ایک کیسٹ خریدنے کے لئے اکٹھی ہوئی ہے۔ اس کیسٹ میں کوئی بہت پرکشش اور روح پرور نعت شریف ہے۔ اتنے لوگوں کا والہانہ شوق دیکھ کر مجھے بھی شوق ہوا کہ ایک کیسٹ بجا کر دیکھوں۔ جیسے ہی دوکاندار سے ایک کیسٹ لے کر میں نے ٹیپ ریکارڈر پر چڑھایا اس کی آواز نے مجھے بیخود بنا دیا۔ سرکار بطحیٰ کی تعریف و توصیف میں چار زبانوں پر مشتمل کس غضب کا وہ قصیدہ تھا کہ جو سنتا تھا وہ وارفتۂ شوق ہو جاتا تھا۔ مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پر تھی کہ اس بھیڑ میں ہندوستانی، پاکستانی اور بنگلہ دیشی کے علاوہ شامی اور ترکی بھی تھے۔ یمنی اور ایرانی بھی تھے۔ قصیدے کے مضمون سے پوری طرح واقف بھی نہیں تھے پھر بھی جھوم رہے تھے۔ نغمہ ہی کچھ ایسا تھا کہ لوگوں پر ایک عجیب محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔

اتنا کہتے کہتے وہ اٹھے اور ایک کیسٹ لا کر جیسے ہی اسے ٹرانزسٹر پر چڑھایا اور لمے آن کیا تو کوئی نعت خواں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہ نغمہ الاپ رہا تھا۔

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ، مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے، تجھ کو شہ دوسرا جانا

جب میں نے انھیں بتایا کہ یہ قصیدہ اس عہد کے حسان الہند امام العاشقین اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا ہے تو دیر تک ان پر سکتے کی کیفیت طاری رہی۔ بار بار وہ یہ کہتے رہے کہ بارگاہ رسالت کے ایک پیکر عشق و عقیدت کو کچھ لوگوں نے کس بری طرح مطعون کیا ہے۔ کاش! وہ لوگ اپنی جماعتی عصبیت سے اوپر اٹھ کر یہ قصیدہ ایک بار سن لیتے تو انھیں شخصیت کا صحیح عرفان حاصل ہو جاتا۔

صحیح کہا ہے کہنے والوں نے کہ "از دل خیزد بر دل ریزد" اعلیحضرت فاضل بریلوی کے کلام میں شاعرانہ تخیل کی کارفرمائی نہیں بلکہ دل مبتلا کی حقیقی کیفیت ہے جو منظوم ہو گئی ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ نغموں میں ایسا لگتا ہے کہ خود عشق کو زبان مل گئی ہے اور وہ جب اپنا قصۂ درد سناتا ہے تو دلوں کا عالم زیر و زبر ہونے لگتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری پر مصنف نے جتنا کچھ لکھ دیا ہے وہی اہل دل کے لئے بہت کافی ہے۔ اب اگر کسی کے پہلو میں دل ہی نہ ہو تو پتھروں کو سمجھانا کس کے بس کی بات ہے۔ اس لئے اس موضوع پر اپنا تبصرہ تمام کرتے ہوئے اب میں آگے بڑھتا ہوں۔

حضرت مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری کے بعد جن مرکزی عنوانات کو اپنا موضوع سخن بنایا ہے وہ یہ ہیں:۔
(۱) احیاء سنت اور تجدید ملت (۲) عشق رسول (۳) نیابت[1] غوث الوریٰ (۴) ایشیا کا عظیم محقق (۵) احوال سفر آخرت[2]

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کتنی مردہ سنتوں کو زندہ کیا اور ڈیڑھ ہزار برس کی ملت طیبہ طاہرہ کو باطل کی آمیزش سے پاک کر کے کس طرح اس کی تجدید فرمائی۔ اس موضوع پر حضرت مصنف نے ۱۳۲ صفحات میں علم و تحقیق کے دریا بہا دیئے ہیں۔ اس موضوع پر جس عرق ریزی، اور کاوکندنی کے ساتھ انھوں نے تاریخ سے مواد و واقعات جمع کئے ہیں اس کی داد و تحسین کے لئے مجھے مناسب الفاظ نہیں مل رہے ہیں۔ برصغیر ہند میں اسلام کی پیش قدمی اور اس کے فروغ و ارتقاء پر اس صدی کی تاریخ جن لوگوں نے لکھی ہے ان میں بہت کم لوگ ہیں جنھوں نے حقائق کو سامنے رکھ کر تاریخ نویسی کا فرض انجام دیا ہے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہے کہ انھوں نے حقائق سے آنکھیں بند کر کے تاریخ لکھی نہیں بلکہ وضع کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب کسی مورخ کا ذہن جانبدار ہو جائے تو ان شخصیتوں کی قرار واقعی حیثیت کیونکر منظر عام پر آسکتی ہے جن کی طرف سے دلوں میں کسی طرح کی خلش ہے۔

اور اس میں دو رائے نہیں ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ تاریخ کا یہی حادثہ پیش آیا ہے۔ عصر حاضر کے مورخین نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت، ان کی علمی جامعیت، ان کی دینی و ملی خدمات، اور ان کے گراں بہا تجدیدی کارناموں کے ساتھ صرف اس لئے انصاف نہیں کیا کہ وہ انھیں اپنے خیمے کا آدمی

---

[1] [2] چوتھے ایڈیشن میں یہ حصے حذف کر دیئے جائیں گے۔ اختر مصباحی

نہیں سمجھتے۔حالانکہ مورخ کی حیثیت تاریخ ساز کی نہیں صرف تاریخ نویسی کی ہوتی ہے۔ وہ تاریخ بناتا نہیں بلکہ شخصیتوں کی بنائی ہوئی تاریخ صرف قلمبند کرتا ہے۔اس طرح کی جانبدار تاریخ کے ملبے سے کسی حریف شخصیت "کے قابل تحسین کارناموں کو نکال لینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بلاشبہ حضرت مولانا محمد یٰس اختر مصباحی ساری دنیائے سنیت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ پہاڑ کھود کر انھوں نے چوہے نہیں شیر نکالا ہے۔

اور مجھے کہنے دیجئے کہ پہاڑ کھودنے کے بعد بھی انھیں کچھ نہیں ملتا اگر سچائیوں کا خود اپنا کوئی وجود نہ ہوتا۔اور سچی بات یہی ہے کہ ہزار پردہ ڈالنے کے بعد بھی حقیقت کی کرن کسی نہ کسی منفذ سے پھوٹ کر رہی۔ اس طرح برصغیر ہند میں دینی اور ملی سرگرمیوں کی صحیح تاریخ مرتب کرنے کے لئے اہلسنت کے مصنفین کو مواد ہاتھ آئے۔

اس گراں قدر خدمت کے لئے پاکستان میں پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مجددی مظہری اور ہندوستان میں حضرت مولانا یٰس اختر مصباحی کو قدرت نے ایسا لگتا ہے چن لیا ہے۔۔۔۔اور جہاں تک ایک غلط اور مصنوعی تاریخ کی زد سے عصر حاضر کے مسلمانوں کو خبردار کرنے اور انھیں بچانے کا کام ہے تو یہ خدمت اس خادم ناکارہ کے حصے میں آئی ہے۔ زلزلہ اور زیروزبر جیسی دستاویزی کتابیں اسی ضرورت کا دوسرا نام ہے۔

اس کتاب کے اس حصے پر جس کا تعلق اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت اور ان کے لازوال کارناموں سے ہے، میرا تبصرہ بہت طویل ہوگیا۔ اب میں جلد ہی اس مبحث کی طرف آرہا ہوں جو اس کتاب کا اصل موضوع ہے۔یعنی "امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات"۔

اس مقام پر حضرت مصنف کی علمی فراست اور فکری شعور کو میں داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کتاب کا یہ نام رکھ کر انھوں نے ایک بہت بڑے جھوٹ کا پردہ فاش کیا ہے۔ایک ایسا جھوٹ جو بار بار دہرایا گیا اور اتنی قوت سے دہرایا گیا کہ لوگوں کو اس پر سچ کا گمان ہونے لگا۔

جن لوگوں کے اعتقادی مفاسد پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے قلم کا نشتر چلایا تھا وہ زخموں کی تاب نہ لا کر زندگی بھر کراہتے رہے۔ انتقام ہر زخمی کا فطری تقاضہ ہے اور فطرت ہی کا یہ بھی ایک عقیدہ ہے کہ جب آدمی دشمن پر قابو نہیں پاتا تو دشنام طرازیوں پر اتر آتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ علم و استدلال کے ذریعہ جو لوگ اپنے خلاف اہانت رسول کے الزام کا دفاع نہیں کرسکے ان کو اپنے جذبۂ انتقام کی تسکین کی یہی صورت نظر آئی کہ جس طرح بھی ممکن ہو "مولانا احمد رضا خاں بریلوی ؒ کی شخصیت کو مجروح کیا جائے۔

علمی جلالت اور کردار کے تقدس پر انگلی رکھنے کی کوئی جگہ نہیں مل سکی تو یہ الزام لگایا گیا کہ انھوں نے سنتوں کی بجائے بدعتوں کو زندہ کیا ہے۔

اس طرح کے الزام تراشنے والوں میں دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب (صدر جمعیۃ علماء ہند) کا نام سر ورق ہے۔انھوں نے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" مطبوعہ دیوبند میں اعلیحضرت فاضل بریلوی کو پانی پی پی کر تقریباً چھ سو جو گالیاں دی ہیں انھیں میں ایک گالی "مجدد البدعات" کی بھی ہے۔جس سے انھوں نے اپنی کتاب کے ہر ورق کو داغدار کیا ہے۔

لیکن اس مقام پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کردار کی ارجمندی کو بار بار سلام کرنے کو جی چاہتا ہے کہ ان کے خلاف کذب بیانی والزام تراشی کا کاروبار کرنے والے اپنی ہزار دشمنی کے باوجود اب تک ان پر یہ الزام عائد نہ کرسکے کہ وہ بدعتوں کے موجد بھی ہیں۔

"مجدد" اور "موجد" کے درمیان جو معنوی فرق ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔اب جو لوگ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو "مجدد البدعات" کہتے ہیں انھیں یہ بتانا ہوگا کہ ان بدعات کا موجد کون ہے؟ اور اپنی کارگزاریوں کی یہ رپورٹ بھی پیش کرنی ہوگی کہ علمائے دیوبند نے ان "موجدین" کو کتنی بار گالیاں دی ہیں؟

میرا موضوع یہ نہیں ہے اور نہ میرے پاس ان بدعات کی ایک لمبی فہرست ہے جن کی ایجاد کا سہرا خود علمائے دیوبند کے سر بندھتا ہے۔ وقت اگرچہ نہیں ہے لیکن مقام کی مناسبت سے ایک ہلکا سا اشارہ کرکے گذر جانا چاہتا ہوں کہ الزام بغیر سند کے نہ رہ جائے۔

ذیل میں ان بدعتوں کی ایجادات کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) دفع بلا اور قضائے حاجت کے نام پر مدرسہ کی مالی منفعت کیلئے "ختم بخاری شریف" کی بدعت کا موجد کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دار العلوم ہے۔

(۲) نماز جنازہ کے لئے انتظامی مصلحت کی بنیاد پر نہیں بلکہ غلط

عقیدہ کی بنیاد پر احاطۂ دار العلوم میں جگہ مخصوص کرنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دار العلوم ہے۔

(۳) مسلم میت کے کفن کے کپڑے "کھدر" کی شرط لگانے اور "کھدر" کے بغیر نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دینے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبندی شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ہیں۔

(۴) وراثت انبیاء کی سند تقسیم کرنے کے لئے "اہتمام و تداعی" کے ساتھ "صد سالہ اجلاس" منعقد کرنے اور ایک نامحرم اور مشرک عورت کو اسٹیج پر بلا کر اسے کرسی پر بٹھانے اور اپنے مذہبی اکابر کو اس کے قدموں میں جگہ دینے کی "بدعت سیئہ" کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دار العلوم ہے۔

(۵) دینی درسگاہ کے احاطے میں قومی ترانے کے لئے "قیام تعظیمی" کی بدعت سیئہ کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دار العلوم ہے۔

(۶) کانگریسی امیدوار کو کامیاب بنانے کے لئے انتخابی جدوجہد کو مذہبی فریضہ سمجھنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دار العلوم ہے

(۷) اپنے اکابر کی موت پر "اہتمام و تداعی" کے ساتھ جلسۂ تعزیت منعقد کرنے اور ضلالات و اباطیل پر مشتمل منظوم مرثیہ پڑھنے پڑھانے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دار العلوم دیوبند ہے۔

(۸) بالالتزام کسی متعین نماز (بالخصوص نماز عصر) کے بعد نمازیوں کو روک کر ان کے سامنے "تبلیغی نصاب" کی تلاوت کرنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود علمائے دیوبند ہیں۔

(۹) کلمہ و نماز کی تبلیغ کے نام پر "چلہ" اور "گشت" کرنے کرانے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود علمائے دیوبند ہیں۔

(۱۰) اسلام کے پانچ منصوص ارکان کی بجائے اپنی طرف سے متعین کردہ صرف "چھ ارکان" کی تبلیغ کرنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود علمائے دیوبند ہیں۔

یہ اور اس طرح کی بے شمار بدعات و منکرات ہیں جن کے ایجاد و تجدید کا سہرا علمائے دیوبند کے سر ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ لوگ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو بدعتی کہتے نہیں تھکتے۔

چلی بھی، برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

اس کتاب کے مصنف نے ان بدعات و منکرات کی ایک طویل فہرست قارئین کے سامنے پیش کی ہے جنھیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے بلا خوف لومۃ لائم باطل قرار دیا ہے اور دلیل کی پوری قوت کے ساتھ ان کی مذمت کی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے جن امور کو بدعت قرار دیا اور ان کا رد و ابطال کیا ہے اسے صحیح طور پر سمجھنے کے لئے یہ اصولی بحث ذہن میں رکھئے۔

ہر وہ چیز جو عہد رسالت یا عہد صحابہ میں اپنی ہیئت کذائی کے ساتھ موجود نہ ہو اسے بدعت کہا جاتا ہے۔

احادیث مبارکہ و اقوال ائمہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر بدعت بدعت سیئہ نہیں ہے۔ بلکہ بدعت ضلالت صرف وہی بدعت ہے جو کسی سنت کو مٹاتی ہو یا شریعت کے کسی قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں آتی ہو۔

جیسا کہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں کل بدعۃ ضلالۃ کے تحت حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

وآنچہ موافق اصول و قواعد و سنت است و قیاس کردہ شدہ است آں را بدعت حسنہ گویند۔ وآنچہ مخالف آں باشد بدعت ضلالت گویند۔

اور جو شریعت کے اصول و قوانین اور سنت کے مطابق ہے اور قیاس کیا گیا ہے اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ اور جو اس کے خلاف ہو اسے بدعت ضلالت کہتے ہیں۔

اس عبارت سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ کسی چیز کا صرف نو ایجاد ہونا بدعت ضلالت ہونے کے لئے کافی نہیں۔ تاوقتیکہ وہ کسی سنت یا اصول شرع سے متصادم نہ ہو اسے بدعت ضلالت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

کیونکہ کسی چیز کا صرف نو ایجاد ہونا اگر بدعت ضلالت کا موجب ہوتا تو شارع اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اسلام میں اچھے طریقے ایجاد کرنے کی ہرگز ترغیب نہیں دیتے جیسا کہ اس حدیث میں ارشاد فرمایا۔

من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا من غیر ان ینقص من اجورہم شئ ومن سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرہا ووزر من عمل بہا من غیر ان ینقص من اوزارہم شئ

اسلام میں جو شخص اچھا طریقہ ایجاد کرے تو اسے ایجاد کرنے کا
لے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب بھی۔ اور عمل کرنے والوں
ب میں کچھ کمی نہ آئے گی۔ اور جو برا طریقہ ایجاد کرے تو ایجاد کرنے
ے گناہ ہوگا اور ان کا گناہ بھی اس کے سر پر لدے گا جو اس پر
یں گے۔ اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

(باب العلم مشکوٰۃ المصابیح)

اس حدیث پاک سے بدعت کی دو قسمیں نکل آئیں ایک بدعت
دوسری بدعت سیئہ یعنی بدعت ضلالت۔

بلکہ اسی بنیاد پر شارح بخاری حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ
ں نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بدعت حسنہ کی تین قسمیں بیان کی
بدعت جائز، بدعتِ مستحب، اور بدعتِ واجب۔

اور بدعت ضلالت کی دو قسمیں ہیں —— ایک بدعت مکروہ
ں بدعت حرام۔

اس طرح بدعت کی کل پانچ قسمیں ہوگئیں۔ جائز، مستحب، واجب
ور حرام۔ —— مگر دیوبندی حضرات کو صرف بدعت حرام
۔

شیخ الاسلام حضرت امام نووی شافعی م ۶۷۶ھ اسی تقسیم
ین تحریر فرماتے ہیں۔

وقد ذکر، شیخ الاسلام ابو محمد عبد السلام رحمہ اللہ
به القواعد ان البدع علی خمسة اقسام۔ واجبة
ة، ومکروهة، ومستحبة، ومباحة (ص۔ ۲۳۷۔
ر المنتخبہ مطبوع بیروت)

حضرت شیخ امام عز الدین بن عبد السلام اپنی کتاب القواعد میں
یں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ واجب، حرام، مکروہ، مستحب
ہ۔

اور حدیث مبارک من احدث فی امرنا ما لیس منه
ا جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس
ں وہ مردود ہے) کی شرح میں صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں:۔
المعنی ان من احدث فی الاسلام رایا لم یکن له
کتاب والسنة سند ظاهر وخفی او مستنبط فهو مردود
۱، مرقاۃ جلد اول)

اس کے یہ معنی ہیں کہ جس شخص نے اسلام میں ایسی کوئی رائے
ہیں کے لئے کتاب وسنت کی ظاہری یا پوشیدہ یا اخذ کردہ دلیل
نہ ہو وہ مردود ہے۔

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

انما المحذور بدعة تراغم سنة مامورا بها

(احیاء العلوم جلد اول)

ممنوع وہ بدعت ہے جو کسی سنت کے خلاف ہو (نو ایجاد چیز)

اتنی تمہید کے بعد اب بدعت کے باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور علمائے دیوبند کے موقف کو اس طرح سمجھئے کہ علمائے دیوبند کے یہاں ہر نو ایجاد چیز بدعت ضلالت ہے۔ جبکہ اکابر امت اور ائمۂ اسلام کی متابعت میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مسلک یہ ہے کہ کسی بھی نو ایجاد چیز کو اس وقت تک بدعت ضلالت نہیں قرار دیا جا سکتا جب تک کہ وہ کسی سنت کو نہ مٹائے یا شریعت کے کسی قاعدۂ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں نہ آتی ہو۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا موقف یہ ہے کہ اگر صرف نو ایجاد ہونے کی وجہ سے کسی چیز کو بدعت ضلالت یعنی حرام قرار دے دیا جائے تو اسلام کا سارا نظام عمل درہم برہم ہو کر رہ جائے اور یہ دعویٰ ثابت کرنا ہمارے لئے ناممکن ہو جائے کہ اسلام قیامت تک کے لئے ہر دور میں انسانی زندگی کے مسائل کا حل اپنے اندر رکھتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جن امور کو بدعتِ ضلالت قرار دیا ہے۔ آپ زیر نظر کتاب میں ان کا گہرائی میں اتر کر جائزہ لیں تو آپ واضح طور پر محسوس کریں گے کہ وہ یا تو کسی سنت سے متصادم ہیں یا شریعت کے کسی قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں داخل ہیں۔

برخلاف علمائے دیوبند کے کہ وہ ہر نو ایجاد چیز پر بے دریغ بدعت ضلالت ہونے کا حکم صادر کرتے ہیں اور اسے حرام قرار دے کر مسلمانوں میں اختلاف کے نئے نئے محاذ کھولتے رہتے ہیں۔

مثال کے طور پر محفل میلاد ہی کو لے لیجئے۔ اس کے بدعتِ ضلالت اور حرام ہونے کی ان کے پاس سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ چھ سو برس کی نو ایجاد بدعت ہے۔ موجودہ ہیئت کے ساتھ نہ وہ عہد رسالت میں موجود تھی اور نہ عہد صحابہ میں۔

لیکن ائمۂ اسلام کے مسلک کے مطابق جب ان سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اگر آپ حضرات کے یہاں صرف نو ایجاد ہونے کی بنیاد پر محفل میلاد، بدعت ضلالت ہے تو وہ جن اجزاء پر مشتمل ہے ان میں سے کسی جز کے بارے میں نشاندہی کیجئے کہ وہ سنت کو مٹاتا ہو۔

یا شریعت کے کسی قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں آتا ہو؟ تو سوائے خاموشی کے ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔

محفل میلاد کے اجزا یہ ہیں (۱) دعوت عام (۲) فرش و تخت و شامیانہ (۳) روشنی (۴) بخور و عطریات و گلاب (۵) شیرینی (۶) مجمع مسلمین (۷) ذاکر و میلاد خواں (۸) ذکر الٰہی و ذکر میلاد و فضائل رسول (۹) قیام و سلام۔

ان میں سے سوائے قیام و سلام کے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس پر خود ان حضرات کا جلسۂ سیرت یا جلسۂ وعظ یا جلسہ تبلیغ یا جلسۂ دستار بندی یا جلسۂ تنظیم و جماعت مشتمل نہ ہو اس لئے کسی جز کو بدعت ضلالت قرار دے کر کہنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ خود اپنے ہی جلسوں کو حرام قرار دیں۔

اب رہ گیا معاملہ قیام و سلام کا تو یہ بھی ان کے یہاں وجہ حرمت نہیں ہے۔ کیونکہ بدون قیام بھی محفل میلاد ان کے یہاں حرام ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں دیوبندی قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہی نے تحریر فرمایا ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ محفل میلاد کی حرمت کی وجہ غلط روایتوں کا پڑھنا یا بیان کرنا ہے، تو میں کہوں گا کہ روایت صحیحہ بھی میلاد کی محفل علمائے دیوبند کے یہاں حرام ہے جیسا کہ مذکورہ کتاب میں گنگوہی صاحب اس کی بھی تصریح کر چکے ہیں۔

میں نے متعدد بار دیوبندی مناظرین سے سوال کیا کہ جب ہماری محفل میلاد اور آپ کے جلسۂ وعظ کے اجزا ایک ہی ہیں تو آپ کا جلسۂ وعظ جائز اور ہماری محفل میلاد حرام کیوں ہے؟ صرف اس وجہ سے تو کوئی چیز حرام یا حلال نہیں ہو سکتی کہ آپ کے جلسہ کا نام جلسۂ وعظ ہے اور ہمارے جلسہ کا نام جلسۂ میلاد ہے۔

جب ان حضرات سے کوئی جواب نہیں بن پڑا تو میں نے عرض کیا کہ ایک ہی وجہ فرق میری سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقعہ پر ساری کائنات میں خوشی کے ڈنکے بج رہے تھے مگر شیطان کے گھر میں ماتم بپا تھا۔ وہ شدت غیظ میں اپنے سر پر خاک ڈال رہا تھا۔ اسے ولادت باسعادت سے تکلیف پہنچی تھی۔ بہت ممکن ہے کہ آپ حضرات کو ذکر ولادت پاک سے تکلیف پہنچتی ہو۔

بات بہت دور نکل گئی ورنہ مجھے کہنا یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے جن امور کو بدعت ضلالت قرار دیا ہے اس کا محرک نہ دل کا غیظ ہے اور نہ طبیعت کی افتاد! بلکہ پورے جذبہ

اخلاص کے ساتھ انھوں نے اپنے علم کا حق ادا کیا ہے اور جو امور کتاب و سنت سے متصادم تھے صرف انھیں امور کو انھوں نے بدعت ضلالت کے خانے میں رکھا ہے۔

زیر نظر کتاب پر میرا تبصرہ کافی طویل ہوگیا جس کے لئے میں قارئین سے معذرت چاہتا ہوں کہ بہت دیر تک میں آپ کے اور کتاب کے درمیان حائل رہا۔

حضرت مصنف نے یہ کتاب لکھ کر ایک عظیم الشان خدمت انجام دی ہے۔ اور اب ہمیں امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ وہ اپنے ماہنامہ حجاز دہلی کے ذریعہ دین و ملت کی گراں قدر خدمات کا دائرہ وسیع کر کے وہ توقعات پوری کر سکیں گے جو قوم نے ان سے وابستہ رکھی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ رب کائنات آپ کے علم و فہم میں مزید وسعت و جامعیت عطا فرمائے۔ اور قلم کی بیشمار برکتوں سے نوازے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد
آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

(صفحہ ۶۳ کا بقیہ)

فلسفۂ طبیعیات کی اساس اس مسئلہ پر ہے جو ہدایۃ الحکمۃ کی شروح اور دیگر کتب فلسفہ قدیمہ میں ہے۔ "ابطال الجزء الذی لا یتجزیٰ" کے عنوان سے بیان کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس کی تنقید میں جو کاوش فرمائی ہے وہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔ مگر کتاب کی جان پہلے دو مقام ہیں اور انھیں کی تبیین و توضیح میں مجدد مأتہ حاضرہ کی انفرادیت کا راز مضمر ہے۔

لیکن اس کی تفصیل ایک مستقل پیش کش کی مقتضی ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کی یہ عاجز متمتد اپنے ناتواں بازوؤں میں سکت نہیں پاتا۔ یوں بھی مجدد مأتہ حاضرہ جیسے نادرۂ روزگار کی عبقریت کی کما حقہٗ تصویر کشی کے لئے جن جامع منقول و معقول فضلاء کی کاوش تحقیق درکار ہے وہ نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ قدرت خداوندی سے بعید ہے کہ:

"مردے از غیب بروں آید و کارے بکند"

امام احمد رضا فاضلِ بریلوی

ایشیا کا ایک عظیم مصنّف و محقق

یٰسٓ اختر مصباحی

یودھویں صدی ہجری میں عالم اسلام کی مذہبی
یانی شخصیتوں کے حالات اور ان کی گراں قدر
ت کو دین و دانش کے معیار پر دیکھا جائے۔ تو علم
ں، زہد و تقویٰ اور خدمت دینِ متین کے لحاظ سے
ر علماء و مشائخ کرام کے جھرمٹ میں وہ نفوس
جو نازشِ بزم اور رونقِ انجمن ہیں۔ جن کے
جلال و جمال نے تیرہ و تار ماحول کو اپنے انوار
ات سے روشن و تابناک بنا رکھا ہے۔ ان میں
خصوصیت کے ساتھ ممتاز و نمایاں اور زریں
ت سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔
۔ شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت مجدد دین
ں امام احمد رضا قادری برکاتی فاضل بریلوی
سرہ م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء۔

عاشق رسول عارف باللہ حضرت علامہ شیخ
ف بن اسمٰعیل نبہانی قاضی القضاۃ بیروت
۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء (تلمیذ استاذ الاساتذہ شیخ
السقا الشافعی م ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء)۔
مہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی نے رجب ۱۲۸۹ھ
معہ ازہر مصر سے علوم نقلیہ و عقلیہ کی
سل کی اور دینی و علمی کارہائے نمایاں انجام
۔ آپ کے زورِ قلم، قوتِ خطابت اور کمال
ب کا ایک عالم معترف و گواہ ہے۔ اور
سنت و استیصال بدعت کے لئے آپ کی
خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

اپنی تصانیف مبارکہ۔ حجۃ اللہ علی العلمین
فی معجزات سید المرسلین۔ جواہر
البحار فی فضائل النبی المختار۔ شواھد
الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق۔
وسائل الوصول الی شمائل الرسول۔
افضل الصلوات علی سید السادات
اور الفضائل المحمدیۃ میں آپ نے
عشق و محبت رسول علیہ التحیۃ والثناء کے جو آبدار
گوہر لٹائے ہیں۔ ان کے دیدار سے آنکھیں
روشن ہو جاتی ہیں اور مرد مومن کی روح جھوم
اٹھتی ہے۔

یہ فیضان محبت رسول ہی ہے کہ آپ کے قلم
سے ایسے ہزاروں نعتیہ اشعار بھی نکلے جو پڑھنے
والوں کے دل کی گہرائیوں میں اترتے چلے جاتے
ہیں۔ اس صنفِ سخن سے تعلق خاطر کی بنا پر
عربی زبان میں کہی جانے والی نعتوں کو آپ نے
بے نظیر تحقیق و تفتیش کے ساتھ المجموعۃ
النبہانیۃ فی المدائح النبویۃ میں
جمع کر دیا ہے۔

احادیث رسول سے بھی اتنا شغف اور والہانہ
لگاؤ تھا کہ الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ
الی الجامع الصغیر (چودہ ہزار احادیث
کا ذخیرہ) قرۃ العینین علی منتخب
الصحیحین (تین ہزار احادیث کا مجموعہ اور
ان پر حواشی) وغیرہما علم حدیث میں آپ کے تبحر کے
شاہد عدل ہیں۔

اسی طرح إرشادُ الحیاریٰ فی تحذیرِ
المسلمین من مدارسِ النصاریٰ۔
سبیلُ النجاۃ۔ سعادۃ الانام فی اتباعِ
دین الاسلام۔ دلیل التجار الی اخلاق
الاخیار۔ الرحمۃُ المہداۃ فی
فضلِ الصلوٰۃ۔ الرائیۃ الصغریٰ
فی ذمّ البدعۃِ ومدحِ السنۃِ
الغراء۔ ریاض الجنۃ فی اذکارِ
الکتاب والسنۃ۔ الاستغاثۃ الکبریٰ
باسماءِ اللہ الحسنیٰ، وغیرہ آپ کی تصنیفات
میں مشہور و معروف ہیں۔

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی کا پورا خاندان
الفت و محبت رسول اور عشق مصطفےٰ علیہ التحیۃ
والثناء میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور بقول حضرت
شیخ ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی (خلیفہ
امام احمد رضا فاضل بریلوی) مدظلہ العالی۔
۔۔۔ حضرت یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ کی
اہلیہ محترمہ کو چوراسی مرتبہ
ومکان صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت کا

شرف حاصل ہوا ہے۔[1]"

اور خود آپ کا حال یہ تھا کہ فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد شریف کوٹلوی (خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی) قدس سرہ کا بیان ہے کہ:

"مدینہ منورہ کی حاضری اور زیارت گنبد خضرا کے شرف سے مشرف ہوتے وقت میں نے باب السلام کے قریب اور گنبد خضرا کے سامنے ایک سفید ریش انتہائی نورانی چہرے والے بزرگ کو دیکھا جو قبر انور کی جانب منہ کرکے دوزانو بیٹھے کچھ پڑھ رہے تھے۔ میں ان کی وجاہت اور چہرے کی نورانیت دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور ان کے قریب جاکر بیٹھ گیا اور ان سے گفتگو شروع کی۔

میں نے ان سے عرض کیا حضور! آپ قبر انور سے اتنی دور کیوں بیٹھے ہیں؟ تو رو پڑے اور فرمایا۔ "میں اس لائق نہیں کہ قریب جاؤں۔" الحصالہ[2]

حضرت شیخ ضیاء الدین مہاجر مدنی ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"جواہر البحار" کی تصنیف کے کچھ عرصہ بعد موصوف کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ سرکار نے "جواہر البحار" کو بہت پسند فرمایا اور ازراہ کرم علامہ کو سینے سے لگایا۔ علامہ بارگاہ رسالت میں عرض گزار ہوئے کہ حضور! اب جدائی کا صدمہ برداشت کرنے کی تاب نہیں رہی۔ آخر اسی حالت میں وصال ہوگیا۔[3]

انا للہ وانا الیہ راجعون!

امام احمد رضا فاضل بریلوی کی معرکۃ الآراء عربی تصنیف "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" جو انھوں نے اپنے دوسرے سفر حج ۱۳۲۳ھ کے دوران بحالت بخار ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تحریر فرمائی ہے۔ اس کی تقریظ میں علامہ یوسف نبہانی رقم طراز ہیں۔

"میں نے اس کو شروع سے آخر تک پڑھا اور بہت زیادہ نفع بخش اور مفید دینی کتابوں میں پایا۔ اس کی دلیلیں بڑی قوی ہیں جو ایک امام کبیر علامہ اجل کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اللہ راضی رہے اس رسالہ کے مصنف سے اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی رکھے۔ اور ان کی تمام پاکیزہ امیدوں کو بر لائے الخ۔[4]

کتب ذالک بقلمہ الفقیر الحقیر یوسف بن اسماعیل النبہانی فی المدینۃ المنورۃ فی صفر الخیر ۱۳۳۱ھ

اسلام کی ان دونوں جلیل القدر ہستیوں کی خدمات کا اعتراف اجلۂ علماء کرام نے کیا ہے۔ حضرت شیخ حسین بن محمد بن علی الدولۃ المکیۃ کی تقریظ میں لکھتے ہیں۔

"اللہ ہماری طرف سے جزائے خیر دے مؤلف کتاب اور شیخ یوسف نبہانی کو جنھوں نے ہماری احتیاج کو اپنی دونوں کتاب "شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق" صلی اللہ علیہ وسلم اور "حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات سید المرسلین" میں پوری کیا۔ تمھیں چاہئے کہ ان دونوں کتابوں کی طرف رجوع کرو ہدایت پاؤگے۔ اور اہل یقین میں ہو جاؤگے الخ۔[5]

حسین بن محمد۔ فی صفر الخیر سنہ ۱۳۳۲ھ فی المدینۃ المنورۃ

شیخ عبد القادر محمد بن سودۃ القرشی مواجہہ شریفہ حرم نبوی میں بیٹھ کر الدولۃ المکیۃ کی تقریظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اور اللہ کے لئے خوبی ہے ہمارے ہمعصر حسان زماں، زندہ کن سنت سردار عدناں۔ محفوظ بہ نبی عدنانی، شیخ یوسف نبہانی کی کہ انھوں نے اپنی کتاب شواہد الحق میں وہ تنبیہات ذکر فرمائیں کہ ان کے اندر دلوں میں زجر کرنے والے شہاب ہیں۔ اور مصنف رسالہ ھذا (الدولۃ المکیۃ) ادائے فریضہ کے لئے کھڑے ہوئے اور حکم صائب لائے۔ ا...

عبد القادر بن محمد...
عبد القادر سودۃ القرشی۔ کـ...
فی الحرام النبوی فی المواجھۃ...
عجلاً فی ۲۹ ربیع الآخر س ۱۳۲۹...

علامہ نبہانی کو خراج عقیدت پیش کر...
حضرت مولانا عبد الحکیم اختر شاہجہ...
لاہور نے بڑے بلیغ انداز میں ان دو نو...
کی خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ مولانا مو...
تحریر فرماتے ہیں۔

"اسلام کے اس مایۂ ناز فرزند، نبی...
کے عاشق صادق اور چودھویں صدی کی...
روزگار ہستی نے قلمی میدان میں ایسی بیش...
تصانیف چھوڑی ہیں۔ جن کے مطالعہ...
کو نور اور دلوں کو سرور حاصل ہوتا ہے...
ہے کہ مجدد مأۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں...
بریلوی قدس سرہ کے بعد دنیائے اسلا...
موصوف اپنی نظیر آپ تھے۔

آپ کی تصانیف علوم دینیہ کے قابل...
مایۂ افتخار ذخیرہ ہیں۔ اگر علامہ کی قلـ...
کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے تجدیدی...
کا تکملہ کہہ لیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔...

ایک درشاہوار جس کی قدر و قیمت کا ا...

---

[1] ص ۱۰ پیش لفظ جواہر البحار جلد...
(مترجم) مکتبۃ الحبیب الآباد۔
[2] ص ۸ ۔ ایضاً
[3] ص ۱۰ ۔ ایضاً
[4] ص ۷۷ ، ۷۸ الدولۃ المکیۃ مکتبہ اعلیٰ حضرت...
بریلی ترجمہ از مولانا حامد رضا قادری بریلوی...
[5] ص ۷۹ ، ۸۰ ۔ ایضاً۔ [6] ص ۱۳۱...
[7] ص ۱۱ پیش لفظ جواہر البحار اوّل

صحیح اندازہ نہ کیا جا سکا۔ ایک آفتاب ضیا بار جس کی تابشوں سے بے شمار نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ ایک بحر ناپیدا کنار جس کی اتھاہ گہرائیوں تک کسی غواص کی رسائی نہ ہو سکی۔ سرزمین ہند کا ایک قابل فخر فرزند۔ ایشیا کا ایک عظیم مصنف و محقق۔ اور عالم اسلام کا ایک عبقری انسان۔ جس کا علم و فن اپنے اوج کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ جس کے ناخن تدبیر نے بڑے بڑے لاینحل مسائل کی عقدہ کشائی کی۔ جس کے طائر فکر نے پرواز کی تو آسمان فضل و کمال کے تارے توڑ لایا۔ جس کے دریائے تخیل نے علم و حکمت کے گوہر آبدار اگل دیئے۔ جس کی جودت عقل نے مٹتے ہوئے علوم و فنون کو حیات تازہ کی سوغات نو بخشی۔ جس کے اسلوب و بیان کی رعنائیاں جلال و جمال بداماں ہوگئیں۔ اور جس کی شادابی ذہن و دماغ و شگفتگی طبع نے گلستان ایمان اور چمن زار اسلام کے موسم خزاں کو لذت بہار سے آشنا کیا۔

للہ الحمد! کہ اب اہل فکر و دانش اس کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو چکے ہیں اور انھوں نے اس نابغۂ روزگار شخصیت یعنی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو اچھی طرح جاننے پہچاننے اور دوسروں تک اس کی آواز و پیغام پہنچانے کا آغاز کر دیا ہے۔

آپ کی حیات و خدمات کے ہر پہلو پر فاضلانہ تحقیق و تعارف کا کام شروع ہو چکا ہے اور خدا کا فضل عظیم اور اس کا احسان عمیم ہے کہ آپ کے فضل و کمال کا شہرہ چار دانگ عالم میں پھیلنے لگا ہے۔ اور آپ کا ذکر حدیث محفل و رونق بزم، آپ کی یاد وجہ سکون دل۔ اور آپ کا نام عشق و محبت رسول علیہ التحیہ والثناء کی ایک واضح علامت بن کر کائنات ارضی کے گوشے گوشے میں اپنی شعاع نور بکھیر رہا ہے۔

ایسا کیوں نہ ہو کہ لازوال دولت علم و عمل اور نعمت عشق و عرفان آپ کو ورثہ میں ملی اور نہایت طاقت و قوت اور جرأت و جسارت کے ساتھ اسلام و ایمان کی تبلیغ و اشاعت اور اس کی حفاظت و صیانت کا آپ نے عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔ جس نے لوح جہاں پہ آپ کا ذکر نقش کالحجر بنا دیا۔

آپ کے افغانی آباء و اجداد میں مندرجہ ذیل حضرات رنگ شجاعت کے حامل اور اپنی بہادری و جواں مردی میں مشہور و معروف تھے۔

۱۔ سعید اللہ خاں۔ ۲۔ سعادت یار خاں۔
۳۔ محمد اعظم خاں۔

ان کے بعد اس گھرانے میں علم کی دولت آئی۔ زہد و تقویٰ اور حسن کردار و عمل نے ان کی عزت و عظمت میں چار چاند لگا دیئے۔

ممتاز اہل علم یہ حضرات تھے۔

۱۔ حافظ کاظم علی خاں۔ ۲۔ شاہ رضا علی خاں م ۱۲۸۶ھ۔ ۳۔ مولانا نقی علی خاں م ۱۲۹۷ھ

حضرت مولانا نقی علی خاں م ۱۲۹۷ھ کے تین صاحبزادے تھے۔

۱۔ مولانا احمد رضا خاں م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء۔
۲۔ مولانا حسن رضا خاں ۱۳۲۶ھ۔ ۳۔ مولانا محمد رضا خاں۔

تین اساتذۂ کرام نے خصوصیت کے ساتھ اعلیٰ حضرت کو دولت علم سے نوازا۔

۱۔ مرزا غلام قادر بیگ[1] بریلوی م ۱۹۱۷ء ۲۔ مولانا نقی علی خاں م ۱۲۹۷ھ۔ ۳۔ مولانا عبد العلی خاں رام پوری ۱۳۰۳ھ۔

فاضل بریلوی کے پردادا حافظ کاظم علی خاں کے پیر و مرشد حضرت مولانا انوار الحق صاحب فرنگی محلی م ۱۲۳۶ھ کو اپنے ان تلامذہ پر فخر تھا۔

۱۔ سید آل رسول مارہروی م ۱۲۹۶ھ۔ ۲۔ مولانا فضل رسول بدایونی م ۱۲۸۹ھ۔ ۳۔ شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی م ۱۳۱۳ھ۔

حضرت سید شاہ آل مارہروی م ۱۲۹۶ھ تلمیذ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی م ۱۲۳۹ھ قدس سرہٗ کے تین خلفاء نے ارشاد و ہدایت کا فریضہ سب سے زیادہ انجام دیا۔

---

[1] بعض متعصب مخالفین یہ الزام لگاتے ہیں کہ مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے۔ جو بالکل بے بنیاد ہے۔ کیونکہ

مرزا غلام قادر بیگ قادیانی قادیان پنجاب کا معزول تھانیدار تھا اور مرزا غلام قادر بیگ بریلوی ایک سیدھے سادے مذہبی آدمی۔

مرزا غلام قادر بیگ بریلوی بریلی میں رہنے کے علاوہ کچھ دنوں امرتلہ لین کلکتہ میں اپنے فرزند اکبر مرزا عبد العزیز بیگ بریلوی کے یہاں بھی رہے۔ اور انھیں کے ایک سوال کے جواب میں مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنا ایک مشہور رسالہ "تجلی الیقین" تالیف فرمایا۔ مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کی اولاد آج بھی بریلی میں موجود ہے۔ مرزا عبد الوحید بیگ بریلوی وغیرہ کا نسبی تعلق آپ ہی سے ہے۔

شعبہ تاریخ احمدیت، ربوہ (پاکستان) سے دوست محمد شاہد نے پروفیسر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج ٹھٹھہ سندھ کے نام اسی موضوع سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔

"بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب نے آپ (مرزا غلام احمد) کے دعوئ مسیحیت (۱۸۹۱ء) سے آٹھ سال قبل ۱۸۸۳ء میں انتقال کیا۔

آپ خود یا آپ کے کوئی بھائی بانس بریلی، رائے بریلی یا کلکتہ میں مقیم نہیں رہے۔" (مکتوب پروفیسر مسعود احمد بنام مولانا عبد الحکیم شرف قادری محررہ ۲۳ر دسمبر ۱۹۸۳ء)

اور مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کا انتقال یکم محرم الحرام ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۸ر اکتوبر ۱۹۱۷ء نوے سال کی عمر میں ہوا۔ حسین باغ محلہ باقر گنج بریلی میں آپ مدفون ہیں۔

۱- مولانا احمد رضا قادری م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء۔ ۲۔ مولانا سید ابو الحسین احمد نوری م ۱۳۲۴ھ۔ ۳۔ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی م ۱۳۵۵ھ۔

ارض حجاز کے مقتدر شیوخ کرام اور ان مقدس ترین ہستیوں کا فیضان آپ کو سب سے زیادہ حاصل ہوا۔

۱- شیخ الاسلام سید احمد زینی دحلان شافعی قاضی القضاۃ م ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء۔ ۲۔ شیخ عبد الرحمٰن سراج مفتی احناف مکہ مکرمہ م ۱۳۰۱ھ۔ ۳۔ شیخ حسین صالح جمل اللیل امام مسجد حرام۔

بلند پایہ تصنیف "الدولۃ المکیۃ" پر تقریظ لکھنے والے اکابر علماء میں یہ ذوات قدسیہ بھی شامل ہیں۔

۱- شیخ الدلائل مولانا عبد الحق الٰہ آبادی مہاجر مدنی م ۱۳۳۳ھ ۲۔ شیخ علماء حرم ابو الخیر بن عبد اللہ مرداد م ۱۳۳۵ھ ۳۔ علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی م ۱۳۵۰ھ۔

خداداد علم و فضل، کمال و جامعیت اور ذکاوت و ذہانت کی تعریف میں رطب اللسان ہونے والے چند مشائخ عظام۔

۱- شیخ الخطباء عبد اللہ بن عباس بن صدیق قاضی مکہ م ۱۳۲۲ھ۔ ۲۔ شیخ العلماء صالح کمال مفتی مکہ و قاضی جدہ م ۱۳۳۲ھ۔ ۳۔ شیخ سید اسمٰعیل خلیل محافظ کتب حرم م ۱۳۲۶ھ۔

آپ سے خلافت حاصل کرنے والے ایسے ایسے علماء کبار بھی نظر آتے ہیں۔

۱- محدث جلیل سید عبد الحیٔ بن عبد الکبیر الکتانی
۲- شیخ ابو حسین محمد مرزوقی ابن الفتوی مکہ مکرمہ۔
۳- شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ۔

دین کی ہمہ گیر اور مجاہدانہ خدمات دیکھ کر یہ حضرات بے اختیار آپ کو "مجدد" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

۱- سید حسین بن عبد القادر طرابلسی مدرس مسجد نبوی۔ ۲۔ شیخ موسیٰ علی شامی ازہری۔ ۳۔ مولانا الحاج محمد کریم اللہ مہاجر مدنی (خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)

آپ کے درِ دولت پر علمائے اہل سنت مشائخ کرام اور اعیان قوم برابر تشریف لایا کرتے تھے جن کی ملاقات سے آپ کا دل جذبات محبت سے لبریز اور خوشی سے باغ باغ ہو جایا کرتا تھا۔ اور اس وقت جو مسرت و بہجت آپ کو حاصل ہوتی اور جس طرح ان کی ضیافت اور تعظیم و توقیر فرماتے اس کا بیان احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔

کاشانۂ اقدس میں بیٹھ کر خدمت دین میں انہماک کے باوجود دور دراز کے سینکڑوں مشاہیر اکابر ملت سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔ آپ ان کی خوبیوں کے ہمیشہ قدرداں رہے۔ اور ان کی جائز تعریف و توصیف بھی برابر فرمایا کرتے تھے۔ ایسے مشاہیر علماء ہند میں آپ کی پسندیدہ اور ممدوح شخصیتوں میں یہ نام نمایاں ہیں۔

۱- مفتی ارشاد حسین رام پوری م ۱۳۱۱ھ۔
۲- علامہ احمد حسن کان پوری م ۱۳۲۲ھ۔ ۳- مولانا محمد عمر حیدر آبادی م ۱۳۳۰ھ۔

ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے کروڑوں مسلمانوں کے وہ دینی و ملی مقتدا و رہنما جن سے آپ کے مذہبی و روحانی تعلقات تھے اور جو آپ کے علم و فضل کے تادم حیات معترف و مداح رہے۔ ان میں سے چند اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱- مولانا عبد القادر بدایونی م ۱۳۱۹ھ
۲- مولانا عبد المقتدر بدایونی م ۱۳۳۴ھ
۳- مولانا عبد القدیر بدایونی م ۱۳۷۹ھ

۱- مولانا ہدایت اللہ رام پوری م ۱۳۲۶ھ
۲- مولانا عنایت اللہ رام پوری م ۱۳۳۵ھ
۳- مولانا سلامت اللہ رام پوری م ۱۳۳۸ھ

۱- مولانا شاہ محمد حسین الٰہ آبادی م ۱۳۳۲ھ
۲- مولانا عبد الکافی الٰہ آبادی م ۱۳۵۰ھ
۳- مولانا محمد فاخر الٰہ آبادی م

۱- مولانا محمد عادل کان پوری م ۱۳۲۵ھ
۲- مولانا عبید اللہ کان پوری م ۱۳۴۳ھ
۳- مولانا مشتاق احمد کان پوری م ۱۹۶۳ء

۱- مولانا عبد الصمد پھپھوندوی م ۱۳۲۳ھ
۲- مولانا مصباح الحسن پھپھوندوی م ۱۳۸۴ھ
۳- مولانا عزیز الحسن پھپھوندوی م ۱۳۶۲ھ

ان کے علاوہ مولانا نثار احمد کانپوری م ۱۹۳۰ء مولانا ریاست علی شاہجہانپوری م ۱۳۲۹ھ۔ مولانا ظہور الحسین رام پوری م ۱۳۴۲ھ خواجہ احمد حسین امروہوی م ۱۳۶۱ھ۔ مفتی کرامت اللہ دہلوی سید شاہ عبد الغنی سہسرامی وغیرہم سے بھی گہرے روابط تھے۔ اور ان میں سے بیشتر حضرات بنفس نفیس بریلی شریف لے جاتے جہاں دینی و علمی مسائل اور وقت کے اہم تبلیغی و اصلاحی اور سیاسی و سماجی امور و معاملات پر تبادلہ خیالات کرتے۔

آپ کے خلفاء و تلامذہ اور اصحاب عقیدت و ارادت جن کے اسماء نیچے درج کیے جا رہے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ میر مجلس اور قافلہ سالار ہے اور ہر ایک کی تاریخ حیات زریں اور روشن خدمات سے منور و تابناک ہے۔ انھوں نے اپنے روحانی فیوض و برکات سے سرزمین ہند کو بہرور اور مالا مال کیا۔ مذہب و ملت کی پر زور حمایت اور اس کی محافظت کی۔ اس کے وقار اور آبرو کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ اور مدارس و مساجد نیز مقدس خانقاہوں کی فضا سے ایسے لاہوتی نغمے بلند کیے جن سے روح انسانی کو وجد آ گیا۔ اور عشق و محبت رسول کے سوز و ساز سے اسلامیان ہند کا دل سیماب پارے کی طرح تڑپنے لگا۔

یہ سبھی حضرات اپنے اپنے میدان میں منفرد اور ممتاز حیثیت کے مالک ہیں مگر ہر فن میں جامعیت اور علمی تبحر ایسا ہے کہ جدھر نگاہ اٹھائی اور جس میدان میں قدم رکھا اس کے شہسوار اور صدر نشین بزم فضل و کمال نظر آئے۔ خصوصی دلچسپی اور نمایاں شعبۂ علم و فضل کے لحاظ سے ان حضرات کی مختصر فہرست نذر قارئین ہے۔

علماء متبحرین:

۱۔ مولانا حامد رضا قادری م ۱۳۶۲ھ
۲۔ مولانا وصی احمد سورتی م ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء
۳۔ شاہ ابوالبرکات قادری م ۱۴۰۰ھ

مفکرین و مدبرین:

۱۔ مولانا نعیم الدین مرادآبادی م ۱۳۶۷ھ
۲۔ مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی م ۱۳۸۳ھ
۳۔ پروفیسر سید سلیمان اشرف م ۱۳۵۸ھ

فقہاء کاملین:

۱۔ مولانا امجد علی اعظمی م ۱۳۶۷ھ
۲۔ مولانا محمد شریف کوٹلوی م ۱۹۵۱ء
۳۔ مولانا سراج احمد خانپوری م ۱۳۴۲ھ

مرشدین عارفین:

۱۔ مولانا دیدار علی الوری م ۱۳۵۴ھ
۲۔ مولانا عبدالسلام جبل پوری م ۱۳۴۲ھ
۳۔ مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی م ۱۳۴۳ھ

دعاۃ و مبلغین:

۱۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی م ۱۹۵۴ء
۲۔ مولانا احمد مختار میرٹھی م ۱۳۵۷ھ
۳۔ مولانا فتح علی قادری م ۱۳۶۷ھ

مصنفین و مؤلفین:

۱۔ مولانا ظفر الدین بہاری م ۱۳۸۲ھ
۲۔ مولانا عمر الدین ہزاروی م ۱۳۷۹ھ
۳۔ مولانا محمد شفیع بیسل پوری م ۱۳۳۸ھ

اصحاب درس و تدریس:

۱۔ مولانا رحیم بخش آروی م ۱۳۴۴ھ
۲۔ مولانا رحم الہی منگلوری م ۱۳۶۳ھ
۳۔ مولانا غلام جان ہزاروی م ۱۳۷۹ھ

ارباب تدبیر و سیاست:

۱۔ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری م ۱۳۸۰ھ
۲۔ مولانا یار محمد بندیالوی م ۱۳۶۶ھ
۳۔ مفتی اعجاز ولی خاں رضوی م ۱۳۹۳ھ

خطباء و مناظرین:

۱۔ مولانا ہدایت رسول رام پوری م ۱۹۱۵ء
۲۔ مولانا حشمت علی لکھنوی م ۱۳۸۰ھ
۳۔ مولانا محبوب علی لکھنوی م ۱۳۸۵ھ

اصحاب شعر و ادب:

۱۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی م ۱۳۲۶ھ
۲۔ مولانا سید ایوب علی رضوی م ۱۳۹۰ھ
۳۔ مولانا امام الدین قادری م ۱۳۸۱ھ

اصحاب طب و حکمت:

۱۔ مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی م ۱۳۵۲ھ
۲۔ مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی م سنہ ھ
۳۔ مولانا عزیز غوث بریلوی م سنہ ھ

اصحاب نشر و اشاعت (کتب دینیہ و رسائل قدیمہ)

مولانا حبیب اللہ قادری م ۱۳۶۷ھ / ۴۸ء۔ مولانا ابراہیم رضا جیلانی ۱۳۸۵ھ / ۶۵ء۔ مولانا حسنین رضا بریلوی ۱۴۰۱ھ

ارباب ثروت معتقدین:

۱۔ قاضی عبدالوحید عظیم آبادی م ۱۳۲۶ھ
۲۔ حاجی محمد لعل خاں مدراسی م ۱۹۲۱ء
۳۔ سید محمد حسین میرٹھی

اپنے ان خلفاء و تلامذہ اور ارادت مندوں کو آپ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کے کارناموں کو سراہتے تھے چنانچہ "الاستمداد علی اجیال الارتداد" میں ان میں سے بعض حضرات کا ذکر بڑی محبت و انبساط کے ساتھ کیا ہے۔ کشادہ دلی کے ساتھ آپ ان کی خدمات کا اعتراف کرتے اور وقتاً فوقتاً حوصلہ افزائی فرماتے۔ جیسا کہ حاجی محمد لعل خاں مدراسی کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"میں سچ عرض کرتا ہوں کہ آپ اور مولانا قاضی عبدالوحید صاحب اور مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کی شان کا ایک ایک سنی ہر شہر میں ہو جائے تو انشاء اللہ اہل سنت کا طوطی بول جائے۔
(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ رجب ۱۳۲۱ھ)[1]

معاصر شخصیتوں سے مختلف موضوعات پر آپ کی علمی معرکہ آرائیاں بھی رہا کرتی تھیں اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کی اعلیٰ تحقیقات اور کمال ژرف نگاہی کا سکہ ان کے دلوں پر بھی بیٹھ جایا کرتا تھا۔

۱۔ ابوالحسنات مولانا عبدالحی فرنگی محلی م ۱۳۰۴ھ
۲۔ مولانا نذیر حسین دہلوی م ۱۳۲۰ھ۔ ۳۔ نواب

---

[1] ص ۱۵ مخزن ہدایت از حاجی محمد لعل خاں مطبوعہ پٹنہ

[2] فقہی غلطیوں پر امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنی کتابوں میں جابجا انھیں تنبیہ فرمائی ہے۔ خلف اصغر حضرت مولانا شاہ آل الرحمٰن مصطفیٰ رضا قادری قدس سرہ ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں وہ رسالہ "الفقہ الفکری فی قربان البقر" ان دنوں طبع ہو رہا تھا۔ اس میں مولانا عبدالحی صاحب (فرنگی محلی) کے دو فتوے قربانی گاؤ سے متعلق تھے۔ اس رسالہ میں نقل کیے گئے تھے۔ اسی رسالہ کی نسبت تذکرہ ہو رہا تھا۔ ان فتوؤں کا بھی ذکر آیا اس پر مولانا (امجد علی اعظمی) نے فرمایا۔

ارشاد:- مولانا (عبدالحی فرنگی محلی) صاحب ہنود کے دھوکے میں آ گئے مسلمانوں کے خلاف فتویٰ لکھ دیا۔ تنبیہ پر متنبہ ہوئے۔ یہی سوال میرے پاس بھی آیا تھا۔ بفضلہ تعالیٰ بنگاہ اولیں مکر مکاراں پہچان لیا۔ اور گربہ کشتن روز اول باید۔ پر عمل کیا۔ وللہ الحمد۔

عرض:- حضور ان کے فتاویٰ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کے اکثر اقوال متعارض ہیں اور اس لئے کہ یہ اپنے فہم پر بڑا اعتماد کرتے تھے

ارشاد:- ہاں! اپنے فہم پر اعتماد اور وہ بھی (حاشیہ بقیہ صفحہ ۸۲ پر)

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۸۲ پر)

صدیق حسن خاں بھوپالی م ۱۳۰۷ھ۔

ان سبھی حضرات کی غلطیوں کی آپ نے نشان دہی فرمائی اور انھیں متنبہ کیا۔ جس کے مفید نتائج بھی برآمد ہوئے۔

۱۹۱۹ء میں سیاسی تحریکات کا جب طوفان اٹھا اور بڑے بڑے علماء اس کی زد میں آنے لگے تو چونکہ روز اول ہی آپ اپنی دینی بصیرت سے ان کے خطرات سے آگاہ ہو چکے تھے۔ اس لئے پرزور مخالفت کرتے ہوئے آپ نے سیاسی رہنماؤں اور سائلوں کے نام ہدایت نامے جاری کئے۔ خطوط۔ اور کتابچے ارسال فرمائے۔ خلفاء وتلامذہ کے وفود بھیجے۔ یہ حضرت جن کا شمار علماء اہل سنت میں ہوتا ہے۔

۱۔ بقیۃ السلف مولانا عبد الباری فرنگی محلی م ۱۳۴۴ھ۔

۲۔ مولانا عبد الماجد بدایونی م ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء

۳۔ مولانا محمد علی جوہر م ۱۹۳۱ء

اخلاصِ قلب اور سلامتیٔ فطرت کی بنا پر اپنی لغزشوں اور خطاؤں سے انھیں رجوع اور توبہ کی سعادت میسر آئی اور برملا انھوں نے اس کا اظہار واعلان بھی کیا جیسا کہ "احیاء دین وتجدید ملت" کے آخر میں اپنی کتاب "امام احمد رضا اور ردِّ بدعات" میں میں نے قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

تحریک وہابیت کے زیر اثر جس طرح سید احمد رائے بریلوی۔ شاہ اسمٰعیل دہلوی کے سیاسی عزائم بلند ہوئے اور معرکۂ بالاکوٹ میں سرحدی مسلمانوں کے ہاتھوں شکست فاش اٹھا کر "شہید لیلیٰ نجد" "ذبیح تیغ خیار" ہو جانا پڑا۔ اسی طرح ان کے متبعین ومعتقدین میں دینی وفکری گمراہیاں بھی پیدا ہونے لگیں۔ جن پر آپ نے قدغن لگائی، تنبیہ کی۔ خسرانِ آخرت سے ڈرایا اور افہام وتفہیم کا موقع دیا۔ مگر جب انھوں نے ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیا تو آپ کھل کر میدان میں آگئے اور مردانہ وار ان کا مقابلہ کیا۔

دیوبندی علماء ہرچند آپ کے خلاف طرح طرح کے ہنگامے کرتے رہے مگر آپ ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہی رہے۔ اور قبول حق کی دعوت دینے میں آپ نے کسی طرح کی سستی اور مداہنت کو قریب نہ آنے دیا۔ اکابر دیوبند کی طویل فہرست میں سے چند نام یہ ہیں جو ان کے ہر کہہ ومہ کے لئے سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

۱۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی م ۱۲۹۷ھ

۲۔ مولانا رشید احمد گنگوہی م ۱۳۲۳ھ

۳۔ شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی م ۱۳۳۹ھ

۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی م ۱۳۶۲ھ

۵۔ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی م ۱۳۴۶ھ

۶۔ مولانا حسین احمد مدنی م ۱۳۷۷ھ

۷۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری م ۔۔ھ

ان کی تحریرات سے پورے ملک میں بحث ومناظرہ اور جنگ وجدال کا ایک سیلاب امنڈ پڑا۔ جس میں مسلم آبادیاں غرق ہونے لگیں اور ہر طرف واویلا مچ گیا مگر یہ "پاکباز ہستیاں" فرماتی رہیں ہم نے کچھ نہیں کیا۔ ہم نے کچھ نہیں لکھا۔ ہم پر بے جا الزامات لگائے جا رہے ہیں۔ ہم ان سے بالکل بری ہیں۔ آخر یہ کیسا شور اور ہنگامہ بپا ہے۔؟

حالانکہ کرنے کا کام صرف یہ تھا کہ ایسی عبارتیں[1] جن سے انتشار پیدا ہو رہا ہے ان سے علانیہ توبہ ورجوع کیا جائے۔

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۸۱ کا)

ائمہ کرام کے مقابل پر۔ کہیں لکھتے ہیں واستدلوا لابی حنیفۃ بوجوہ والکل باطل۔ ابو حنیفہ کے لئے کئی طرح کی دلیلیں لائے اور سب باطل ہیں۔ کہیں قال ابو حنیفۃ کذا والحق کذا۔ ابو حنیفہ نے یوں کہا اور حق یوں ہے۔ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کہتے ہیں۔ ھہنا وھم آخر لصاحب الکتاب یہاں کتاب کے لئے ایک اور وہم ہے۔

آدمی کو اپنی حالت کا لحاظ ضرور ہے بکا کو بھولے یا ستائشِ مردم پر پھولے اپنے نفس علم تو حضوری ہے۔ الخ (۱۳ ملفوظات حصہ ۱ مطبوعہ میرٹھ)

قربانی گاؤ سے متعلق ایک استفتاء مو موصوف کے پاس ۱۲۹۶ھ میں مرزاپور سے آ ممدوح نے سوال کا تیور سمجھے بغیر جواب لکھ دیا دو علماء نے اس پر تصدیقیں بھی لکھ دیں۔ یہی مرادآباد سے شوال ۱۲۹۶ھ میں حضرت امام رضا فاضل بریلوی کے پاس پہنچا۔ آپ نے سا اصل مقصد بھانپ لیا اور نہایت جامع ومد جواب تحریر فرمایا۔ علماء رام پور کی اس پر تصدی بھی ہیں حضرت مفتی محمد ارشاد حسین رام پوری لکھا۔ "الناقد بصیر" یعنی اس کا دی بصیرت نورالٰہی سے منور ہے۔

مولانا فرنگی محلی کو جب اس پر متنبہ کیا گیا تو چو طبیعت میں مادۂ رجوع الی الحق تھا اس لئے راہِ راست پر آئے اور وہی جواب لکھا جو آپ دیا تھا تنبیہ کے بعد دیگر علماء فرنگی محل نے یہی فتویٰ جاری کیا جو ص ۱۴۸ تا ص ۱۵۵ مجمو فتاویٰ جلد دوم طبع اول میں موجود ہے۔

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" مطبع اہل سن بریلی میں اس کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] دعوتِ فکر از مولانا محمد منشا تابش قصوری مطبوعہ لاہور، الٰہ آباد وکلکتہ میں علماء دیوبند کی ساری اختلافی عبارتیں اور ان پر تبصرے ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں اصل کتب سے ان عبارتوں کے فوٹو دے دیئے گئے ہیں تاکہ کسی کے لئے شک وشبہ اور انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔

پھر وہ کتابوں سے نکال دی جائیں یا ان میں کچھ تغیر و تبدل کر دیا جائے تاکہ اس کا حق اور صحیح مفہوم بلا کسی ابہام کے قارئین کے سامنے واضح ہو جائے مگر افسوس کہ اس کی توفیق انھیں دم واپسیں تک میسر نہ آسکی۔

جب کہ تصحیح و اصلاح کے لئے امام احمد رضا قادری نے ان کے پاس رجسٹریاں بھیجیں اور انھیں مخلصانہ نقطہ نظر سے اچھی طرح باخبر کیا۔ یہ تحریر غور سے پڑھنے کے لائق ہے۔

"بکثرت رسائل چھاپ چھاپ کر شائع کیے۔ کبرائے طائفہ کے پاس رجسٹری کرکے بھیجے۔ اکثر پر صدائے برنخاست۔ اور بعض پر برسوں غوغا رہا کہ جواب لکھا جائے گا لکھ گیا۔ چھاپا جائے گا۔ چھپنے گیا۔ نتیجہ وہی نکلا کہ حشر تک جاگت قسم ہے۔ یعنی وہ چھپنا بالکسر تھا، نہ بالفتح۔ مولوی (رشید احمد) گنگوہی صاحب نے جواب سوالات میں لکھ بھیجا کہ مناظرہ کا نہ مجھے شوق ہوا نہ اس قدر مجھے فرصت ملی۔" دیکھو دفع زیغ زاغ صفحہ ۱۵ چھپے طبع ہوئے ساتواں سال ہے الخ۔ لہ

جلسۂ سیٹ گنج بریلی میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ایک بار شریک ہوئے۔ بیس سوالات پر مشتمل ایک مسودہ لے کر چند معززین شہر کے ساتھ مولانا ظفر الدین قادری و مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی وغیرہما طلبہ مدرسہ اہل سنت وجماعت بریلی بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ تھانوی صاحب کے یہاں پہنچے۔ انھوں نے مسودہ لے کر اسے پڑھے بغیر واپس کر دیا۔

"جب کہا گیا کہ آپ انھیں دیکھ تو لیجیے۔ جواب دیا کہ میں نے آپ سے لے لیا۔ اور اب آپ مجھ سے لے لیجیے۔ میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا ہوں۔ اور نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں۔ الخ لہ

"جب کہا گیا کہ یہ مباحثہ نہیں ہے بلکہ چند سوالات ہیں تو کہا! آپ کتنا ہی کہیں میں جو کہہ چکا ہوں اور لکھ چکا ہوں رسکو وہی کہوں گا۔ اور اگر مجھے تھوڑی دیر کے واسطے معقول بھی کر دیجیے تو ہی کہے جاؤں گا۔ مجھے معاف کیجیے۔ آپ جیتے اور میں ہارا۔ ٹے

اس گفتگو کے وقت بہت سے دیوبندی علماء وطلبہ اور اہالیان شہر بھی موجود تھے۔

اصلاح وتصفیہ کے لیے امام احمد رضا قادری نے دیوبند تک اپنے آدمی بھیجے جیسا کہ مولانا الحاج سید محمد حسین بریلوی میرٹھی کے بارے میں مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری تحریر کرتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو سید صاحب پر اتنا اعتماد تھا کہ جب دار العلوم دیوبند کا پہلا سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا تو اعلیٰ حضرت نے مہتمم دیوبند کے نام اپنا ایک مکتوب سید صاحب کے ذریعہ بھیجا تھا۔ جس میں دیوبندی عقائد کی وضاحت طلب کی گئی تھی۔ اس جلسہ کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لیے مولوی اشرف علی تھانوی کی الافاضات الیومیہ جلد پنجم ملفوظ نمبر ۲۲۵ مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون ص ۲۲ ملاحظہ فرمائیے وہ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ دیوبند کا بڑا جلسہ ہوا تھا تو اس میں ایک رئیس صاحب (الحاج خان بہادر بشیر الدین مرحوم میرٹھی) نے کوشش کی تھی کہ دیوبندیوں۔ بریلویوں میں صلح ہو جائے۔ میں نے کہا ہماری طرف سے کوئی جنگ نہیں وہ نماز پڑھاتے ہیں ہم پڑھ لیتے ہیں۔ ہم پڑھاتے ہیں وہ نہیں پڑھتے۔ تو ان کو آمادہ کرو (مزاحاً فرمایا کہ ان سے کہو کہ آ آ، مادہ، نر آگیا) ہم سے کیا کہتے ہو؟

مولوی تھانوی صاحب کی اس عبارت سے جہاں جلسہ کی اہمیت اور علماء اہل سنت کی اقتدار میں نمازوں کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ وہاں تھانوی صاحب کے مزاحیہ جملے (آ، مادہ، نر آگیا) سے ان کی کور ذوقی اور ذہنی پستی کا نقشہ بھی سامنے آجاتا ہے۔ لہ

میاں عبد الرشید کالم نگار "بصیرت" روزنامہ نوائے وقت لاہور اپنے ایک مضمون بعنوان "چند تجاویز" میں اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جس کتاب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی وگستاخی کے فقرے ہیں انھیں وہاں سے حذف کر دیا جائے۔ اور اس بات کی پرواہ کی جائے کہ اس کا لکھنے والا کون ہے۔ لکھنے والا خواہ کوئی ہو آخر حضور کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

اگر یہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ علامہ اقبال نے مولانا حسین مدنی کے متعلق جو تین اشعار لکھے ہیں انھیں ان کے کلام سے نکال دیا جائے تو یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ شاہ اسمٰعیل دہلوی اور مولانا اشرف علی تھانوی کی کتابوں سے بھی وہ فقرے نکال دیے جائیں جن سے حضور کی شان میں گستاخی و بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے۔" ھ

مندرجہ ذیل تین فنون اور شعبہائے عمل ایسے ہیں جن پر آپ کو کامل عبور تھا اور خصوصی دلچسپی

لہ ص ۲۲ - ص ۲۳ - ظفر الدین الطیب (۱۳۲۸ھ) مشمولہ الصرور والشلاثہ مکتبۃ الحبیب الہ آباد۔

لہ ص ۲۴ - ایضاً

لہ در حفظ الایمان از تھانوی۔ یہ قابل اعتراض تحریر میری کتاب میں بھی "احیار اہل سنت وتجدید ملت" کے ذیلی عنوان "وہابیت" کے اندر موجود ہے۔ اختر

لہ ص ۲۵ - ظفر الدین الطیب۔

ھ اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کی جانب سے اصلاح عبارت کی مخلصانہ جدوجہد

ھ ۱۳ - اذکار حبیب رضا مرکزی مجلس رضا لاہور

ھ "چند تجاویز" روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۱۱ر جنوری ۱۹۷۶

بھی۔ جس کی نظیر کسی دوسرے عالم کے یہاں نہیں ملتی۔

۱۔ افتاء و تحقیقات علمیہ

۲۔ ردّ وہابیہ

۳۔ ردّ فرقِ باطلہ

افتاء اور ردّ وہابیہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"ردّ وہابیہ و افتاء یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے۔ ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک حاذق طبیب کے مطب میں سات برس بیٹھا۔ مجھے وہ وقت وہ دن۔ وہ جگہ۔ وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں۔ میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش و جانفشانی سے نکالا۔ اور اس کی تائیدات مع تنقیح آٹھ ورق میں جمع کیں مگر جب حضرت والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا تو انھوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق رد ہو گئے۔ وہی جملے اب تک دل میں پڑے ہوئے ہیں اور قلب میں اب تک ان کا اثر باقی ہے

خودستائی جائز نہیں مگر وقت حاجت، اظہار حقیقت تحدیث نعمت ہے۔ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا۔

اِجْعَلْنِی عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّی حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ۔ زمین کے خزانے میرے ہاتھ دیدیجئے بیشک میں حفظ والا علم والا ہوں۔ بفضل و رحمتِ الٰہی۔ پھر بعون و عنایت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتاء اور ردّ وہابیہ کہ دونوں کامل فن، نہایت عالی فن انھیں یہاں سے اچھا انشاء اللہ ہندوستان میں کہیں نہ پائیے گا۔ غیر ممالک کی بابت نہیں کہتا" [۱]

مسلمانوں کو ملحدوں، بدمذہبوں اور گستاخوں کے بارے میں متنبہ کرتے ہوئے کس دل سوزی کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔

"مسلمانو! ذرا ادھر خدا و رسول کی طرف متوجہ ہو کر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو! اگر لوگ تمہارے ماں باپ کو رات دن بلاوجہ فحش مغلظ گالیاں دینا اپنا شیوہ کرلیں۔ بلکہ اپنا دین ٹھہرالیں۔ کیا ان سے تم یکشادہ پیشانی ملوگے؟ حاشا ہرگز نہیں اگر تم میں نام کو غیرت باقی ہے۔ اگر تم میں انسانیت ہے اگر تم اپنی ماں کو ماں سمجھتے ہو۔ اگر تم اپنے باپ سے پیدا ہو تو انھیں دیکھ کر تمہارے دل بھر جائیں گے۔ تمہاری آنکھوں میں خون اتر آئے گا۔ تم ان کی طرف نگاہ اٹھانا گوارہ نہ کروگے۔

للہ انصاف! صدیق اکبر و فاروق اعظم زائد یا تمہارے باپ؟ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ زائد۔ یا تمہاری ماں؟ ہم صدیق و فاروق کے ادنیٰ غلام ہیں۔ اور الحمدللہ کہ ام المومنین کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ ان کے گالیاں دینے والوں سے اگر یہ برتاؤ نہ برتیں جو تم اپنی ماں بلکہ اپنے آپ کو گالیاں دینے والوں سے برتتے ہو۔ تو ہم نہایت ننگ حرام غلام اور حد بھر کے بڑے ناخلف بیٹے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے۔ آگے تم جانو تمہارا کام۔

نیچری تہذیب کے مدعیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ذرا کوئی کلمہ ان کی شان کے خلاف کہا ان کا تھوک اڑنے لگتا ہے۔ آنکھیں لال ہو جاتی ہیں۔ گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں۔ اس وقت وہ مجنون تہذیب بکھری پھرتی ہے۔ وجہ کیا ہے کہ اللہ و رسول و معظمانِ دین سے اپنی وقعت دل میں زیادہ ہے۔ ایسی ناپاک تہذیب انھیں کو مبارک۔ فرزندان اسلام اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی سے بدمذہبوں کے نام لے کر اٹھا دیا۔ ایک مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز جمعہ میں دیر ہو گئی۔ راستے میں دیکھا چند لوگ مسجد سے لوٹے چلے آرہے ہیں آپ اس ندامت کی وجہ سے کہ ابھی میں نے نماز نہیں پڑھی ہے چھپ گئے اور وہ اس ذلت کی وجہ سے جو مسجد شریف سے نکال دینے میں ہوئی تھی الگ چھپ کر نکل گئے۔

رب العزت تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ۔ اے نبی! جہاد فرما اور سختی فرما کافروں اور منافقوں پر۔

اور فرماتا ہے عزوجل مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ان کے ساتھی ہیں کفار پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

اور فرماتا ہے جل وعلا وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَۃً۔ لازم کہ کفار تم میں سختی پائیں۔

"تو ثابت ہوا کہ کافروں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سختی فرماتے تھے"۔ [۲]

الاجازات المتینہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"میرے وہ فنون جن کے ساتھ مجھے پوری دلچسپی حاصل ہے۔ جن کی محبت عشق و شیفتگی کی حد تک نصیب ہوئی ہے وہ تین ہیں اور تینوں بہت اچھے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلا، سب سے بہتر، سب سے اعلیٰ، سب سے قیمتی فن یہ ہے کہ رسولوں کے سردار (صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین) کی جناب پاک کی حمایت کے لئے اس وقت کمربستہ ہو جاتا ہوں جب کوئی کمینہ وہابی گستاخانہ کلام کے ساتھ آپ کی شان میں زبان دراز کرتا ہے۔ میرے پروردگار نے اسے قبول فرمالیا تو وہ میرے لئے کافی ہے مجھے اپنے رب کی رحمت سے امید ہے کہ وہ قبول فرمائے گا کیونکہ اس کا ارشاد ہے کہ میرا بندہ میری بابت جو گمان رکھتا ہے میں اس

---

[۱] ص ۳، الملفوظ حصۂ اول کتب خانہ سمنانی میرٹھ

[۲] ص ۹۶۔ ص ۹۰۔ الملفوظ اول

کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرماتا ہوں۔

۱۔ پھر دوسرے نمبر پر وہابیوں کے علاوہ ان تمام بدعقیدوں کے عقائد باطلہ کا رد کر کے انھیں ضرر پہنچاتا رہتا ہوں جو دین کے مدعی ہونے کے باوجود دین میں فساد ڈالتے رہتے ہیں۔

۳۔ پھر تیسرے نمبر پر بقدر طاقت مذہب حنفی کے مطابق فتوی تحریر کرتا ہوں۔ وہ مذہب جو مضبوط بھی ہے اور واضح بھی۔

تو یہ تینوں میری پناہ گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھیں پر میرا بھروسہ ہے۔ میرا ان کے لئے مستعد رہنا اور ان کا میرے ساتھ مخصوص ہونا میرے سینے کو خوب ٹھنڈا کرتا ہے۔ اللہ تعالی میرے لئے کافی ہے وہ بہترین کارساز، بہترین مولی، بہترین والی ہے۔ (ترجمہ) [۱]

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اندر تین خصوصیات واضح طور پر نظر آتی ہیں۔

۱۔ تمسک بالدین
۲۔ عشق و محبت رسول
۳۔ رد بدعات و منکرات

زندگی کے تمام گوشے اور اپنے ہر قول و عمل میں وہی انداز اختیار کیا جو روح ایمان اور تقاضائے دین سے قریب تر ہوتا، اور اسلام کے اصول و احکام اور اس کے شعائر و امتیازات کو ہر گام پہ مد نظر رکھا۔ آپ کا ہر فیصلہ دینی فکر و مزاج کی روشنی میں ہوا۔ اور اس راہ میں کسی طرح کی رعایت اور کوئی مداہنت کبھی گوارہ نہیں کیا۔ دینی احکام و مسائل ہوں کہ وقت کے الجھے ہوئے سیاسی معاملات جب کبھی آپ سے استفسار کیا گیا اور کوئی گفتگو کی گئی۔ وقتی مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر آپ نے وہی کہا جو خدا اور رسول کا فرمان ہے اور کتاب و سنت نے جس کی نشان دہی کی یا جس کی طرف اشارہ کیا۔ تیز رو دھارے میں بہنا اور رفتار زمانہ کا رخ دیکھ کر وقتی مصالح کے تحت اس کے پیچھے چل پڑنا تو آپ نے سیکھا ہی نہ تھا۔ بلکہ ایک قوی الارادہ مرد مومن کی طرح بیک وقت کئی کئی طوفانوں کے سامنے سینہ سپر ہو جانے کا جذبہ اور حوصلہ آپ کی فطرت میں شامل ہو چکا تھا۔ کھلی ہوئی کتاب کی طرح آپ کی زندگی سارے مسلمانان عالم کو یہ سبق دیتی رہی کہ ؎

زمانہ با تو نسازد تو بازمانہ ستیز

اتباع شریعت کا اتنا خیال تھا کہ اپنی رفتار و گفتار، نشست و برخاست خورد و نوش۔ گفتگو و ملاقات، لباس اور وضع قطع ہر چیز میں مزاج شریعت کی پابندی کرتے۔ اور سفر و حضر ہر حالت میں اسلامی آداب کے مطابق عمل کرتے۔ مختصر یہ کہ آپ اعلی اخلاق، بلند کردار، بے داغ سیرت کے حامل ایک ایسے مثالی عالم دین تھے جنھیں دیکھ کر اسلاف کرام کی یاد تازہ ہو جائے۔

چنانچہ مولانا حسنین رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں۔

"زہد و تقوی کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلی حضرت قبلہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آ گیا یعنی اعلی حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے زہد و تقوی کے مکمل نمونہ تھے۔" [۲]

عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کا طرۂ امتیاز تھا اس کا تو سارا زمانہ قائل ہے اور موافق و مخالف ہر ایک کو اعتراف ہے کہ "عشق مصطفے علیہ التحیہ والثنا" کا بادۂ ناب ان کی رگ و پے میں اس طرح سمایا ہوا تھا کہ اس کی سرمستیوں سے وہ ہر وقت سرشار اور بے خود رہا کرتے تھے۔

اس ضمن میں عام قارئین کو یہ نکتہ ہمیشہ ذہن میں محفوظ رکھنا چاہیے۔ اور اہل نظر پر یہ حقیقت آشکارا بھی ہے کہ مخالفین اور گستاخان رسول کی ایمان سوز عبارتوں پر آپ نے جو شرعی گرفتیں کی ہیں وہ بھی جذبہ عشق رسول ہی کے تحت صادر ہوئی ہیں۔ کہ اپنے رسول کی بارگاہ میں ایسا کوئی جملہ ہرگز برداشت نہ کر سکے جس سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ اور درحقیقت یہی اہل ایمان کی شان اور ان کی آن بان ہے کہ وہ رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسا کوئی لفظ بھی نہ سنیں جس میں کسی لحاظ سے کوئی برا معنی اور تنقیصی مفہوم پوشیدہ ہو۔

انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ خالص سنت الہیہ ہے جیسا کہ محتمل المعنیین صیغہ "راعنا" کے بارے میں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے رب کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" [۳]

ترجمہ:- اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور! ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وہ سینہ ہی کیا جو عشق رسول کی تپش سے محروم ہو۔ سچ فرمایا آقائے دو عالم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین [۴]
یعنی تم میں کا کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا

---

[۱] الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ (۱۳۲۴ھ مطبوعہ بریلی
[۲] ۲۴۳ ـ الذاب الشدید مکتبہ فریدیہ ساہیوال
[۳] ۱۲ ع پ سورہ بقرہ
[۴] ص، بخاری جلد اول اصح المطابع دہلی

جب تک کہ اپنے باپ اپنی اولاد اور سب لوگوں سے وہ مجھے عزیز نہ رکھے۔

اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کا حال یہ تھا کہ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر ایک دو نہیں بلکہ کروڑوں جہان قربان کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔ عرض کرتے ہیں ؎

کروں تیرے نام پہ جاں فدا
نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا
دوجہاں سے بھی نہیں جی بھرا
کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

محبت خدا اور رسول کے بارے میں ایک جگہ خود بیان کرتے ہیں۔

"بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الٰہ الا اللہ اور دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ"[1]

اسی بے لوث محبت اور عشق صادق کا فیضان ہے کہ چشم سر سے بحالت بیداری آپ کو زیارت رسول کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا سید شاہ جعفر میاں خطیب جامع مسجد کپور تھلہ نے ایک بار اپنے والد ماجد (مولانا شاہ سلیمان پھلواری) کے عرس کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ۔

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی جب دوسری مرتبہ زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدینہ حاضر ہوئے تو شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے۔ اور یقین کیا کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم۔ . . بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہ اقدس میں عرض کرکے انتظار میں مودب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔"[2]

رد بدعات و منکرات کا جو عظیم الشان کارنامہ آپ نے انجام دیا ہے اس کے کچھ شواہد میری کتاب کے دوسرے باب کی زینت ہیں۔ بد دینی کا بھی آپ نے شدت سے رد کیا اور اس کے استیصال کی بھرپور کوشش کی۔

غیر مقلدیت جو دور جدید کی بدعت ہے جس میں ائمہ اربعہ کا دامن چھوڑ کر ایک نئی راہ نکالی گئی کہ کسی ایک امام کی تقلید نہ کی جائے جس کا مسلک کسی مسئلہ میں بہتر نظر آئے اسے اپنایا جائے یا خود اجتہاد کرکے اپنی خواہش کے مطابق کوئی فیصلہ کر لیا جائے ایسے لوگوں کی آپ نے شدید مخالفت فرمائی اور سینکڑوں فتاوی و رسائل میں ان کی کج روی واضح کی۔ (یہ غیر مقلد حضرات اپنی عدم تقلید کا اعلان کرتے ہیں۔ مگر عملی طور پر شیخ ابن تیمیہ و شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے غالی مقلد ہیں۔)

اسی طرح مسلم معاشرے میں پھیلی ہوئی بہت سی بدعتوں اور اوہام و خرافات کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی سعی بلیغ کی اور جا بجا ان پر نکیر فرمائی۔ اور ان کے مضرات و نقصانات سے ہر سائل و مستفتی کو باخبر اور ہوشیار کیا۔

ایسی کھلی ہوئی حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے بعض چوٹی کے مصنفین و مورخین بھی بدگمانی پھیلانے سے باز نہیں آتے مولانا ابو الحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ یہاں تک لکھ جاتے ہیں کہ

"وَكَانَ يَنْتَصِرُ لِلرُّسُومِ وَالْبِدَعِ الشَّائِعَةِ وَقَدْ أَلَّفَ فِيهَا رَسَائِلَ مُسْتَقِلَّةً"[3] یعنی پھیلی ہوئی بدعات و مراسم کے حامی تھے اور اس سلسلے میں ان کے کئی ایک مستقل رسائل ہیں۔

کچھ لوگ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ "مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی ذات سے بدعات کو فروغ حاصل ہوا"

لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ پر بدعت نوازی کا الزام سراسر بہتان اور بالکل بے سروپا افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ع

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

میری کتاب کے اوراق الٹیں اور ان زندہ و تابندہ مسائل کا مطالعہ کریں جن سے غلط اور بے ہودہ رسم و رواج کی جڑیں اکھڑتی اور ان کی شاخیں بے جان ہوتی نظر آتی ہیں۔

اس طرح آپ کی شخصیت بالکل بے غبار ہو جاتی ہے اور رونق و جمال سے آپ کا چہرہ مہر نیم روز کی طرح چمکتا اور دمکتا نظر آرہا ہے۔ الزامات کے بادل چھٹ رہے ہیں اور آفتاب اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ افق عالم پر ضیا بار ہو رہا ہے جس کے لئے کسی دلیل اور ثبوت کی کوئی ضرورت نہیں۔ ع

آفتاب آمد دلیل آفتاب

مطبوعہ کتب و رسائل اور فتاوی رضویہ کے مطالعہ سے یہ بات متحقق ہو جاتی ہے کہ آپ اپنے پورے عہد میں۔ ا۔ تبحر علمی۔ ۲۔ وسعت فکر و نظر۔ ۳۔ واضح اور محکم فیصلہ کے لحاظ سے بے مثال اور عدیم النظیر ہیں۔ ہندو

---

[1] ص۔ ۶۷۔ الملفوظ سوم

[2] ص۔ ۱۹۔ ص۔ ۲۰۔ مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری مطبوعہ لاہور

[3] ص۔ ۴۰ نزہۃ الخواطر ج ۸ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن۔ یہ حضرات نہ صرف یہ کہ غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں بلکہ خود بھی اس کے شکار ہو جاتے ہیں۔ سنی سنائی تاریخ دانی کا یہ عالم ہے کہ آپ کا ذکر کرتے ہوئے کچھ پہلے لکھ آئے ہیں کہ وسافر الی الحرمین الشریفین عدۃ مرات۔ یعنی انھوں نے کئی بار حج کیا جبکہ ۱۲۹۵ھ اور ۱۳۲۳ھ میں آپ نے صرف دو حج ادا کیے۔ اختر مصباحی

کے مشہور فضلاء و اہل قلم اور غیر جانب دار
حتیٰ کہ مخالفین بھی ان صفات و کمالات کا بعض
ات کشادہ دلی کے ساتھ اعتراف کراتے ہیں۔
تبحر علمی سے متعلق چند تأثرات ملاحظہ فرمائیں۔
غلام علی صاحب نائب مولانا ابو الاعلیٰ مودودی
ھتے ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں
احب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی
میں مبتلا رہے ہیں ان کی بعض تصانیف اور
وی کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ
علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی ہے وہ بہت کم
علمار میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا و رسول تو ان کی
سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔" [1]

مولانا خلیل الرحمٰن سہارن پوری نے
مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے ایک اجلاس منعقدہ
۱۳۰۳ھ میں علم الحدیث پر آپ کی ایک محققانہ اور
پر مغز تقریر سن کر اپنا یہ تاثر بیان کیا۔

"اگر اس وقت میرے والد ماجد (مولانا علی احمد
محدث سہارن پوری محشی بخاری) ہوتے تو وہ آپ
کے تبحر علمی کی دل کھول کر داد دیتے اور انھیں
اس کا حق بھی تھا۔

(مولانا وصی احمد) محدث سورتی اور مولانا
محمد علی مونگیری (بانی دار العلوم ندوۃ العلمار لکھنؤ)
نے بھی اس کی تائید فرمائی۔ [2]

حکیم عبد الحئی رائے بریلوی سابق ناظم دار العلوم
ندوۃ العلمار لکھنؤ نے لکھا ہے۔

"بہت سے فنون بالخصوص فقہ و اصول میں اپنے
ہمعصروں پر فائق تھے۔ [3]

دوران حج دینی و علمی موضوعات پر تبادلۂ خیالات
اور آپ کی بعض کتب و رسائل کے مطالعہ کے بعد
علمار حرمین پر جو تاثر قائم ہوا اس کے بارے میں
مولانا ابو الحسن علی ندوی تحریر کرتے ہیں کہ:-

وہ حضرات آپ کے وفور علم۔ فقہی متون و مسائل
خلافیہ پر وقت نظر وسعت معلومات، سرعت
تحریر۔ اور ذکاوت طبع دیکھ کر حیران رہ گئے (ترجمہ) [4]

اور شیخ المعقولات مولانا محمد شریف کشمیری
صدر المدرسین مدرسہ خیر المدارس ملتان تو عالم
استعجاب میں یہاں تک کہہ اٹھتے ہیں کہ:-

"وہ اپنی مثال آپ تھا، اس کی تحقیقات
علمار کو دنگ کر دیتی ہیں" [5]

مولانا سعید احمد اکبر آبادی صاحب۔
فاضل دیوبند۔ سابق صدر شعبۂ سنی دینیات مسلم
یونیورسٹی علی گڑھ کا مشہور علمی ماہنامہ برہان دہلی
رقم طراز ہے۔

"مولانا احمد رضا صاحب بریلوی، سر سید
احمد خاں اور ڈپٹی نذیر احمد کے ہمعصر تھے وہ ایک
زبردست صلاحیت کے مالک تھے ان کی عبقریت
کا لوہا پورے ملک نے مانا۔ [6]

جناب محمد دین کلیم صاحب مورخ لاہور لکھتے ہیں۔

"آپ کے تبحر علمی کی صرف برصغیر ہند و پاک
کے علمار نے ہی تعریف نہیں کی بلکہ عرب و عجم کے
علمار و فضلار نے آپ کے علوم و فنون سے استفادہ
کیا ہو۔ [7]

آپ کی وسعت فکر و نظر دیکھنی ہو تو پروفیسر
محمد رفیع اللہ صدیقی ایم۔ اے۔ ایم۔ ایس
(کوئنز یونیورسٹی کنیڈا) کا ایک گراں قدر رسالہ
"فاضل بریلوی کے معاشی نکات" کا مطالعہ
فرمائیں جس میں انھوں نے جدید معاشیات کے
آئینے میں آپ کی دور اندیشی، جہاں بینی اور ژرف
نگاہی کے نمونے مضبوط دلائل و شواہد کے ساتھ
پیش کئے ہیں۔ چند اقتباسات حاضر خدمت ہیں۔

"بلا شبہ مومن کے اشارے ہیں۔ اور مومن بھی
کیسا مومن کہ جس کی ہر سانس عشق رسول صلی اللہ
علیہ وسلم سے معطر تھی ان اشاروں میں جہان
معنی پوشیدہ ہے۔" [8]

"جدید اقتصادی نظریات کی ابتدا
۱۹۳۰ء کے بعد سے ہی ہوئی اور یہ بات کس قدر
حیرت انگیز ہے کہ نگاہِ مرد مومن نے ان جدید
اقتصادی تقاضوں کی جھلک ۱۹۱۲ء ہی میں
دکھا دی تھی۔ اگر ۱۹۱۲ء سے مولانا احمد رضا خاں
بریلوی کے نکات پر غور و فکر کیا جاتا اور صاحب
حیثیت مسلمانان ہند اس پر عمل کرتے تو ہندوستانی
مسلمانوں کی حیثیت معاشی اعتبار سے انتہائی
مستحکم ہوئی۔" [9]

"کیا آپ اب بھی قائل نہ ہوں گے مولانا
کی دور اندیشی کے۔ کیا اب بھی آپ کو یقین
نہ آئے گا کہ مولانا کی دور رس نگاہیں مستقبل
کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں۔ کینز [10] کو اس کی
خدمات کے صلے میں اعلیٰ ترین اعزاز مل سکتا
ہے اس بنا پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کر لی
تھی جسے چوبیس سال قبل مولانا احمد رضا خاں
بریلوی شائع کروا چکے تھے۔ [11]

---

[1] ہفت روزہ شہاب لاہور ۲۰ر نومبر ۱۹۶۲ء
[2] ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اپریل ۱۹۷۶ء مقالہ مولانا محمود احمد قادری مصنف تذکرۂ علمائے اہل سنت
[3] ص ۳۸ نزہۃ الخواطر ج ۸
[4] ص ۳۹ ایضاً
[5] ص ۸۲ الشاہ احمد رضا مکتبہ فریدیہ ساہیوال
[6] برہان دہلی شمارہ اپریل ۱۹۷۴ء
[7] ماہنامہ عرفات لاہور ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۵ء
[8] ص ۱۰ فاضل بریلوی کے معاشی نکات مرکزی مجلس رضا لاہور
[9] ص ۱۱۔ ۱۲۔ ایضاً
[10] انگریز ماہر اقتصادیات جے۔ ایم کینز نے ۱۹۳۶ء میں اپنا مشہور زمانہ "نظریہ روزگار و آمدنی" پیش کیا تھا جس کے صلے میں تاج برطانیہ نے "لارڈ" کے خطاب سے نوازا جو انگلینڈ کا اعلیٰ ترین اعزاز ہے۔ اختر مصباحی
[11] ص ۱۶ ص ۱۷ معاشی نکات

دو سنہ ۱۹۱۲ میں جب کہ اقتصادی تعلیم محدود تھی کسے معلوم تھا کہ تیس چالیس کے بعد بچت اور بنک کس قدر اہمیت اختیار کر جائیں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مستقبل میں جھانک لیا تھا۔[1]

معاملات کے تمام پہلوؤں پر غور و خوض کر لینے کے بعد ہی آپ کسی نتیجہ تک پہنچتے تھے اس لئے آپ کے سارے فیصلے صحیح اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہوا کرتے تھے جس کا لازمی فائدہ یہ مرتب ہوا کہ آپ کو اپنے واضح اور محکم فیصلوں میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

چنانچہ شاعر مشرق سر ڈاکٹر محمد اقبال کے ذاتی تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر عابد احمد علی ایم۔اے۔ڈی فل آکسفورڈ یونیورسٹی۔ مہتمم بیت القرآن لاہور لکھتے ہیں۔

"غالباً سنہ ۱۹۳۲ کا واقعہ ہے کہ علامہ اقبال مسلم یونیورسٹی میں موجود تھے ایک محفل میں جس میں میں بھی موجود تھا۔ دوران گفتگو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا تذکرہ آگیا علامہ مرحوم نے مولانا بریلوی کو خراج عقیدت و تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا"

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے علامہ مرحوم نے فرمایا کہ میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت اور جودتِ طبع، کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عدل ہیں۔

نیز فرمایا کہ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے، یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔ لہٰذا انھیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑی" الخ

(راقم الحروف اس وقت شعبۂ عربی میں لکچرر تھا) فقط

عابد احمد علی[2] یکم اگست سنہ ۱۹۶۸ء

ماہنامہ حجاز جدید دہلی

امام احمد رضا فاضل بریلوی کی حیات و خدمات سے جو حضرات ناواقف ہیں۔ انشاء اللہ العزیز اس "امام اہلسنت نمبر" کے ذریعہ وہ آپ کی شخصیت کے صحیح خد و خال اچھی طرح پہچان لیں گے۔ اور ان کی سلامتی طبع انھیں آپ سے قریب اور گرویدہ بنا دے گی۔ لیکن وہ لوگ جنھوں نے آپ کے بارے میں کچھ سن اور جان رکھا ہے جن کی تقسیم یوں کی جا سکتی ہے۔ ان کا رنگ کچھ اور ہوگا۔

۱۔ متعصبین و مخالفین
۲۔ اعتدال پسند طبقہ
۳۔ اصحاب عقیدت

۱۔ متعصب فریق مخالف نے غلط فہمیاں پھیلانے کا اب تک جو ناخوشگوار فریضہ انجام دیا ہے ان کے ذکر سے حیرت ہوتی ہے کہ کیسے کیسے اہل علم، اہل قلم اور روشن خیال حضرات کے دامن اس وادی پر خار میں الجھے ہوئے ہیں۔ جناب رئیس احمد جعفری صاحب جو روزنامہ خلافت بمبئی، روزنامہ ہندوستان بمبئی روزنامہ زمین دار لاہور کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں اور کئی ایک ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

"مولانا احمد رضا بریلوی نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے خلاف ۷۰ وجوہ پر مشتمل کفر کا فتویٰ دیا۔ جس میں ایک وجہ یہ تھی کہ ان کا نام عبدالباری ہے لوگ انھیں "باری میاں" کہتے ہیں۔ اگر ان کا نام عبداللہ ہوتا تو لوگ انھیں "اللہ میاں" کہتے لہٰذا کافر ہے[3]

اس کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ایک تو جعفری صاحب نے مسئلہ

---

[1] ص ۲۰۔ ایضاً

[2] ص ۱۰ مقالات یوم رضا سوم مطبوعہ لاہور اپریل سنہ ۱۹۷۱
یہ پورا بیان جسے ڈاکٹر عابد احمد علی نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ اس کا فوٹو ہفت روزہ افق کراچی (۲۲ تا ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۷۹ء) نے شائع کر دیا ہے جو راقم سطور کے پاس بھی موجود ہے۔

معاصر اہل علم امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ان کی خدمات کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنی مجلسوں میں ان کا ذکر بھی فرماتے تھے چنانچہ پاکستان کے مشہور مورخ جناب ابوسلیمان شاہجہانپوری لکھتے ہیں۔

"مولانا بریلوی ایک اچھے نعت گو (شاعر) تھے۔ سیرت نبوی۔ سیرت اصحاب و اہل بیت، تذکار اولیاء کرام۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور مسائل نزاعیہ وغیرہ میں آپ کی تصنیفات و تالیفات ہیں۔

مولانا (ابوالکلام) آزاد اور مولانا احمد رضا خاں میں کسی قسم کے ذاتی یا علمی تعلقات نہ تھے بایں ہمہ وہ بے حد احترام کرتے تھے۔

(۲۱۳ مکاتیب ابوالکلام آزاد بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ص ۱۶۔ شمارہ صفر سنہ ۱۳۹۸ھ) مولانا مناظر احسن گیلانی سابق استاذ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن شیروانی نمبر معارف اعظم گڑھ میں رقم طراز ہیں۔

"ان (مولانا حبیب الرحمن شیروانی) کی عجیب و غریب خصوصیت تھی ایک ہی مجلس میں ان سے آپ مولانا محمد قاسم نانوتوی مولانا حبیب الرحمن مہتمم دیوبند کی تعریف بھی سن سکتے تھے اور اسی کے ساتھ مولوی احمد رضا خاں میں جو علمی و عملی خوبیاں ان کے علم میں پائی جاتی تھیں ان کا بھی ذکر فرماتے۔ (ص ۲۸۲ نواب صدر یار جنگ مکتبہ ندوہ لکھنؤ)

[3] ص ۱۸۹۔ آزادی ہند

ی نوعیت ہی نہ سمجھی، اور وہ سمجھتے بھی کیا کہ اس کے لئے تفقہ کی ضرورت تھی جس سے وہ عاری ہیں۔

دوسرے یہ کہ بیان واقعہ میں زبردست خیانت سے کام لیا۔

ابوالکلام آزاد صاحب کے دست راست مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی بعنوان "بریلی کی جمعیۃ کانفرنس" مسلمانوں کو باخبر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"یاد رہے مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے سوا اور اپنے معتقدین کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل و ابولہب سے بھی بڑھ کر کافر سمجھتے تھے۔"[1] العیاذ باللہ

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیے
ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

حق وانصاف کی بات تو یہ ہے کہ آپ سارے مسلمانوں کو مسلمان ہی سمجھتے تھے۔ ہاں جو لوگ وادی کفر و ضلالت کی طرف بڑھ رہے تھے انھیں اپنے پیش آنے والے خطرات سے ہر طرح آگاہ کیا اور ان کے دین و ایمان کی محافظت فرمائی۔ اس طرح آپ مسلمانوں کو کافر بناتے نہیں تھے بلکہ کافر بننے سے انھیں بچاتے تھے۔ فالحمد للہ علی ذالک

ملیح آبادی صاحب آگے یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ "سب جانتے ہیں کہ بریلی مولانا احمد رضا خاں کا گڑھ تھا اور وہاں گے گویا بے تاج بادشاہ تھے انھیں کا حکم چلتا تھا۔ اور وہ خلافت تحریک اور ہر اس تحریک کے جانی دشمن تھے جو انگریزی راج کے خلاف ہوتی"[2]

تحریک خلافت کے زمانے (۱۹۱۹ء) ہی میں بعض دشمنوں نے یہ تین اختراعی اور غلط الزامات لگائے تھے کہ

۱۔ نینی تال میں لفٹننٹ گورنر سے ملاقات کی۔

۲۔ گورنمنٹ کی خوشی کے لئے اس کے حسب منشار فتویٰ لکھا۔

۳۔ گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں۔

آپ نے ان جو جواب دیا وہ خوف خدا رکھنے والے ایک مسلمان کے لئے کافی ہے۔

"ان کا جواب اس سے بہتر میرے پاس کیا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ جس نے ایسا کیا۔ اس پر قیامت تک کے لئے اللہ جل جلالہ، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں کی لعنت ہو"[3]

ایک جگہ انگریز نوازی کے وسوسوں کی بیخ کنی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمانِ شرع کا مقصود کبھی کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا۔ وللہ الحمد

سنئے! اہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریز کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو، نہیں نہیں، بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا و رسول نہ تنبیہ و آگہی مسلمین کے لئے بتایا۔ بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اس کا مقصود و مدعا ہو۔"[4]

آپ نے تو اس جذباتی دور میں جب کہ تحریک خلافت و تحریک ترک موالات کا زور تھا مسلمانوں کو فلاح و نجات کے بنیادی طریقوں کی طرف متوجہ کیا اور اس طرح انگریز و دیگر اقوام یورپ وامریکہ کی اقتصادیات پر بھرپور حملہ اور کاری زخم لگانے کی تحریک کی تحریر فرماتے ہیں۔

"اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر میں رہتا اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گھڑت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں۔ اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں"[5]

"مسلمانوں کی فلاح و نجات کے سلسلے میں حضرت فاضل بریلوی نے اس مختصر سے رسالے میں جو تدابیر پیش کی ہیں ان میں سے صرف دو تدابیر پر مشہور ماہر معاشیات پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی ایم۔ اے۔ ایم۔ ایس کونز یونیورسٹی کناڈا کے خیالات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

"۱۹۱۲ء میں جب کہ یہ نکات شائع ہوئے برصغیر میں علم اقتصادیات کا مطالعہ عام نہیں تھا دیگر ترقی یافتہ ممالک مثلاً انگلینڈ، امریکہ، فرانس اور جرمنی وغیرہ میں دانش وروں کا ایک مخصوص حلقہ اس علم کے اکتساب کی طرف مائل تھا"

"علم اقتصادیات میں عوام اور حکومتوں کی دلچسپی کا آغاز ۱۹۲۹/۳۰ء کی عالمی سرد بازاری کی وجہ سے ہوا کساد بازاری کو قابو میں لانے کے لئے کلاسیکی نظریات موجود تھے۔ لیکن اس عظیم کساد بازاری نے ان نظریات کو باطل کر دیا۔ اور اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ ایک ایسے نئے نظریہ کی ضرورت ہے۔ جو اس کساد بازاری پر قابو پانے میں مدد دے سکے۔ بالآخر ۱۹۳۶ء میں ایک انگریز ماہر اقتصادیات جے۔ ایم کینز نے اپنا مشہور زمانہ "نظریہ روزگار و آمدنی" پیش کیا۔ اس انقلابی نظریہ نے حکومتوں کو اس قابل کر دیا کہ وہ اس عالمی سرد بازاری پر مکمل قابو پالیں۔ کینز کو اس کی خدمات کے صلہ میں تاج برطانیہ نے لارڈ کے خطاب سے نوازا۔

---

[1] ص ۲۱ ذکر آزاد طبع اول ۱۹۶۰ء دفتر آزاد ہند ساگر دت لین کلکتہ ۱۲
[2] ص ۲۰۔ ذکر آزاد
[3] ص ۳۰۔ ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد شمارہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
[4] ص ۸۴ المحجۃ المؤتمنۃ باردوم حسنی پریس دہلی
[5] ص ۱۵۹ حیات صدر الافاضل، ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور

آپ کو دولت و ثروت کی حرص و ہوس تھی نہ صلہ و ستائش اور بیجا شہرت کی تمنا، نہ ہی "سر" اور "شمس العلماء" جیسے خطابات کی خواہش اور لپک۔

بھلا انگریزوں سے آپ کا کیا تعلق ہوتا کہ مسلم نوابوں کی تعریف و توصیف سے بھی کبھی اپنی زبان کو آلودہ نہ کیا ایک بار نواب نانپارہ (بہرائچ) کی شان میں چند شعرائنے ایک مدحیہ قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی تو فرمایا۔ ؎

کروں مدح اہلِ دُوَل رضاؔ، پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا "مرا دین پارۂ ناں" نہیں

حضرت مولانا ہدایت رسول رام پوری نے نواب رام پور کو لفظ "سرکار" سے یاد کیا۔ تو ارشاد فرمایا ؎

بجز "سرکار" "سرکارِ ابجاد"
سروکارے بسرکارے نہ داریم

لگے ہاتھوں مخالفین کے "حکیم الامت" اور "مجدد ملت" کے بارے میں مولانا شبیر احمد عثمانی شیخ التفسیر دار العلوم دیوبند کا وہ بیان جسے انھوں نے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی صدر جمعیۃ العلماء ہند کو دیا ہے، اسے بھی پڑھتے چلیں۔ جو ایک شفاف آئینہ ہے جس میں فریق مخالف اپنا سیاسی رخ صاف دیکھ لے اور بس۔ موصوف فرماتے ہیں۔

"دیکھیے! حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے[1]

اور پروفیسر محمد سرور سابق استاد جامعہ ملیہ دہلی نے ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی میں لکھا ہے۔

"مولانا سندھی، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے علم و فضل اور ارشاد و سلوک میں انھیں جو بلند مقام حاصل ہے اس کے تو قائل تھے۔ لیکن تحریک آزادئ ہند کے بارے میں ان کی جو معاندانہ اور انگریزی حکومت کے حق میں مستقل مویدانہ[2] روش رہی ہے۔ اس سے وہ بہت خفا تھے اور جب بھی موقع ملتا۔ اپنی خفگی کے اظہار میں کبھی تامل نہ کرتے۔"[3]

اپنے گریبان میں منھ ڈال کر دیکھتے تو شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دیوار آہنی پہ پتھر پھینکنے کی جرأت شاید نہ ہوتی۔ ویسے تحریک خلافت کے قدیم کارکن مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی کے بیان کے مطابق (مولانا احمد رضا خاں بریلوی پر) یہ الزام سراسر جھوٹ ہے۔ سیاسی مقاصد کے لیے لگایا گیا تھا۔[4]

"پروپیگنڈسٹ گروپ" کے یہ حضرات ایسے "حقیقت پسند اور دیانت دار مورخین" ہیں کہ انھیں موقع ملے تو زندہ وجود کو بھی زیر زمین دفن کردیں۔

چنانچہ جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس بریلی منعقدہ ۱۲ر تا ۱۴ر رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۲ر ۲۴ر مارچ ۱۹۲۱ء کے موقع پر علامہ سید سلیمان اشرف صدر شعبۂ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور مولانا ابو الکلام آزاد کے درمیان تحریک خلافت و ترک موالات وغیرہ سے متعلق جو علمی مباحثہ ہوا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے مولوی عبد الرزاق ملیح آبادی لکھتے ہیں۔

"کلکتہ سے مولانا کے ساتھ میں بھی بریلی پہنچا۔ رات کو اجلاس تھا مگر شام ہی سے خبریں آنے لگیں کہ کانفرنس نہیں ہونے پائے گی۔ احمد رضا خاں تو بے شک مرحوم ہو چکے ہیں مگر ان کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خان تو موجود ہیں۔"[5]

قابل لحاظ نکتہ یہ ہے کہ ملیح آبادی صاحب کے پیر و مرشد آزاد صاحب تو تحریر فرما رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بریلی ۱۳ر رجب ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی دام مجدہم۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ تحفظ و صیانت خلافت اسلامیہ۔ ترک اعانت اعدائے محاربین اسلام وغیرہ مسائل حاضرہ کی نسبت جناب کے اختلافات مشہور ہیں۔

چونکہ جمعیۃ العلماء کا جلسہ یہاں منعقد ہو رہا ہے اور یہی مسائل اس میں زیر نظر و بیان ہیں اس لیے جناب کو توجہ دلاتا ہوں کہ رفع اختلافات اور مذاکرہ و نظر کا یہ مناسب و بہتر موقع پیدا ہو گیا ہے۔ جناب جلسہ میں تشریف لائیں اور ان مسائل کی نسبت بطریق اصحاب[6] علم و فن گفتگو فرمائیں۔ میں ہر طرح عرض و گزارش کے لیے آمادہ و مستعد ہوں۔

فقیر ابو الکلام احمد کان اللہ لہٗ

جمعیۃ العلماء ہند نے درج ذیل نوٹ کے ساتھ اسے اشتہار کی شکل میں شائع کیا۔

"بجواب تحریر[9] جماعت رضائے مصطفٰے"

---

[1] ص ۱۱ مکالمۃ الصدرین

[2] صرف تھانوی صاحب ہی کی انگریزوں کے حق میں مسلسل مویدانہ روش کی بات نہیں بلکہ یہاں تو پورا خانوادہ ہی اس "کار ثواب" میں شریک ہے سید احمد رائے بریلوی، شاہ اسمٰعیل دہلوی۔ نذیر حسین دہلوی، رشید احمد گنگوہی وغیرہم کے سیاسی کردار کا جائزہ لینا ہو تو "امتیاز حق" از راجہ غلام محمد لاہور اور "حقائق تحریک بالاکوٹ" شائع کردہ المجمع الاسلامی مبارک پور کا مطالعہ فرمائیں۔

[3] ص ۲۸۲ افادات و ملفوظات مولانا سندھی۔ سندھ ساگر اکادمی لاہور ۱۹۷۲ء

[4] جہان رضا مرتبہ مولانا مرید احمد چشتی

[5] ص ۱۲۲۔ ذکر آزاد، و ص ۱۵ ہفت روزہ چٹان لاہور ۶ر مارچ ۱۹۶۱ء

[6] ایسی تعریضوں اور بدگمانیوں کی وجہ یہ ہے کہ "جناب کے اختلافات مشہور ہیں" پر کلیۃً اعتماد کر لیا جاتا ہے اور بذات خود آپ کی تحریروں کے مطالعہ کی زحمت گوارہ نہیں فرمائی جاتی۔

اختر مصباحی

[7] ص ۱۲۳ مکاتیب ابو الکلام آزاد مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء

لہ امروزہ مندرجہ بالا خط آج ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ
ابق ۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کی شام کو جناب
احمد رضا خاں کی خدمت میں بھیج دیا گیا ہے۔
طلاع عام کے لیے اس کی نقل شائع کی جارہی ہے[1]
ورامام احمد رضا فاضل بریلوی کا انتقال
صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوا۔
وصال سے تقریباً ساڑھے سات ماہ پیشتر
ین بریلی میں بیٹھ کر یہ رسوائے زمانہ تاریخ گڑھی
لہ "احمد رضا خاں تو بے شک مرحوم ہو چکے ہیں
ن کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں
جود ہیں"
"زندہ درگور کرنا" شاید اسی کو کہتے ہیں اور یہی
خدمات جلیلہ" ہیں جن کے صلے میں ایسے
ین کو تاریخ دانی۔ بلند نظری اور روشن خیالی
مغہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔ جو یقیناً
لیہ سے کم نہیں اور اصحاب عدل و انصاف
دنیں اس پر شرم سے جھک جانی چاہئیں۔
قارئین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ صرف
لاف مسلک کی پاداش میں یہ سب کچھ ہوا کہ
اسی راہ پر کیوں گامزن رہے جس پر سلف
لحین چلتے رہے اور اپنی منزل مقصود تک
۔ اسی جرم میں مولوی حسین احمد مدنی شیخ الحدیث
علوم دیوبند نے آپ کو اپنی کتاب
باب الشاقب مطبوعہ دیوبند میں مجدد التضلیل۔
۔ مفتری۔ کذاب جیسی تقریباً ساڑھے چھ سو
غلیظ گالیاں دی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر جناب
عثمانی فاضل دیوبند کو بھی لکھنا پڑا۔
"واقعی مولانا مدنی نے اس کتاب میں جس
کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ انہیں موٹی
گالیاں نہ سہی، مہذب گالیاں کہنا ضرور حق
ب ہے۔"[3]
لہ تقریباً وہ سبھی کتابیں جن کے عقائد و نظریات
ی امام احمد رضا فاضل بریلوی نے پر زور
تردید اور مخالفت فرمائی تھی ان کے بارے میں
جناب عامر عثمانی صاحب نے ماہنامہ تجلی دیوبند کے
صفحات پہ صاف صاف لکھ دیا کہ:۔
"یہ دیوبندیوں کے لٹریچر کی خاصی مشہور کتابیں
ہیں۔ ارواح ثلثہ، تذکرۃ الرشید، سوانح قاسمی،
اشرف السوانح، الجمعیۃ کا شیخ الاسلام نمبر انفاس
قدسیہ وغیرہ ان کی صورتیں دیکھنے اور کہیں کہیں سے
پڑھنے کا شاید ہمیں بھی اتفاق ہوا ہے۔ لیکن یہ
رلزلہ ہی سے منکشف ہوا کہ ان میں کیسے کیسے عجوبے
اور کیسی کیسی ان کہنیاں محفوظ ہیں۔
استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔
واقعہ ہے کہ فحش ناول بھی اپنے قارئین کو اتنا
نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا ان کتابوں نے نقصان
پہنچایا ہوگا۔[5]
اور آگے چل کر لکھا کہ ـــــ "ہمارے نزدیک
جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے یہ کہ یا تو تقویۃ الایمان
اور فتاوی رشیدیہ، اور فتاوی امدادیہ اور
بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو چوراہے
پر رکھ کر آگ دے دی جائے۔ اور یہ صاف صاف
اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن
وسنت کے خلاف ہیں اور ہم دیوبندیوں کے صحیح
عقائد ارواح ثلثہ اور سوانح قاسمی اور اشرف السوانح
جیسی کتابوں سے معلوم کریں۔
"یا پھر ان مؤخر الذکر کتابوں کے بارے میں
اعلان فرمایا جائے کہ یہ تو محض قصے کہانیوں
کی کتابیں ہیں جو رطب و یابس سے بھری ہوئی
ہیں۔ اور ہمارے صحیح عقائد وہی ہیں جو اول الذکر
کتابوں میں مندرج ہیں۔"[6]
حقائق کا اعتراف کرنا کوئی عیب نہیں بلکہ
ہنر ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں سے گزارش ہے کہ
جذبات عناد و حسد کے سامنے مغلوب ہونے کی
بجائے انصاف و دیانت کے ساتھ ہر پیش آنے
والی چیز کا فیصلہ کریں تاکہ صحیح نتائج اخذ کرنے
میں کسی دقت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔
یہ کوئی ضروری نہیں کہ آپ نے چلتی پھرتی روایتوں
اور (گمراہ کن) افواہوں کی بنیاد پر جو ایک نظریہ
قائم کر لیا ہے کہ "علمائے اہل سنت اور مولانا
احمد رضا خاں ایسے تھے ویسے تھے انہوں نے یہ
لکھ دیا وہ لکھ دیا۔ یہ مبنی بر صداقت ہی ہو۔

---

[1] ص ۱۶۲ ایضاً
[2] دجال بریلوی۔ مجدد المفترین۔ عدو رسول، عبد الدینار والدرہم وغیرہ سنجیدہ و معتدل مانے جانے والے عامر صاحب کے بقول اکابر دیوبند کی "مہذب گالیاں" ہیں۔ اور جب یہ حضرات غیر مہذب گالیوں پر اتر آئیں تو خدا جانے کیا کیا کہہ ڈالیں۔ اختر مصباحی
[3] کالم ۲ ص ۹۷، ماہنامہ تجلی دیوبند فروری و مارچ ۱۹۵۹ء
[4] علمار دیوبند کے فکری و اعتقادی تضادات کی مستند دستاویز جس کے جواب میں ہند و پاک اور برطانیہ سے درجنوں کتابیں شائع کر کے ان حضرات نے اپنی ٹوٹی ہوئی گردنوں پہ کچھ اور بوجھ لاد لیا اور "زیر و زبر" جیسی کتاب جواب الجواب کے طور پر منظر عام پر لانے کے مواد اور اسباب فراہم کیے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ امت مسلمہ کے درمیان انتشار و افتراق پھیلانے میں جس طرح عہد حاضر کی ان تین کتابوں کو عالمگیر شہرت حاصل ہے۔
۱۔ کتاب التوحید ـــ از شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی
۲۔ تقویۃ الایمان ـــ از شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی
۳۔ حفظ الایمان ـــ از مولوی اشرف علی تھانوی
اسی طرح فرق باطلہ کی تردید میں مندرجہ ذیل کتابیں سر فہرست ہیں۔
۱۔ تحفہ اثنا عشریہ ـــ از شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
۲۔ قادیانی مذہب ـــ از محمد الیاس برنی
۳۔ زلزلہ ـــ از مولانا ارشد القادری
[5] ص ۱۸۳ زلزلہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی
[6] ص ۱۸۸ ـــ ایضاً

بذاتِ خود آپ اپنے مطالعہ کی روشنی میں علی وجہ البصیرۃ کوئی رائے قائم کیجیے۔ اور سنی سنائی باتوں کو پس پشت ڈالیے۔ دلائل و براہین حقہ واضحہ کی موجودگی میں بھی آنکھ بند کر کے یہ کہتے جانا کہ پہلے جو سن اور سمجھ لیا ہے۔ وہ کافی ہے۔ اب مزید کچھ جاننے کی ضرورت نہیں کم از کم اہل علم کے لئے تو یہ روش نہایت حیرت انگیز اور بہت افسوسناک ہے۔ جس سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیے۔ خدائے مقلب القلوب نگاہوں کو صحیح بصارت، کانوں کو قوتِ سماعت اور دلوں کو قبول ہدایت کی توفیق رفیق بخشے آمین۔ بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

۲۔ اعتدال پسند طبقہ جو زیادہ تر یونیورسٹیوں، کالجوں، لائبریریوں اور سرکاری اداروں (اور آج کل بعض خانقاہوں) سے وابستہ ہے۔ اس کا انداز دینی مطالعہ کی کمی کی وجہ سے عموماً درمیانی اور غیر جانبدارانہ ہوا کرتا ہے۔ دین کے اہم مسائل میں مداہنت، بے جا رواداری اور مصلحت کوشی یقیناً معیوب اور قابل مواخذہ ہے اس لئے ایسے حضرات کو چاہیے کہ کتب و رسائل علماء اہل سنت کی طرف رجوع کریں۔ اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تصنیفات کا مطالعہ کریں۔ ان شاء اللہ ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ پکار اٹھیں گے کہ "علم و فن کی گہرائی و گیرائی اور مذہب و ملت کی سچائی یہاں ہے ۔۔۔ افسوس کہ ہماری غفلت، و بے توجہی سے اتنی عظیم و رفیع فاضلانہ شخصیت، نگاہوں سے اوجھل رہی۔ ہمیں تو آج سے بہت پہلے اس کی حیات و خدمات کے ہر گوشے سے مکمل واقفیت اور آگہی ہونی چاہیے تھی۔ سرسری اور سطحی معلومات سے گزر کر تحقیقی مطالعہ اب تک کیوں نہ کر سکے۔ ہماری یہ حرمان نصیبی کسی نہ کسی طرح جلد تر دور ہونی چاہیے"

ایسے لوگ پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں پر دھیان نہ دیں تو ان کے حساس دل اور باشعور ضمیر کی خود تحریک ہوگی کہ ان کے کارناموں کے ذکر سے ہماری کتابیں ہرگز خالی نہ رہنی چاہئیں ۔۔۔ جیسا کہ میاں عبدالرشید کالم نگار نوائے وقت لاہور نے جب آپ کی اور آپ پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کیا تو نہایت شدت کے ساتھ اس کا احساس کیا کہ اپنی غیر مطبوعہ کتاب "اسلام! برصغیر پاک و ہند میں" کے اندر ایک زبردست کمی رہ گئی ہے۔ جس کا ازالہ بہرحال ہونا چاہیے۔ چنانچہ پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں یوں اظہار خیال فرماتے ہیں۔

"آپ کی ارسال کردہ کتابوں کے دیکھنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ اس میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کے بارے میں ایک باب ہونا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے اعلیٰ حضرت کی کوئی مستند اور جامع سوانح عمری اردو زبان میں مل جائے۔"

(محررہ ۷، نومبر ۱۹۷۳ء)

پٹنہ یونیورسٹی کے بعض پروفیسروں کی نظر سے جب آپ کی چند تحریریں گزریں اور انھوں نے اعلیٰ تحقیقات کے نادر نمونے دیکھے جن میں ذہن رسا کی کارفرمائیاں قدم قدم پر دعوتِ غور و فکر دے رہی تھیں تو وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ۔

"یہ کتنی بدنصیبی اور محرومی ہے کہ ایسی نادر روزگار شخصیت کے علمی کمالات سے ہم اب تک ناآشنا رہے۔ ایسے قابل رشک عالم و فاضل کو ذہین کہنا تو اس کی توہین ہے۔ یہ تو مجسم "ذہن" معلوم ہوتا ہے۔ جس کی سطر سطر اور ایک ایک بات سے جدت و جودتِ ذہن کے چشمے ابلتے ہیں"

بہرحال مقصود کلام یہ ہے کہ ایک خالی الذہن انسان جب بھی آپ کی حیات و خدمات کا مطالعہ کرے گا۔ اس کی سلامتی طبع اسے یقیناً آپ سے قریب کر دے گی۔ اور جیسے جیسے وہ آگے بڑھے گا آپ کی پرکشش اور جامع کمالات شخصیت کا مداح اور گرویدہ ہوتا چلا جائے گا۔

۳۔ یہاں اپنوں سے کہنا ضروری ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی پر نہ لکھنے اور لکھ کر دوسرے حلقوں تک نہ پہنچانے کی شکایتیں اب ہر طرف سے سننے میں آرہی ہیں۔ چنانچہ پروفیسر رحیم بخش شاہین راولپنڈی پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کے نام ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں۔

"میں تو یہ کہوں گا کہ یہ مفید کام آج سے بہت پہلے ہونا چاہیے تھا لیکن ہمارے علماء نے نہ جانے کیوں ایسے ٹھوس علمی کام کی طرف توجہ نہ دی جس سے اعلیٰ حضرت کے علمی اور اجتماعی کارنامے منظر عام پر آکر بہت سے لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہو سکتے تھے۔" [1]

(۲۵، مارچ ۱۹۷۴ء)

پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش میر پور خاص سندھ، موصوف کے نام لکھتے ہیں۔

"فاضل بریلوی کی گراں قدر خدمات کا بوجھ ساری ملت اسلامیہ کی گردن پر ہے۔ اس سے ملت سبکدوش تو نہیں ہو سکتی لیکن یہ بڑی احسان فراموشی تھی کہ اب تک اسے شایانِ شان خراج تحسین پیش نہیں کیا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ شخصیت فضلاء و محققین کی نظروں سے اوجھل رہی۔ کھوٹے سکے بازار میں خوب چل رہے ہیں اور کھرے کھوٹے کی کوئی تمیز ہی نہ رہی۔ تمیز تو جب ہو کہ کھرا مال بازار میں آئے ۔۔۔ طالب کی طلب کتنی ہی صادق کیوں نہ ہو لیکن بازار میں اسے کھوٹا ہی مال ملے گا۔ اس قدر جھوٹ بولا گیا ہے کہ اب جھوٹ ہی کو سچ سمجھا جانے لگا ہے الخ" [2]

(محررہ ۲، مارچ ۱۹۷۴ء)

۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء تک امام احمد رضا قادری

---

[1] ص ۲۱۴ ۔ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں طبع ششم المجمع الاسلامی مبارکپور

[2] ص ۲۱۴-۲۱۵ ۔ ایضاً

پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ عموماً تشنہ اور ناقص و نامکمل ہے۔ مضامین و مقالات تو لکھے ہی نہیں گئے اور جو عالم وجود میں کسی طرح آگئے ان میں نقل و اعادہ ہی کو کافی سمجھا گیا۔ شخصیت کو علمی انداز میں پیش کرنے کی زحمت ہی گوارا نہ کی گئی۔

لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب محنت کے ساتھ ہر موضوع پر تحقیق کرکے دلکش اور علمی انداز میں اسے پیش کرنے کا سلسلہ چل پڑا ہے اور نوجوان ذہنوں میں حرکت و انقلاب کی ایک آہٹ سی محسوس کی جارہی ہے۔ قیمتی مقالات و مضامین اور گرانقدر کتابیں بڑی تیزی کے ساتھ منظر عام پر آرہی ہیں۔

ایسے ماحول میں ضرورت ہے کہ ہم میں سے بعض حضرات ہر طرف سے توجہ ہٹا کر خالص علمی تحقیقات کے لئے اپنی توانائیاں صرف کریں اور اپنی سنجیدہ و متین کوششوں سے ارباب علم و دانش کے ذہن و دماغ پر اثر انداز ہوں۔ تاکہ اب تک جو نہ مانا گیا اسے مانا جائے۔ جو نہ جانا گیا اسے جانا جائے۔ جو نہ تسلیم کیا گیا اسے تسلیم کیا جائے اور مسند فضل و کمال سے جس کو محروم کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کو بصد تزک و احتشام زینت محفل بنا کر اس مسند پہ بٹھایا جائے۔

یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم ہر خاص و عام کے لئے قابل قبول اور سنجیدہ تحقیق کے لئے آمادہ ہوں اور مخالفین سے بے ضرورت نہ الجھیں۔ کیونکہ وہ ہمیں الجھا کر تعمیری کاموں سے دور اور اہم مقاصد سے غافل کر دینا چاہتے ہیں۔

ہاں! مخالفین کی طرف حکمت بالغہ کے ساتھ درد مندانہ اور مخلصانہ توجہ نہایت ضروری ہے۔ رب کریم ارشاد فرماتا ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ [2]

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

جو آج ہمارے سامنے صف آرا ہیں۔ کل وہ بھی ایوان اہل سنت و جماعت ہی کے سنگ و خشت تھے ان میں کوئی مخالف نہ ہوگا جس کی تیسری یا چوتھی پشت کا تعلق اہل سنت و جماعت سے نہ ہو۔ وہ باہر سے نہیں آئے اندر سے گئے ہیں۔ ان کو انجام کار بتایا جائے۔ دلیل و برہان سے مطمئن کیا جائے اور خلوص و محبت کے ساتھ انہیں بلایا جائے۔ ع

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

---

[1] کچھ مفید مشورے راقم سطور کے کتابچہ پیغام عمل میں درج کئے گئے ہیں۔

[2] ۲۲ ع ۱۴ پ سورہ نحل

(صفحہ ۱۳۵ کا بقیہ)

نے انعام دی نیز شرکت کے شکریہ میں تمام طلباء کو انعام سے نوازا گیا اسی موقع پر اہل جسپور، صدر مدرسہ اور ناظم مدرسہ نے بھی ممتاز طلباء کو نقد انعام سے نوازا اور ناظم صاحب نے مدرسہ کی طرف سے تمام شرکاء کو نقد انعام دیئے جانے کا اعلان کیا۔ بعدہٗ صلوٰۃ و سلام اور دعا پر اس جشن نوری کا اختتام ہوا۔

مقابلۂ قرأت کے ممتاز طلباء

اوّل: مولوی خلیق احمد رضوی — رام پور
دوم: مولوی محمد صغیر تقلینی — مراد آباد
سوم: مولوی خلیل اطہر — نینی تال

مقابلہ تقریر کے ممتاز طلباء

اوّل: مولوی خلیق احمد رضوی — مفتی اعظم کا فقہی مقام
دوم: مولوی محمد شمیم — مفتی اعظم اور محبت رسول
سوم: مولوی محمد تسلیم اشرفی — مفتی اعظم ایک تاریخ ساز شخصیت

المعلن: خلیق احمد رضوی سکریٹری انجمن فیضان رضا مدرسہ بدر العلوم جسپور نینی تال، یو۔ پی

جشن نوری نظام آباد۔ آندھرا پردیش

بتاریخ ۱۳، ۱۴ محرم الحرام جامعہ غوثیہ رضویہ لسنکم پیٹھ نظام آباد اور مدرسہ مفتاح العلوم محلہ رضوی چمن کریم نگر دو مختلف مقامات پر جشن نوری کا شاندار اہتمام کیا گیا۔

شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم مصطفےٰ رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نوری کی علمی و روحانی خدمات پر مدعو علمائے کرام نے روشنی ڈالی۔ مدرسہ مفتاح العلوم کریم نگر میں مہمانان کے لئے لنگر کا انتظام بھی کیا گیا۔ نہایت تزک و احتشام سے آندھرا پردیش میں پہلی بار ان اجلاس کا انعقاد ہوا اور اضلاع کے علمائے کرام نے رضا اکیڈمی بمبئی کی تحریک کو سراہا صلوٰۃ و سلام پر جلسے اختتام کو پہنچے

المعلن: ابو الحسن علی رضوی مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ لسنکم پیٹھ منڈل ضلع نظام آباد (اے۔ پی)

جشن نوری کوٹہ راجستھان

مولانا محمد فضل حق کوٹوی صاحب کی زیر صدارت کوٹہ میں عظیم الشان پیمانے پر یوم مفتی اعظم ہند منایا گیا۔ حضرت فاضل بریلوی و سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی دینی روحانی خدمات سے عامۃ المسلمین کو مستفیض کرنے کے لئے کوٹہ میں عظیم الشان پیمانے پر آل انڈیا امام احمد رضا کانفرنس منعقد کی جانے والی ہے علمائے کرام سے رابطہ قائم کیا جارہا ہے۔ تاریخ کا اعلان بہت جلد کیا جائے گا۔

عبد الرؤف رضوی
صدر بزم رضائے مصطفےٰ گلاب بیڑی ہرن بازار کوٹہ راجستھان

علامہ ارشد القادری

علامہ سید محمد مدنی اشرفی کچھوچھوی

وہ مقدس ہدایت یافتہ ونجات یابندہ جماعت حضور آیہ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے "ما انا علیہ واصحابی" سے جس کی پہچان کرا اور ید اللہ علی الجماعۃ فرماکر جس کا تعارف کرایا ــــــ اسی جماعت کو ــــــ ہندوپاک کے ایک بڑے حصے میں "بریلوی" کہا جانا "مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا" رضی اللہ عنہ کی فضیلت وعظمت اور ان کی رفعت شان کے اس گوشے کو نمایا کرتا ہے جو مجددین سابقین کی صف میں آپ کی ذات کو منفرد وممتاز کر دیتا ہے ــــــ

اور لطف کی بات یہ ہے کہ لفظ "بریلویت" کو غیر شعوری طور پر ہی "سنیت" کے ہم معنی ایک وسیع مفہوم میں استعمال کے آغاز کا سہرا خود ا منکرین عظمت نبوت کے سر ہے جنھوں نے تقدیس رسالت کی نفی ہی کو توحید الٰہی سمجھ رکھا ہے ــــــ

اب کوئی اشاعرہ سے ہو ــــــ یا ــــــ ماتریدیہ سے حنفی یا شافعی مالکی ہو یا حنبلی اگر وہ صحیح طور پر مسلک اہل سنت وجماعت پر ہے مذکورۃ الصدر مروجہ اصطلاح کی روشنی میں "بریلوی" ہے ــــــ

اب بریلوی ہونے کے لئے "فاضل بریلوی" کی ذات گرامی تک کسی کے سلسلہ علمی یا سلسلہ نسبی یا سلسلہ بیعت وارادت کا پہنچنا ــــــ یا شہر بریلی میں مقیم رہنا ضروری نہیں رہ گیا۔

اسی لیے تو ایسوں کو بھی بریلوی کہا جاتا ہے۔ جس نے عمر بھر بریلی شریف کو خواب میں بھی نہیں دیکھا ــــــ نیز ــــــ جس کا یا نسبی یا کسی دوسری طرح کا کوئی سلسلہ فاضل بریلوی تک نہیں پہنچتا ــــــ بلکہ ــــــ جہاں فاضل بریلوی کی آواز تک نہیں پہنچ اس اصطلاح نے "بریلویت" کو وہاں تک پہنچا دیا۔

اب اس دنیا کا ہر وہ فرد "بریلوی" ہے جو مسلک اہل سنت پر واقعی طور پر گامزن ہے۔

غور فرمایئے کہ ــــــ فاضل بریلوی کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے۔ از اوّل تا آخر مقلد رہے۔ ان کی ہر تحریر کتاب وسنت اور اجما وقیاس کی صحیح ترجمان رہی نیز سلف صالحین وائمۂ مجتہدین کے ارشادات اور مسلک اسلاف کو واضح طور پر پیش کرتی رہی ــــــ وہ زندگی کے کسی گوشے میں ایک پل کے لئے بھی "سبیل مومنین صالحین" سے نہیں ہٹے۔

ــــــ اب اگر ایسے عالم دین کے ارشادات حقانیہ اور توضیحات وتشریحات پر اعتماد کرنے والوں، انھیں حق سمجھنے والوں اور دلائل و برا کی روشنی میں انھیں سلف صالحین کی روش کے مطابق یقین کرنے والوں کو "بریلوی" کہہ دیا گیا تو کیا بریلویت وسنیت کو با مترادف المعنی نہیں قرار دے دیا گیا؟

ــــــ اور کیا بریلویت کے وجود کا آغاز فاضل بریلوی کے وجود سے پہلے ہی نہیں تسلیم کر لیا گیا؟ ــــــ

المختصر ــــــ ہمارے "امام احمد رضا فاضل بریلوی" کی عظمت وشان اور بارگاہ خدا ورسول میں ان کی مقبولیت کو سمجھنے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کی ذات گرامی تو بڑی چیز ان کے شہر کی طرف اپنی ذات کو منسوب کرنا اہل ایمان اور اس کے عاشق رسول ہونے کی دلیل بن گئی

——— اب میں الحمدللہ مسلکاً حنفی، نسباً جیلانی، مشرباً اشرفی، اور وطناً کچھوچھوی ہونے کے باوجود اپنے کو "بریلوی" کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں ———

اب آپ علامہ ارشد القادری، کے

تحریر دلپذیر

سے مستفید و مستفیض ہوں۔

وَالسَّلام عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الھُدیٰ

فقیر اشرفی وگدائے جیلانی
محمد مدنی اشرفی جیلانی غفر لہٗ
مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وتکریماً

آج کے دور فتن میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا منصب تجدید و ارشاد اتنا واضح ہو چکا ہے کہ محتاج بحث واستدلال نہیں رہا۔ غیر جانب داری اور انصاف و دیانت کے ساتھ اسلاف کے مذہب و مسلک کا مطالعہ کرنے والا یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اسلام کے ماضی اور حال کے درمیان ایک عظیم رابطہ کی حیثیت سے اپنے وقت میں جلوہ گر ہوئے اور اپنی خداداد قوت علم ویقین اور لگاتار قلمی جہاد کے ذریعے انھوں نے ملحدانہ قوتوں کی ان ساری کوششوں کو ناکام بنا دیا جو ہمارے فکر و اعتقاد اور کردار و عمل کا رشتہ ہمارے مقدس ماضی سے منقطع کرنا چاہتے تھے۔

دراصل یہی ہے وہ منصب تجدید و ارشاد، جس پر وقت کا ایک مجدد فائز ہوتا ہے۔ وہ کسی نئے مذہب فکر کی بنیاد نہیں ڈالتا۔ بلکہ اسی مذہب اسلام کو نئی توانائیوں اور صحیح تعبیر کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے جو نقطہ آغاز سے لے کر ماضی کے بے شمار اشخاص و رجال کے ذریعہ اس تک پہنچا ہے۔ اس کی ساری جدوجہد اس نقطہ پر مرکوز رہتی ہے کہ ملت اسلامیہ کے افراد کے ساتھ فکر و اعتقاد کے زاویے کا وہ تسلسل ٹوٹنے نہ پائے جس نے ماضی کے ہر دور میں کروڑوں افراد انسانی کو اسلام کے ساتھ مربوط رکھا ہے مسلم معاشرہ کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کے لئے جس پر اسلام کے مقدس ماضی کی چھاپ لگی ہوتی ہے وہ لوگوں سے جنگ کرتا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ ہم ایک عظیم اور مقدس ماضی کے وارث ہیں اس لئے ماضی کے بزرگوں سے جو کچھ ہمیں ملا ہے۔ کل کا کل قبول کرنا ہوگا کچھ لینے اور کچھ چھوڑنے کی اگر اجازت دے دی گئی تو ایک دن ایسا بھی آسکتا ہے کہ کچھ چھوڑنے والے سبھی کچھ چھوڑ دیں۔ اور اس کے بعد بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے رہیں۔ یوں ہی کسی چھوٹی چیز کو اس پیمانے سے مت دیکھو کہ وہ چھوٹی ہے۔ بلکہ اس زاویہ نگاہ سے دیکھو کہ وہ ماضی کے مقدس بزرگوں سے ورثے میں ملی ہے جو آج ماضی کی چھوٹی چیز کو ٹھکرا سکتا ہے۔ وہ کل ماضی کی بڑی چیز کو بھی ٹھکرا دے گا۔ کیونکہ ماضی سے مربوط رہنے کا ذریعہ وہ حسن اعتماد ہے جو ماضی کے بزرگوں کے ساتھ قائم ہے اور جب وہی مجروح ہو گیا تو آئندہ مسلمان رہنے کی ضمانت کیا ہے قرآن کی زبان میں اسلام اس صراط مستقیم کا نام ہے جو صدیقین و صالحین کے قدموں کے نشانات سے پہچانا جاتا ہے اس کے علاوہ سینکڑوں راہوں کے درمیان اسے ممیز کرنے کا کوئی محسوس ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ پس جسے اس گزر جانے والے قافلے کے نقوش قدم کی پیروی سے انکار ہے اس کے حق میں دو ہی باتیں کہی جاسکتی ہیں۔ یا تو وہ اپنے تئیں اس منزل کا مسافر ہی نہیں ہے یا پھر گمشدگی اس کی تقدیر کا نوشتہ ہے۔

آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کوئی بھی تصنیف اٹھا لیجئے۔ ایک روایتی مجدد کا یہ انداز فکر آپ کو پوری کتاب میں پھیلا ہوا نظر آئے گا کسی بھی مسئلے پر اعلیٰ حضرت کا قلم جب اٹھتا ہے تو بالالتزام بحث واستدلال کی ترتیب یہ ہوتی ہے سب سے پہلے آیات قرآنی یا پھر احادیث کریمہ پھر آثار صحابہ پھر ارشادات تابعین وتبع تابعین پھر اقوال ائمہ مجتہدین پھر تصریحات مشاہیر امت ——— تحریر و بیان کا یہ اسلوب اس نقطہ نظر کو پوری طرح واضح کرتا ہے کہ کسی بھی مسئلے میں شارع کا منشا معلوم کرنے کے لئے ماضی کے ہر مستند طبقے کے ساتھ منسلک رہنا نہایت ضروری ہے۔ اعتماد و وابستگی کا یہ سلسلۃ الذہب کہیں سے بھی ٹوٹ گیا تو ایمان و یقین کی سلامتی کو بھی خطرہ پیش آسکتا ہے۔

واقعات وحالات کی روشنی میں اگر آپ مذہبی امور میں آزادئ رائے

کی تاریخ کا تجزیہ کریں تو آپ کو تسلیم کرنا ہوگا کہ اپنے وقت کے مجدد کا یہ اندیشہ غلط نہیں تھا کہ چھوٹی چیز کو چھوڑنے والے ایک دن بڑی چیز کو بھی چھوڑ دیں گے۔ اور سواد اعظم کی پیروی سے انکار کرنے والے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی پیروی سے انکار کر دیں گے۔ چنانچہ تجربات شاہد ہیں کہ رسم کہہ کر جن لوگوں نے ماضی کے بزرگوں کی روایات سے لوگوں کو منحرف کرنے کی کوشش کی انھیں کچھ مدت کے بعد اپنے ہی درمیان ایک ایسے طبقے کا سامنا کرنا پڑا جس نے یہ کہتے ہوئے ائمہ مجتہدین کی تقلید کا قلادہ اپنی گردنوں سے اتار کر پھینک دیا کہ وہ بھی ہماری ہی طرح ایک عام امتی ہیں۔ دین کے مسائل و احکام معلوم کرنے کے لئے ان کی مجتہدانہ صواب دید پر اعتماد کرنا ہمارے لئے کیا ضروری ہے؟ ہمیں بھی خدا نے فکر کی قوت بخشی ہے ہم براہ راست احادیث سے رابطہ قائم کریں گے ہمارے لئے حدیث رسول کافی ہے۔ اقوال ائمہ کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں اقوال ائمہ اغلاط کا مجموعہ ہیں۔

لیکن ابھی چند سال بھی نہیں گزرے تھے کہ اسی دعوت انحراف کے بطن سے تیسرے گروہ نے جنم لیا۔ اس نے بڑے طمطراق سے کہنا شروع کیا کہ دین دراصل خدا کا ہے۔ پیغمبر کی حیثیت تو صرف ایک قاصد کی ہے۔ دین کے متعلق خدا کی مکمل ہدایات قرآن کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ قرآن ہمارے لئے کافی ہے حدیث کی کوئی ضرورت نہیں۔ احادیث اغلاط کا مجموعہ ہیں۔ مسلمانوں کے فکری زوال اور قومی انتشار کا سب سے بڑا ذریعہ یہ احادیث ہیں۔

بغاوت والحاد کا یہ قیامت خیز فتنہ جب جوان ہوگیا اور سر پر چڑھ کر آواز دینے لگا تو اب لوگ بدحواس ہو کر سینہ پیٹ رہے ہیں کہ ہائے اسلام میں انتشار کا رخنہ ڈال دیا ان ظالموں نے! امت کا شیرازہ جس رشتے سے بندھا ہوا تھا اسی کو توڑ دیا اب اس کی ضمانت کیا ہے کہ حدیث کو چھوڑنے والے ایک دن قرآن کو نہیں چھوڑ دیں گے اور اسکے بعد بھی کہیں گے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں مسلم معاشرہ میں ایک مسلمان کا حق ملنا چاہیے۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ پہنچنے والے یہاں تک اچانک نہیں پہنچ گئے۔ انھیں الحاد و انکار کے متعدد مراحل سے گزرنا پڑا اس سے پہلے اعتماد و یقین کے کئی رشتے انھوں نے بتدریج توڑے تب جا کر حدیث کے رشتے تک ان کا ہاتھ پہنچا ________ اس لئے مجھے کہنے دیا جائے کہ اسلام میں رخنے کی بنیاد اسی دن پڑ گئی تھی جس دن دہلی کے ایک ناخدا ترس بانی نے "بزرگوں کی رسم" کہہ کر ماضی کی متوارث روایات کے خلاف بغاوت کا علم اٹھایا تھا۔ اسلامی اقدار کے خلاف ایک نیا فتنہ عین اپنی ولادت کے وقت ہی کچل دیا گیا ہوتا تو آج ہمیں یہ سیاہ دن کیوں دیکھنا پڑتا۔

اور اس پر مزید یہ ستم ہے کہ جو اسلام میں نئے فتنوں کا بانی تھا اسے آج بھی ملت کا محسن سمجھا جاتا ہے اور جس نے اپنے خون جگر سے یقین و ایمان کے فصیلوں کی بنیاد مستحکم کی اس کی خدمات کا کوئی اعتراف نہیں ہے۔ مسلم ہندوستان کی مذہبی تاریخ پر قلم اٹھانے والے جو اپنے آپ کو غیر جانبدار اور حقائق پسند کہتے ہیں اگر انھوں نے دیدہ و دانستہ احیائے ملت کی ایک عظیم تاریخ کے ساتھ بے اعتنائی برتی ہے تو یہ حقائق کے خلاف ایک کھلا ہوا تعصب ہے اور اگر انھوں نے ناواقفیت کی بنیاد پر تاریخ کی یہ اہم کڑی چھوڑ دی ہے تو سوا اس کے اور کیا کہا جائے گا کہ کچھ نہ لکھنا ایک گمراہ کن تاریخ لکھنے سے کہیں بہتر تھا۔

واقعات کے ساتھ انصاف کرنے والوں کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے منصب تجدید و ارشاد کو سمجھنے کے لئے جہاں اس دور کے مذہبی اور سیاسی ماحول کا سمجھنا ضروری ہے وہاں ان فکری اور اخلاقی محرکات کا پیش نظر رکھنا بھی لازمی ہے۔ جو اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات اور ان کی تصنیفات کے پیچھے ہیں کیونکہ فکر و اعتقاد کے جن مفاسد کی اصلاح کرنے کے لئے وہ اٹھے تھے وہ انفرادی نہیں تھے بلکہ ایک منظم گروہ اور ایک مربوط مکتب فکر کی پشت پناہی میں وہ پھیل رہے تھے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو اپنے وقت میں "دیوبندی جماعت" کے نام سے ایک ایسے الحاد پرور اور زمانہ ساز گروہ کا سامنا کرنا پڑا جو ایک طرف اپنے آپ کو "حنفی" بھی کہتا تھا اور دوسری طرف ابن تیمیہ سے لے کر ابن عبد الوہاب نجدی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی تک، ان سارے ائمہ الحاد و فتن کے عقائد و افکار کا علمبردار بھی تھا جو سلف صالحین اور ائمہ اسلام کی بارگاہوں سے ٹکرائے جا چکے تھے اور اتنا ہی نہیں بلکہ ائمہ اسلام کے اس باغی طبقے کے ساتھ جسے ہم "غیر مقلدین" کے نام سے جانتے ہیں اعتقادی اور فکری رابطہ بھی قائم ہو گیا تھا اور دونوں گروہوں کے درمیان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان جسے ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا اردو ایڈیشن کہنا چاہئے بزرگان اسلام کے خلاف بغاوت کے لئے قدر مشترک کے طور پر استعمال کی جاتی تھی۔ اور وہ دونوں گروہ اس کتاب کے گمراہ کن اور ایمان سوز مضامین کی تبلیغ و اشاعت کو اپنا مقدس ترین فریضہ سمجھتے تھے اور آج تک سمجھ رہے ہیں۔ غیر مقلدین کے ساتھ ان نام نہاد حنفی مقلدین کے گٹھ جوڑ نے نہ صرف یہ کہ حنفی مذہب کو نقصان پہنچایا اور غیر مقلدین کے لئے مسلم معاشرہ میں داخل ہونے کا راستہ ہموار کیا بلکہ دونوں گروہ

کی مشترک جدوجہد سے زندگی کے بیشتر مسائل میں ائمۂ اسلام اور سلف صالحین کے ساتھ عامۃ المسلمین کے فکری رابطے کا اعتماد بھی مجروح ہونے لگا۔

اس طرح کے پیچیدہ اور سنگین ماحول میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اصلاح وارشاد کا کام شروع کیا آندھیوں کی زد پر چراغ جلانے کا محاورہ ہم نے سنا تھا لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی علمی اور دینی تاریخ میں یہ محاورہ حقیقت کا ایک پیکر محسوس بن گیا ہے۔ بلاشبہ انھوں نے آندھیوں کی زد پر چراغ جلایا۔ قلم کی تلوار ہاتھ میں لے کر تنہا اٹھے اور عرب سے عجم تک مذہب اہل سنت کی حقانیت وصداقت کا سکہ بٹھا دیا۔ مومنین کے قلوب میں سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وتوقیر سلف صالحین کی محبت وعقیدت اور شریعت طیبہ طاہرہ کے احترام کا جذبہ کچھ اس طرح جگایا کہ اہل ایمان کی زندگی کا نقشہ بدل گیا۔

ویسے ہندوستان میں اس وقت اس گروہ کے علاوہ بھی بہت سے فرقہائے باطلہ تھے جن سے مسلمانوں کی مذہبی سلامتی کو نقصان پہنچا اور اعلیٰ حضرت نے ان فتنوں سے بھی ملت کی تطہیر فرمائی لیکن خصوصیت کے ساتھ وہابیت کے استیصال میں ان کے مجاہدانہ اقدامات نے امت کو ایک عظیم ابتلا سے بچالیا۔ فتنۂ وہابیت کے استیصال کی طرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خصوصی توجہ کا باعث یہ ہوا کہ اس فتنے کے علم بردار اپنے آپ کو حنفی کہہ کر حنفی مسلمانوں میں بار پانے کی کوشش کر رہے تھے اور حنفی مسلمانوں کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ جو خیالات وہ ان کے سامنے پیش کر رہے تھے وہ عین حنفی مذہب کے مطابق ہیں۔ حالانکہ حنفی مذہب سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

ان حالات میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے شدت کے ساتھ یہ خطرہ محسوس فرمایا کہ اگر واضح اور مدلل بیان کے ساتھ اس فریب کا پردہ چاک نہ کیا گیا تو پاک وہند کے احناف سخت گمراہی کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت نے ایک ایک اخلاقی مسئلے پر قرآن وحدیث، اقوال ائمہ اور حنفی مذہب کی کتابوں سے دلائل وشواہد کا انبار لگا کر حنفیت اور وہابیت کے درمیان کھلا ہوا امتیاز قائم کر دیا۔

فکر واعتقاد اور کردار وعمل کی مختلف سمتوں میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مجددانہ اصلاحات اور ان کی علمی خدمات کو ہم چار شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا شعبہ

سنی حنفی مسلمانوں کے وہ عقائد وروایات جنھیں دیوبندی حضرات شرک اور حرام کہتے تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے قرآن وحدیث، فقہ حنفی اور اسلاف کی کتابوں سے روشن بیانات اور واضح دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ وہ امور شرک اور حرام نہیں بلکہ قرآن وحدیث کا عین مقتضا، اور ائمہ کرام اور سلف صالحین کے نزدیک مستحسن وپسندیدہ ہیں اور یہ امور کچھ آج کے ایجاد کردہ نہیں ہیں بلکہ اسلام کے ماضی سے ہمیں ورثے میں ملے ہیں۔ لہٰذا جو ان امور کو شرک یا حرام کہتا ہے اس کا یہ حملہ ہم پر نہیں بلکہ اسلاف کرام پر ہے جن کے ساتھ وابستگی ہماری دینی سلامتی کی ضمانت ہے۔

اس شعبے کے ضمن میں مندرجہ ذیل مباحث بطور مثال ملاحظہ فرمائیں:-

۱۔ تقبیل ابہامین۔ ۲۔ ندائے یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ۳۔ عقیدہ شفاعت۔ ۴۔ توسل۔ ۵۔ عقیدہ علم غیب۔ ۶۔ عقیدہ حیات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ۷۔ میلاد وقیام۔ ۸۔ عرس وفاتحہ۔ ۹۔ نذر۔ ۱۰۔ تذکرہ شہادت کربلا۔ ۱۱۔ محافل گیارہویں۔ ۱۲۔ تثویب۔ ۱۳۔ استعانت بالانبیاء والاولیاء۔ ۱۴۔ بناء قباب بر مزارات۔ ۱۵۔ سفر برائے زیارت قبور انبیاء واولیاء۔ وغیرہا۔

اہل سنت کی یہ وہ مذہبی اور اعتقادی روایات تھیں۔ جن پر دیوبندی گروہ کے علماء حملہ آور تھے۔ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اہل سنت کی طرف سے ان کا دفاع فرمایا۔ یہ روایات صدیوں سے امت مسلمہ کے اندر تمام شرق وغرب اور عرب وعجم میں رائج تھیں کچھ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ایجاد کردہ نہیں تھیں اور آج بھی مسلم معاشرہ کی عظیم اکثریت کا تمام اسلامی اور غیر اسلامی ملکوں میں ان روایات پر عمل درآمد ہے۔ اس لئے کہنے دیجئے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی دنیائے اسلام کے عظیم محسن ہیں جنھوں نے ان روحانی اور مذہبی نقوش کو مٹنے سے بچایا جو عالم اسلام کو اپنے قابل تقلید اسلاف سے ورثے میں ملے تھے۔

دوسرا شعبہ

دیوبندی فرقے کے وہ مخصوص عقائد جنھیں وہ تقریر وتحریر کے ذریعہ مسلم معاشرہ میں پھیلا رہے تھے اور آج بھی ان کی تبلیغ واشاعت کا سلسلہ جاری ہے اور از راہ فریب سادہ لوح عوام سے کہتے تھے کہ یہی وہ اسلامی عقائد ہیں جو قرآن وحدیث سے اخذ کئے گئے ہیں۔ ایک

سچے مسلمان کو انھیں عقائد پر چلنا چاہیے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے امت مسلمہ کو عقیدے کے فساد سے بچانے کے لئے جس پامردی اور صبر واستقامت کے ساتھ اپنی مہم کا آغاز کیا وہ ایک مجدد ہی کی شان ہو سکتی ہے وقت کی ساری باطل قوتوں کو اپنا حریف بنا لینے کے باوجود اعلیٰ حضرت کی آواز کا وزن ساری دنیا نے محسوس کیا اعلیٰ حضرت نے قرآن وحدیث، فقہ حنفی اور سلف صالحین کی بوجھل شہادتوں سے ان مصنوعی عقائد کی دھجیاں اڑا دیں۔ اور ہر کہہ ومہہ پر آفتاب نیمروز کی طرح واضح کر دیا کہ یہ عقائد سرتاسر باطل اور ایمان واسلام کے لئے مہلک ہیں۔ مسلمانوں کو ان فاسد عقائد سے سخت اجتناب کرنا چاہیے اور کھلے بندوں ان کی مذمت کرنی چاہیے تاکہ معاشرہ میں انھیں اعتماد کی جگہ نہ مل سکے۔

اسی شعبے کے ضمن میں مندرجہ ذیل دیوبندی عقائد بطور مثال ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ امتی عمل میں انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس)
۲۔ صریح جھوٹ سے انبیاء کا محفوظ رہنا ضروری نہیں ہے۔ (تصفیۃ العقائد)
۳۔ کذب کو شان نبوت کے منافی سمجھنا غلط ہے۔ (تصفیۃ العقائد)
۴۔ انبیاء کو معاصی سے معصوم سمجھنا غلط ہے۔
۵۔ نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال کرنا شرک ہے اور گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ (صراط مستقیم)
۶۔ نماز میں حضور کا خیال لانے سے نمازی مشرک ہو جاتا ہے اور اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (صراط مستقیم)
۷۔ خدا کے لئے جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ (براہین قاطعہ، یکروزی وغیرہ) خدا کو زمان ومکان اور جہت سے پاک ومنزہ سمجھنا گمراہی ہے۔ (ایضاح الحق)
۸۔ جادوگروں کے شعبدے انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ (منصب امامت)
۹۔ صحابہ کرام کو کافر کہنے والا سنت جماعت سے خارج نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)
۱۰۔ محمد یا علی جس کا نام ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان)
۱۱۔ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان)
۱۲۔ رسول بخش، نبی بخش، عبد النبی، عبد المصطفیٰ، غلام معین الدین، غلام محی الدین نام رکھنا یا اسے پسند کرنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)
۱۳۔ یہ کہنا کہ خدا ورسول چاہے گا تو فلاں کام ہوگا شرک ہے۔
۱۴۔ رحمۃ للعالمین ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہ ہے۔ امتی بھی رحمۃ للعالمین ہو سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ)
۱۵۔ بزرگان دین کی فاتحہ کا تبرک کھانے سے دل مردہ ہو جاتا (فتاویٰ رشیدیہ)
۱۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ ہم ان چھوٹے بھائی ہیں۔ (تقویۃ الایمان)
۱۷۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن اپنا وکیل سفارشی سمجھتا ہے۔ وہ ابوجہل کے برابر مشرک ہے (تقویۃ الایمان)
۱۸۔ کسی نبی یا ولی کے مزار پر روشنی کرنا، فرش بچھانا، جھاڑو دینے پانی پلانا اور لوگوں کے لئے غسل اور وضو کا انتظام کرنا شر ہے۔ (تقویۃ الایمان) وغیرہا

انصاف ودیانت کے ساتھ دیوبندی مکتب فکر کے ان معتق پر غور فرمائیے ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن سے عقیدہ توحید وتقدیس کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ اور کچھ وہ ہیں جو شان رسالت کو مجروح کرتے اور کچھ وہ ہیں جنھیں اگر صحیح مان لیا جائے تو دنیا کے اسی کروڑ مسلمانو کے ایمان واسلام کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے اور با تک نہیں رکتی بلکہ صدیوں پر مشتمل ماضی کے وہ اسلاف کرام بھی زد میں آ ہیں۔ جنھوں نے مذکورہ بالا عقائد واعمال کی توثیق فرمائی ہے۔

اب ایک طرف ہمارے معتقدات وروایات پر یہ جارحانہ حملہ ذ رکھیے اور دوسری طرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہ د کردار ملاحظہ فرمائیے کہ انھوں نے ایک پرجوش وکیل اور ایک پر خلو محافظ کی طرح امت کے سر سے کفر وشرک کے الزامات کا دفا کیا ہے۔ اور نہایت اخلاص ودیانت کے ساتھ قرآن وحدیث فقہ حنفی اور سلف صالحین کے اقوال سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ا کہ جن عقائد واعمال کو اہل دیوبند کفر وشرک کہتے ہیں وہ ایما واسلام کے بہترین مظاہر ہیں۔

اب جمہور اسلام کے افراد ہی اس کا فیصلہ کریں کہ اعلیٰ حضرت فا بریلوی کا یہ عظیم کارنامہ ان کے حق میں ہے یا ان کے خلاف ہے؟ ان گراں قدر خدمات کے ذریعے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے امت میں تفرقہ ڈالا ہے یا انھیں ٹوٹنے سے بچالیا ہے۔

عین شورش اور طوفان کی زد پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جن عقائد واعمال کی حمایت کی ہے اور جن روحانی احساسات ٹوٹنے سے بچایا ہے اگر آج بھی روئے زمین کے جمہور مسلمین کا وہی مذہب ہے تو یہ فیصلہ جمہور ہی کو کرنا ہوگا کہ اپنے ایک جاں نثار وکیل اور ایک بے غرض محسن کو جذبۂ محبت کے ساتھ یاد کیا جائے یا دشمن کے ناپاک پروپیگنڈوں کا شکار ہوکر احسان فراموشی کا رویہ اختیار کرلیا جائے۔

ان سوالوں کے جواب کے لئے میں آپ سے آپ ہی کے ضمیر کا انصاف چاہتا ہوں۔

تیسرا شعبہ

اکابر دیوبند کی بعض وہ عبارتیں جن میں انھوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں صریح گستاخیاں کی تھیں۔ اور ضروریات دین کا انکار کرکے دین سے خود اپنا رشتہ منقطع کرلیا تھا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ان توہین آمیز عبارتوں پر ان کا مواخذہ فرمایا اور ان سے رجوع و توبہ کا مطالبہ کیا۔ آگے چل کر اس مطالبہ میں سادات حرمین طیبین اور بلاد عرب کے مشاہیر علماء و مشائخ بھی شریک ہوگئے اور اس طرح یہ کل عالم اسلام کا مطالبہ بن گیا۔

لیکن حق کے آگے جھکنے میں ان حضرات نے عار محسوس کیا اور عزت دنیوی کو آخرت پر ترجیح دی نہ ان اہانت آمیز عبارتوں کو اپنی کتابوں سے حذف کیا اور نہ ان سے رجوع فرمایا۔ بلکہ آج تک وہ ان اہانت آمیز عبارتوں کی اشاعت کرکے اہل اسلام کے جذبات کو مجروح کر رہے ہیں۔

اس شعبے کے ضمن میں مندرجۂ ذیل عبارتیں بطور مثال پیش کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ دیوبندی مذہب کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو رذائل اور حیوانات وبہائم کے علم سے تشبیہ دے کر شان رسالت میں صریح توہین کا ارتکاب کیا۔ جس کے وہ خود اقراری مجرم ہیں۔

۲۔ "براہین قاطعہ" مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی ومصدقہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی میں ایک توہین آمیز عبارت لکھی گئی جس کا مفہوم یہ ہے کہ

روئے زمین سے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم شریف شیطان کے علم سے کم ہے بلکہ یہاں تک لکھ دیا گیا کہ شیطان کے علم کی وسعت نص (قرآن وحدیث) سے ثابت ہے، حضور پاک کی وسعت علمی پر کوئی دلیل نہیں ہے اور شیطان کے مقابلے میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی کا عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے۔

۳۔ بانیٔ دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں اس امر کی صراحت فرمائی کہ آیت قرآنی میں لفظ "خاتم النبیین" سے حضور علیہ السلام کو آخری نبی سمجھنا یہ عوام کالانعام کا شیوہ ہے۔ امت کے قابل اعتماد طبقے کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔

دوسری جگہ لکھا کہ حضور علیہ السلام کے بعد بالفرض کوئی نیا نبی پیدا ہو جب بھی حضور کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

۴۔ دیوبندی مذہب کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے ایک مرید نے عین حالت بیداری میں بہ سلامتی ہوش وحواس انھیں نبی کہہ کر ان پر بایں الفاظ درود بھیجا اللھم صل علی سیدنا ونبینا اشرف علی اور ایسا کئی بار کیا اور عذر لنگ یہ تراشا کہ مجبور ہوں بے اختیار ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اور واقعہ کی یہ تفصیل جب اپنے پیر تھانوی صاحب کو لکھ بھیجی تو بجائے اس کے کہ پیر صاحب اسے تنبیہ کرتے اور اسے توبہ کراتے، اس کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اسے تسلی دی۔ (رسالہ الامداد بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ھ)

ان عبارتوں پر شرعی مواخذات کی تفصیل

۱۔ حفظ الایمان کی عبارت پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے یہ مواخذہ فرمایا کہ اس میں ایسا کے ذریعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم پاک کو رذائل اور حیوانات وبہائم کے علم کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ امر مابین عقلاء واہل لسان مسلم ہے کہ رذائل کے ساتھ تشبیہ ما میں توہین کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس عبارت میں علم نبوت کی صریح توہین ہے۔ اور توہین شان نبوت چونکہ کفر ہے اس لئے قائل کو توبۂ صحیحہ شرعیہ اور تجدید اسلام کرنا چاہیے۔

۲۔ براہین قاطعہ کی عبارت پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے تین الزامات قائم فرمائے۔

پہلا الزام تو یہ ہے کہ اس میں شیطان کے مقابلے میں حضور کے علم پاک کی تنقیص کی گئی ہے اور نبی کے علم کی تنقیص از روئے کتاب وسنت وباتفاق مشاہیر اسلام کفر ہے۔

دوسرا الزام یہ ہے کہ اس عبارت میں شیطان کی وسعت علمی کو نص سے (قرآن وحدیث) ثابت مانا گیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علمی کے لئے دلیل کا کلیۃً انکار کر دیا گیا۔ جو خلاف واقعہ ہونے کے علاوہ نبی کے مقابلے میں شیطان کی علمی برتری کا اظہار ہے جو صریحاً گستاخی ہے۔

تیسرا الزام یہ قائم فرمایا کہ اس عبارت میں نبی کی وسعت علم کے اعتقاد کو شرک قرار دیا گیا۔ لیکن شیطان کے حق میں یہی وسعت علم کا اعتقاد عین اسلام بن گیا۔ اب حقیقت کا فیصلہ دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ کہا جائے کہ کتاب کے مصنفین نے شرک کا حکم غلط لگایا ہے اور اگر صحیح لگایا ہے تو یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ لوگ شیطان کو خدا کا شریک سمجھتے ہیں۔

تحذیر الناس کی عبارت پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا الزام یہ ہے کہ اس میں لفظ خاتم النبیین سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا گیا ہے۔ اور اسے عوام کا خیال بتایا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ حقیقت امر اور قرآن وحدیث کے رو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں۔ کیونکہ مصنف کے نزدیک حقیقت امر اور قرآن وحدیث کے رو سے بھی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہوتے تو یہ ہرگز نہ کہا جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضور کے آخری ہونے کا انکار اسلام میں صریح کفر ہے۔

اور دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی بالفرض کوئی نبی پیدا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اس بات کو ہم پہلی بات کا لازمی نتیجہ کہہ سکتے ہیں یعنی جب قائل کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں تو ظاہر ہے کہ بغیر کسی قباحت شرعی کے حضور کے بعد دوسرا نبی آسکتا ہے کیونکہ مانع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا "آخر" ہونا تھا اور جب اسی کا انکار کر دیا گیا تو مانع کہاں رہا؟

لہٰذا جس نئے نبی کو بالفرض کی صورت میں تسلیم کیا گیا تھا جب وہ "مفروضہ نبی" غلام احمد کی صورت میں واقع ہو گیا تو اب عقیدہ ختم نبوت کی بنیاد پر اہل دیوبند اس کا کیونکر انکار کر سکتے ہیں؟

۴۔ الامداد کی عبارت پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا الزام یہ ہے کہ غیر نبی کو نبی کہنا کفر ہے اور کفر کی حوصلہ افزائی اور اس کے بارے میں اپنی خوشنودی کا اظہار بھی کفر ہے لہٰذا قائل بالکفر اور راضی بالکفر دونوں ایک ہی الزام کی زد میں ہیں۔ باقی رہ گیا "زبان کے بے قابو ہونے کا عذر" تو کفر اور ناروا کلمات منھ سے نکالنے کے لئے شریعت اس طرح عذر لنگ کو ہرگز تسلیم نہیں کرتی۔

اختصار کے ساتھ مذکورہ بالا عبارتوں پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے شرعی الزامات کی جو میں نے تشریح کی ہے اس کی روشنی میں اہل علم حضرات غور فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ان لوگوں سے توبہ و رجوع کا جو مطالبہ فرمایا تھا وہ معقول بنیاد پر مبنی تھا یا بے بنیاد تھا؟

چوتھا شعبہ

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی علمی خدمات کا چوتھا شعبہ وہ مذہبی اور اخلاقی اصلاحات ہیں جو مسلم معاشرہ میں پھیلی ہوئی غلط رسموں اور برائیوں کے خلاف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے انجام دیئے۔ اور ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر نئے مسائل پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی وہ بلند پایہ تحقیقات اور فکری نوادرات ہیں جنھیں دیکھ کر علمائے عرب نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی فقہی بصیرتوں اور علمی عظمتوں کا لوہا مان لیا۔

معاملات وعبادات میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جن اغلاط ومفاسد کی اصلاح فرمائی وہ ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتاوے میں جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں۔ اگر انھیں منتخب کر کے ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ خاص طور پر فتاویٰ رضویہ کے وہ مباحث جو محافل میلاد، اعراس، زیارت قبور، مراسم محرم، اور خوشی وغمی وغیرہ میں غلط رسم ورواج اور غیر اسلامی امور کی اصلاحات پر مشتمل ہیں وہ ان لوگوں کے منھ پر بھرپور طمانچہ ہیں جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو بدعت نواز کہتے ہیں۔ [1]

اس مقالے کی آخری سطریں لکھتے ہوئے اپنے عنوان کے متعلق دو لفظ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ بات اب محتاج بحث نہیں ہے کہ پاک وہند میں اپنے آپ کو حنفی کہنے والے دو بڑے مکاتیب فکر میں منقسم ہو گئے ہیں۔ بریلوی مکتب فکر اور دیوبندی مکتب فکر۔

میرا یہ مقالہ دونوں مکتب فکر کے تقابلی مطالعہ پر مشتمل ہے۔ اب

(باقی صفحہ ۱۰۴ پر)

---

[1] امام احمد رضا اور رد بدعات کے نام سے مولانا یٰسین اختر مصباحی نے اس موضوع پر تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ایک گرانقدر کتاب مرتب کی ہے جو ہندوپاک میں شائع ہو کر قبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔
ارشد القادری

"وصایا شریف" پر اعتراضات کے جوابات

یٰسٓ اختر مصباحی

مجدد اسلام امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرماتے وقت مسلمانانِ اہل سنت کے لیے بہت سی روح پرور، جاں نواز اور ایمان افروز وصیتیں فرمائی تھیں۔ جنھیں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے برادر زادہ حضرت مولانا حسنین رضا خاں ابن حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی قدس سرہما نے قلم بند فرما کر شائع کیا تھا۔ اور نصف صدی پیشتر سے لے کر آج تک کروڑوں اسلامیانِ ہند و پاک اس مجموعۂ ہدایت کو اپنے لیے ایک اصول دستور العمل سمجھتے رہے ہیں کیونکہ اس کے سارے مشتملات کتاب و سنت و اقوال علمائے امت کے عین مطابق اور ان کے شارح و ترجمان ہیں۔

لیکن بعض عاقبت نا اندیش علمائے دیوبند جو بارگاہ خدا و رسول میں اپنی اور اپنے بزرگوں کی، توہین آمیز عبارتوں کے جوابات سے عاجزی کی خجالت دور کرنے کے لیے علماء اہل سنت کی کتابوں میں غلطیاں تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور کچھ نہیں ملتا تو زبردستی غلطی بنا کر عوام میں اس کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ اس کتابچہ کے ساتھ بھی ان کی وہی مذموم حرکت ہوئی اور دو تین جگہ اعتراضات جڑ دیئے جن کا اس مضمون میں ایسا منہ توڑ جواب دیا گیا ہے کہ اگر شرم و حیا اور دیانت کا ذرا سا حصہ بھی دل میں ہو تو پھر سر نہ اٹھائیں ——— اور یہ کوئی پہلا جواب نہیں۔ قہر خداوندی، برق خداوندی اور العذاب الشدید وغیرہ میں بارہا جواب دیا گیا۔ اور ادھر ۱۳۹۰ھ میں نائب مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہٗ نے اپنی لاجواب کتاب "تحقیقات" میں نہایت تفصیل کے ساتھ علمائے دیوبند کے دسیوں باطل اعتراضات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ اور حق کو آفتاب نصف النہار کی طرح واضح اور روشن و منور کر دیا ہے۔

اب آپ علی الترتیب وصایا پر اعتراض اور اس کا تحقیقی و الزامی جواب ملاحظہ فرماتے چلیں۔

(۱)

وصایا شریف میں ہے ———

"رضا حسین اور حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اللہ توفیق دے۔"

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے میرا دین و مذہب کہہ کر یہ ظاہر کیا کہ انھوں نے کوئی نیا دین قائم کیا ہے۔ اور اتباع شریعت کے لیے تو یہ وصیت کی کہ "جہاں تک ہو سکے" اتباع شریعت نہ چھوڑو اور اپنے دین و مذہب کو اتنا بڑھا دیا کہ اس پر مضبوطی سے قائم رہنے کو ہر فرض سے اہم فرض بتایا۔

جواب: یہ اعتراض محض جہالت یا عناد کی پیداوار ہے۔ اصطلاحاً عملی احکام کو شریعت کہا جاتا ہے اور اعتقادیات کو دین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عوام و خواص بھی جانتے ہیں کہ احکام شرعیہ بقدر طاقت ہیں قرآن فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا مگر ضروریات دینیہ پر ایمان ہر وقت ضروری ہے۔ اس میں حتی الامکان کی شرط نہیں ——— اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ۔ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ۔ اس جواب سے ظاہر ہو گیا کہ اتباع شریعت کے ساتھ حتی الامکان کی قید نص قرآنی کے مطابق ہے اور دین و ایمان پر قائم رہنے کی مذکورہ تاکید اور اس کا ہر فرض سے اہم فرض ہونا بھی قرآن و حدیث کی ہدایت کے بالکل مطابق ہے۔

رہا یہ وسوسہ کہ میرا دین و مذہب سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے کوئی الگ دین قائم کیا تو یہ صرف عناد اور ضد و نفسانیت کا نتیجہ ہے ——— ظاہر ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ مسلمان تھے اگر کوئی مسلمان میرا دین و مذہب بولے تو ہر شخص سمجھ لے گا کہ وہ اسلام

ہی کو اپنا دین ومذہب کہہ رہا ہے۔ چونکہ اس نے اسے اختیار کیا ہے اس لئے اس کو اپنی طرف اضافت کر کے اپنا دین ومذہب کہہ رہا ہے۔ مسلمانوں کے محاورات اور علمائے اسلام کی کتابوں میں اس کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں اور کبھی کسی کو یہ خدشہ نہیں گزرتا کہ جس مسلمان نے اسلام کہنے کے بجائے میرا دین ومذہب کہا اس نے کوئی الگ دین قائم کر رکھا ہے۔ اس قسم کا وسوسہ صرف دیوبندی ذہن کی خصوصیت ہے اور وہ بھی علمائے حق کے ارشادات میں۔ ورنہ آگے آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ خود علمائے دیوبند نے کیسی کیسی عبارتیں لکھی ہیں مگر ان کے ماننے والوں کو وہ سب کی سب بے غبار نظر آتی ہیں۔

خاص بات یہ ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ دیوبندی "ذہانت" سے خوب آشنا تھے شاید اسی لئے میرا دین ومذہب کہنے پر اکتفا نہ کی بلکہ وضاحت کے ساتھ فرمایا "میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے" اب اگر مخالفین کے پاس آنکھیں ہوں تو دیکھیں کہ امام اہل سنت کی کتابوں سے کون سا دین ومذہب ظاہر ہو رہا ہے ـــــ اسلامیان عالم تو ایک صدی سے دیکھ رہے ہیں کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ہمیشہ اسی دین ومذہب کی تبلیغ وحمایت فرمائی ہے۔ جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور جو چودہ سو برس سے صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین، محققین دین اور معتمد علمائے اسلام کا مذہب رہا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے اسی مذہب پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی ہے اور اسے ہر فرض سے اہم فرض بتایا ہے۔

بات واضح تھی مگر مزید اطمینان قلب کے لئے چند شواہد بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

۱۔ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (ترجمہ) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ـــــ کیا اس سے یہ مراد ہے کہ تمہارا ایجاد کردہ دین؟

۲۔ نکیرین قبر میں سوال کرتے ہیں مادینک؟ تیرا دین کیا ہے۔ مومن بندہ جواب دیتا ہے۔ دینیَ الاسلام میرا دین اسلام ہے۔ کیا اس کا یہ معنی ہے کہ میرا ایجاد کردہ دین "اسلام ہے"؟

۳۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ثُمَّ اعتقادی مذھب النعمان۔ یعنی قیامت کے لئے میرا جو اندوختہ ہے وہ مذہب نعمان پر میرا اعتقاد ہے ـــــ کیا امام اعظم ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی جدید مذہب ایجاد کیا تھا جس پر اعتقاد رکھنے کو ان کے شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ذخیرۂ آخرت سمجھا؟

اتنی تفصیل ووضاحت کے بعد بھی علمائے دیوبند کو سمجھ میں نہ آئے تو اپنے بزرگوں کی مندرجہ ذیل عبارتوں کا جواب تلاش کریں اور ہمیں بھی اطلاع دیں۔

۱۔ دیوبندی قطب الاقطاب رشید احمد گنگوہی کے بارے میں تذکرۃ الرشید مرتبہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی میں ہے۔

آپ نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ زبان فیض ترجمان سے فرمائے "سن لو! حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔ اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر ـــــ ص ۱۷، جلد دوم مکتبہ عاشقیہ قیصر گنج روڈ میرٹھ)

غور کریں یہ نہ فرمایا کہ "رشید احمد کی زبان سے جو نکلتا ہے حق ہوتا ہے" ـــــ اتنا بھی نہیں کہ "حق وہ ہے جو میری زبان سے نکلے۔ یوں فرمایا کہ "حق وہی ہے" جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے ـــــ لہٰذا کوئی آیت قرآنی ہو یا حدیث نبوی یا صحابہ وائمہ اور ساری دنیا کے معتمد علماء کے ارشادات، یا خود علماء دیوبند کے اقوال، جو بھی آں جناب کی زبان سے نہیں نکلتے وہ حق نہیں۔

مزید ملاحظہ ہو کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے تو اپنے فرزندوں کو اتباع شریعت کا حکم دیا تھا مگر آں جناب تو خود اپنی اتباع کی دعوت دے رہے ہیں اور اتنے ہی پر بس نہیں، فرماتے ہیں کہ "ہدایت ونجات ـــــ موقوف ہے ـــــ میرے اتباع پر"۔

۲۔ دیوبندی شیخ الہند محمود الحسن صاحب ان ہی گنگوہی صاحب کی شان میں عرض کرتے ہیں۔

ہدایت جس نے ڈھونڈی دوسری جا گر ہوا گمراہ
وہ سو میزاب ہدایت "تھے" کہیں کیا نص قرآنی

۳۔ دیوبندی حکیم الامت وجامع المجددین کے بارے میں مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کس یقین واذعان کے ساتھ لکھتے ہیں:۔

واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے۔
تذکرۃ الرشید اول ص ۱۱۳ مکتبہ عاشقیہ میرٹھ

مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کی "تحریر" کے بارے میں یہ "رائے گرامی" بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

مولانا خلیل احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ ان کے فیضان مسلمانوں اور طالبان ہدایت پر سدا قائم رہیں۔ واقعی اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جاوے۔ اور ان سب کو مذہب قرار دیا جاوے اور یہی عقیدہ ہے ہمارا اور ہمارے مشائخ کا ـــــ اور میں ہوں بندہ ارذل محمد بن افضل یعنی سہول عفی عنہ
مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند

[illegible] قاسمی دیوبند

۵۔ ۱۹؍ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ کی ایک مجلسِ شیخ زکریا سہارن پوری کے ملفوظات میں مولانا تقی الدین ندوی مظاہری نے لکھا ہے (اس مجلس میں مولانا منظور نعمانی اور مولانا ابوالحسن ندوی بھی شریک تھے)

ارشاد فرمایا:۔ مولوی منفعت علی صاحب جو میرے ابا جان (محمد یحییٰ کاندھلوی) کے شاگرد تھے، بعد میں حضرت تھانوی صاحب سے ان کا تعلق ہو گیا تھا انھوں نے مجھے ایک خط لکھا کہ تیری لیگ و کانگریس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ ——— میں نے جواب دیا کہ میں سیاسی آدمی نہیں ہوں البتہ اپنے دونوں بزرگوں حضرت تھانوی وحضرت مدنی کو آفتاب و ماہتاب سمجھتا ہوں۔ ان دونوں میں جس کا اتباع کرو مفید ہوگا۔

ہمارے اکابر حضرت گنگوہی و حضرت نانوتوی نے "جو دین قائم کیا تھا" اس کو مضبوطی سے تھام لو ——— اب رشید و قاسم پیدا ہونے سے رہے بس ان کے اتباع میں لگ جاؤ۔

ص ۱۲۶۔ صحبتے با اولیاء مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ۔ بار اوّل ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء مجلس معارف سرکیس سورت۔ گجرات۔

خط کشیدہ الفاظ کو بار بار پڑھیے یہاں تو صراحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ "حضرت گنگوہی و حضرت نانوتوی نے جو دین قائم کیا تھا اس کو مضبوطی سے تھام لو" ——— اپنی آنکھوں کا شہتیر نظر نہیں آتا اور دوسرے کی آنکھوں میں تنکا تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

ماہنامہ حجاز جدید دہلی

تم بھلا بیچ نکالو گے مری قسمت کے
اپنی زلفوں کے تو بل تم سے نکالے نہ گئے

۲

وصایا کے اندر امام احمد رضا قدس سرہٗ کے مختصر حالات میں ہے "زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباعِ سنّت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آ گیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم ہیں۔"

اس عبارت میں تحریف کر کے وہابی کاتب نے "لطف آ گیا" کی جگہ "شوق کم ہو گیا" بنا دیا۔ اس تحریف پر آگاہی کے بعد مرتب وصایا کی طرف سے صفائی و رجوع کے باوجود ابھی تک ہنگامہ مچایا جا رہا ہے۔ (اور تحریف و الحاق تو وہابیت کے خمیر ہی میں داخل ہے۔ جیسا کہ شمارہ جولائی ۸۹ء کے اداریہ کے ذریعہ قارئین حجاز اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہو چکے ہیں) قہر خداوندی مطبوعہ بمبئی ۱۳۵۵ھ ص۶ پر ہے: ———

حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب (مرتب وصایا) سے دریافت کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اس مضمون کا عنوان بیان غلط شائع ہو گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب ایک وہابی تھا اس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو نکال دیا گیا۔ اور اہم کاموں میں میری مصروفیت و مشغولیت کے سبب یہ رسالہ بغیر تصحیح کے شائع ہو گیا۔ اصل عبارت یہ تھی . . . . . . (وہی جو ابتدا ئر درج کی گئی)

اس عبارت کو اس وہابی کاتب نے تحریف کر کے لکھ ڈالا۔ مگر چونکہ میری غفلت و بے توجہی اس میں شامل ہے اس لئے میں مخالفوں کا احسان مانتے ہوئے کہ انھوں نے اس عبارت پر مجھے مطلع کر دیا (عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد) اپنی غفلت سے توبہ کرتا ہوں اور سنی مسلمانوں کو اعلان کرتا ہوں کہ وصایا شریف کے صفحہ ۲۴ میں اس عبارت کو کاٹ کر عبارت مذکورۂ بالا لکھیں طبع آئندہ میں ان شاء اللہ اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔

یہ ہے علماء اہل سنت کا اخلاص اور خوف خدا کہ ذرا سی غفلت سے بھی توبہ شائع کر رہے ہیں۔ مخالفین کو تو اس سے عبرت حاصل کرتے ہوئے خدا و رسول کی بارگاہوں میں کی ہوئی اہانتوں سے توبہ شائع کرنی چاہئے تھی مگر انھوں نے اسے عار سمجھ کر نار کو ترجیح دی ——— اور اہل سنت کے خلاف ان کی صفائی و رجوع کے بعد بھی واویلا مچاتے ہوئے شرم نہیں کرتے۔

کتابت میں غلطی یا دیدہ و دانستہ تحریف کوئی نادر چیز نہیں۔ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہٗ کی تفسیر خزائن العرفان کو کنز الایمان کے ساتھ تاج کمپنی لاہور سے شائع کیا تو اس میں چوبیس[۲۴] جگہ وہابی کاتب نے تحریف کی ——— بہار شریعت از صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی قدس سرہٗ مطبوعہ اشاعت الاسلام دہلی میں تو کتابت کی بے شمار غلطیاں نظر آتی ہیں۔

دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن صاحب کی ایضاح الادلہ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند کے صفحہ ۹۳ پر ہے:۔ "فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول والی اولو الامر منکم"

آیت تو یہ ہے:۔ "فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر" مگر شیخ الہند کی مذکورہ آیت قرآن حکیم کے تیس پاروں میں کہیں نہ ملے گی ——— اور لطف یہ ہے کہ آخری ٹکڑا نادانستہ نہیں ہے

بلکہ نذرانے بیچنے کا بھی کاروبار کیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں:۔

"وہ بعض چیز تو ایسی ہوتی ہے کہ آتے ہی کام میں آجاتی ہے لیکن بعض چیز ایسی آتی ہے کہ سوچنا پڑتا ہے کہ آخر اس کو کیا کروں۔ یا کسی کو دیدی۔ یا اگر بخل کا غلبہ ہوا تو سوچا کہ اجی مفت کسی کو کیوں دوں؟ لاؤ بیچو جی۔ چنانچہ بیچ کر دام کھرے کر لئے"۔

(ص ۵۔ اشرف المعمولات تھانوی)

کوئی غریب دعوت دے دیتا تو اس کی جان پر بن آتی تھی۔ اہتمام شکم پروری کی اس سے بدترین مثال شاید کہیں اور نہ ملے۔ تھانوی صاحب خود ارشاد فرماتے ہیں۔

"ایک شخص نے میری اور ان کی دعوت کی . . . . . اس بھلے مانس نے چاول پکوائے وہ بھی کھانے کے قابل نہیں۔ جب کھانے بیٹھے میں نے میزبان سے کہا کچھ اور بھی ہے؟ کہا نہیں۔ میں نے کہا یہ تو کھانے کے قابل نہیں۔ اب کیا کھاویں . . . . کہیں سے روٹی لاؤ۔ کہا روٹی تو نہیں پکائی۔ میں نے کہا ہم نہیں جانتے جب دعوت کی ہے تو کھلاؤ اور کہیں سے کھلاؤ۔ بھوکے تھوڑا ہی جائیں گے اور کھائیں گے روٹی!

کہا روٹی کہاں سے لاؤں۔ میں نے کہا گھر میں نہیں تو محلہ میں تو ہے۔ مانگ کر لاؤ ـــــ گیا مصیبت کا مارا دال روٹی لایا۔ خوب پیٹ بھر کر روٹی کھائی۔

میں نے مولوی محمد عمر صاحب سے بھی روٹی کھانے کو کہا مگر وہ بہت خلیق تھے کہنے لگے اس کی دل شکنی ہوگی۔ میں نے کہا ہماری جو شکم شکنی ہوگی الخ

(ص ۳۰۰۔ افاضات الیومیہ جلد اوّل)

تھانوی صاحب کی اس بے رحمی کی وجہ یہ تھی کہ بقول ان کے دوسروں کا کھاتے کھاتے مفت خوری کی لت پڑ گئی تھی چنانچہ ان کی زندگی کا سارا نقشہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"میری ساری عمر مفت خوری میں کٹی ہے۔ پہلے تو باپ کی کمائی کھائی بس بیچ میں بہت تھوڑے دنوں تنخواہ سے گزارا ہوا پھر اس کے بعد سے پھر وہی سلسلہ مفت خوری کا جاری ہے۔ یعنی مدت سے نذرانوں پر گزر ہے نہ کچھ کرنا پڑتا ہے نہ کمانا"۔

(ص ۲۹۶۔ افاضات الیومیہ جلد اوّل۔ از تھانوی صاحب)

علمائے دیوبند کو ان کے گھر تک پہنچانے کے بعد آپ پلٹ کر دیکھیں کہ کس مخلص و بے ریا شخصیت کے بارے میں انھوں نے ریشہ دوانیاں اور ہرزہ سرائیاں کی ہیں ـــــ امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا قادری کی جلوت کا حال تو ان کی ایک ہزار تصانیف کے صفحات پر آفتاب و ماہتاب کی طرح جلوہ گستر اور ضوفشاں ہے ـــــ خلوت کی دنیا میں بھی عشق و اخلاص کی وہی روشنی اور جگمگاہٹ ہے۔

امام اہل سنت کے سامنے ایک خصوصی نشست میں گائے کا گوشت کھانے اور اس کے مضر ہونے کا ذکر آیا۔ اس پر فرمایا: ـــــ

"وہ قطعاً حلال ہے اور نہایت غریب پرور گوشت ہے اور بعض امزجہ میں گوشت بز سے نافع رہے۔ بہیرے گوشت کے شوقین اسے پسند کرتے اور بکری کے گوشت کو بیمار کی خوراک کہتے ہیں ـــــ اور اس کی قربانی کا ذکر تو خاص قرآن عظیم میں ارشاد ہے . . . .

ہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا گوشت تناول فرمانا ثابت نہیں اور مجھے تو سخت ضرر کرتا ہے۔ ایک صاحب نے میری دعوت کی۔ باصرار لے گئے۔ ان دنوں سید حبیب اللہ صاحب دمشقی جیلانی فقیر کے یہاں مقیم تھے۔ ان کی بھی دعوت تھی۔ میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کا کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں ـــــ اور یہی کھانا تھا۔ سید صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ آپ گائے کے گوشت کے عادی نہیں اور یہاں کوئی چیز موجود نہیں۔ بہتر کہ صاحب خانہ سے کہہ دیا جائے ـــــ میں نے کہا یہ میری عادت نہیں ـــــ وہی پوریاں، کباب کھائے۔ اسی دن مسوڑھوں میں ورم ہوگیا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منھ بالکل بند ہوگیا مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اتارتا اور اسی پر اکتفا کرتا۔ بات بالکل نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ قرآت سریہ بھی میسر نہ تھی ـــــ سنتیں بھی کسی کی اقتدا کر کے ادا کرتا۔ اس وقت مذہب حنفی میں عدم جواز قرآت خلف الامام کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا۔ جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا لکھ دیتا ـــــ بخار بہت شدید تھا۔ اور کان کے پیچھے گلٹیں ـــــ میرے منجھلے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے ان دنوں بریلی میں مرض طاعون بشدت تھا۔ ان صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا:۔ یہ وہی ہے، یہ وہی ہے، یعنی طاعون۔ میں بالکل کلام نہ کر سکتا تھا اس لئے انھیں جواب نہ دے سکا حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ نہ مجھے طاعون ہے نہ انشاء اللہ العزیز کبھی ہوگا۔ اس لئے کہ میں نے طاعون زدہ

دیکھ کر بار ہا وہ دعا پڑھ لی ہے جیسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا اس بلا سے محفوظ رہے گا۔

وہ دعا یہ ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔

مجھے ارشادِ حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب بڑھا۔ میرے دل نے درگاہِ الٰہی میں عرض کی:۔ اَللّٰهُمَّ صَدِّقِ الْحَبِیْبَ وَكَذِّبِ الطَّبِیْبَ[1] کسی نے کان میں ایک علاج بتایا جس کے عمل سے مرض فوراً جاتا رہا) میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا معہود طاعون" بفضلہٖ تعالیٰ دفع ہوگیا۔ (ملفوظات جلد ۱ ص ۱۹ تا ۲۲)

یہاں تو دعوت میں فرمائش کرنے کی بجا طور پر ضرورت تھی مگر از راہ خلق حسن سکوت اختیار کیا۔ ممکن تھا کہ اس واقعہ سے پہلے گائے کا گوشت کھانے کے نتیجے میں مرض مذکور کا تجربہ ہوتا تو بچنے کی کوئی صورت نکال لیتے مگر صرف اندیشۂ ضرر کی بنیاد پر میزبان سے فرمائش کرنا پسند نہ کیا۔ اور تھانوی صاحب نے تو صرف "شکم شکنی" پر "دل شکنی" کو ترجیح دی ــــــ وہ بھی کس بھونڈے طریقے پر ــــــ

کیا ایسے لوگ امام اہل سنت کے وصایا پر حرف گیری کا حق رکھتے ہیں؟

خطوط و مکاتیب میں انسان اپنے قریبی اور خاص دوستوں سے وہی کہتا ہے اور وہی لکھتا ہے جو اس کے دل پر گزرتی ہے۔ امام اہل سنت کی زندگی کے دو تین خطوط پڑھتے چلیے اور دیکھیے کہ اطاعت خدا و رسول اور اتباع شریعت و پیروی سنت کے جذبات سے ان کا سارا وجود کس طرح سرشار ہے۔

۱۔ اپنے ایک مخلص دوست، عید الاسلام حضرت مولانا عبد السلام صاحب جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام تحریر فرماتے ہیں:۔

ڈھائی سال سے اگرچہ امراض درد کمر شانہ و سر وغیرہا امراض کا للازم ہو گئے ہیں۔ قیام و قعود، رکوع و سجود بذریعہ عصا ہے ــــــ مگر الحمد للہ کہ دین حق پر استقامت عطا فرمائی ہے۔ کثرتِ اعدا روز افزوں ہے۔ اور حفظِ الٰہی تفضیلِ نامتناہی شاملِ حال ــــــ والحمد للہ رب العالمین۔

بایں ضعفِ بدن و قوتِ محن و کثرتِ فتن بحمد اللہ تعالیٰ اپنے کاموں سے معطل نہیں ــــــ کھانے اور سونے کی فرصت نہیں ملتی ــــــ اللہ و رسول جل و علا۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا ظاہری معین و مددگار عنقا ہے۔ اور ان کے سوا کسی کی حاجت بھی کیا ہے؟

مولانا برہان الحق کا رسالہ دربارۂ تقبیلِ قبر مدت سے آیا ہوا ہے ماشاء اللہ بہت اچھا لکھا ہے۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے ــــــ اور فقیر کا مختار، دربارۂ مزاراتِ طیبہ بلحاظِ ادب، منعِ عوام ہے۔

غزل جس کی ردیف "پھولوں کی" ہے اکبر میرٹھی نے یہاں آکر اپنے تخلص سے پڑھی اور شائع کی ــــــ مولانا برہان الحق صاحب کو اب اس سے دستبرداری چاہیے اس کے ایک مطلع میں یہاں اصلاح بھی دی گئی۔

"جب باغ جہاں کے مالی" کی جگہ "مالک" بنایا گیا کہ مولیٰ جل و علا کو "مالی" کہنا خلاف ادب ہے۔ مالی صرف ناظر و خادم باغ ہی ہوتا ہے۔ الخ

فقیر احمد رضا قادری۔ ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

ملفوظات ص ۱۲۸ ـ ۱۲۹ ـ اکرام امام احمد رضا مولفہ مفتی محمد برہان الحق جبل پوری۔ مرتبہ پروفیسر مسعود دہلوی۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء

۲۔ ان ہی کے نام لکھتے ہیں:۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

دعائے جناب و احباب سے غافل نہیں۔ اگرچہ منہ دعا کے قابل نہیں۔ اپنے عفو و عافیت کے لیے طالب دعا ہوں کہ سخت محتاج دعائے صلحا ہوں ــــــ اجل نزدیک اور عمل رکیک ــــــ حسبنا اللہ ونعم الوکیل

چار دن کم پانچ مہینے ہوئے آنکھ دکھنے کو آئی۔ اور اس پر اطوار مختلفہ وارد ہوئے۔ ضعف قائم ہوگیا۔ سیاہ ہالے نظر آتے ہیں۔ آنکھیں ہر وقت نم رہتی ہیں ــــــ اول تو مہینوں کچھ لکھ پڑھ ہی نہ سکا۔ اب یہ کہ چند منٹ نگاہ نیچی کیے سے آنکھ بھاری پڑ جاتی ہے۔ کمزوری بڑھ جاتی ہے ــــــ پانچ مہینے سے مسائل و رسائل سب زبانی بتا کر لکھے جاتے ہیں۔ الخ۔ والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ ــــــ
شب بستم ربیع الآخر شریف ۱۳۳۹ھ
(ص ۱۴۴ ـ ایضاً)

---

[1] خداوند اپنے حبیب کا قول سچا کر دکھا اور طبیب کا قول جھوٹا ۱۲

۳۔ کوہ بھوالی سے واپسی پر انتقال سے سترہ دن پیشتر تحریر فرمایا۔

"۲۴ر محرم کو پہاڑ سے واپس آیا۔ لاری والے، میرے احباب تھے، مولیٰ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے۔ لاری میں میرے لیے پلنگ بچھا کر لائے۔ اور بفضلہ تعالیٰ بہت آرام سے آنا ہوا۔ یہاں جب تک آیا ہوں اتنی قوت باقی نہ تھی کہ عشا سے ظہر تک کی نمازوں کو چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد میں لے گئے۔ عصر بھی مسجد میں ادا کی۔ پھر بخار آگیا۔ اور اب مسجد تک جانے کی طاقت نہ رہی۔ پندرہ روز سے اسہال شروع ہوئے۔ اس نے بالکل گرا دیا۔

نماز کی چوکی پلنگ کے برابر لگی ہے۔ اس پر سے اس پر بیٹھے بیٹھے جانا تین تین بار، ہمت سے ہوتا ہے۔ الحمدللہ کہ اب تک فرض و وتر اور صبح کی سنت بذریعۂ عصا کھڑے ہی ہوکر پڑھتا ہوں۔ مگر جو دشواری ہوتی ہے دل جانتا ہے۔

آٹھویں دن جمعہ کی حاضری تو ضرور ہے۔ مکان سے مسجد تک کرسی پر جانے میں وہ تعب ہوتا ہے کہ بیٹھ کر سنت بھی بدقت تمام پڑھی جاتی ہے اور اس تکان سے عشا تک بدن چور چور رہتا ہے۔" الخ

والسلام مع الاکرام۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ۔ ۸ر صفر ۱۳۴۰ھ

(ص ۱۱۵۔۔۔ ایضاً)

اب ایسے دو حضرات کے تاثرات و مشاہدات ملاحظہ فرمائیں جنھیں حضرت امام احمد رضا سے نہ ارادت و تلمذ حاصل ہے نہ ہی عمومی اصطلاح میں انھیں بریلوی کہا جاسکتا ہے۔۔۔ یہ دونوں مشہور علما و دانشوروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

۱۔ جناب سید جعفر شاہ پھلواروی لکھتے ہیں:۔

"کئی وجوہ سے مجھے حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ایک یہ کہ انھیں ندوۃ العلماء لکھنؤ سے سخت اختلاف تھا ۔۔۔ سنہ ۱۹۲۶-۲۵ء کا ذکر ہے کہ لکھنؤ کے بھرے اجلاس ندوہ میں ہمارے مرشد و والد مولانا شاہ سلیمان پھلواروی کی زبان سے میں نے حضرت فاضل بریلوی کی تبلیغی مساعی کی تعریف بھی سنی ہے۔ اور جماعت رضائے مصطفےٰ کی سرگرمیوں کو سراہتے سنا ہے۔ اس وقت میں فارغ التحصیل ہو چکا تھا۔ اور ازدواجی زندگی سے بھی منسلک ہو چکا تھا ____ دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت فاضل بریلوی تحریک ترک موالات کے جتنے خلاف تھے میں اتنا ہی حامی تھا۔ اسی حمایت کی وجہ سے میں نے انگریزی تعلیم چھوڑ کر عربی تعلیم شروع کی تھی۔ میں دسویں میں تھا اور میرے بڑے بھائی مولانا شاہ غلام حسنین صاحب سلیمانی بی۔اے میں تھے، دونوں نے انگریزی تعلیم گاہوں سے اسٹرائک کی اور دونوں ندوۃ العلماء میں داخل ہوگئے۔"

(ملخصاً ص ۱۲۲۔ جہان رضا۔ مرتبہ مرید احمد چشتی۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)

یہ دونوں بھائی ایک بار عرس اجمیر شریف سے واپسی میں بریلی رکے۔ یہاں سے لکھنؤ پہنچنے کے ارادے سے ریلوے اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے۔ بگھی ابھی راستے ہی میں تھی کہ ٹرین نے سیٹی دی اور چل پڑی اس کے بعد کا واقعہ خود ان ہی کی زبانی سنیے:

"دریافت کرنے میں ہوا کہ اب بریلی میں کسی جگہ جمعہ نہیں مل سکتا۔ صرف ایک جگہ مل سکتا ہے۔ جہاں خاصی تاخیر سے جمعہ ہوتا ہے۔ ہم لوگ اطمینان سے وضو کرکے روانہ ہوئے اور ایک مسجد میں پہنچ کر دوسری صف میں بیٹھ گئے۔ مسجد بڑی جلدی پُر ہوگئی۔ ذرا دیر کے بعد دیکھا کہ ساری مسجد کے لوگ کھڑے ہوگئے۔ اور فضا درود کی آواز سے گونج گئی۔ دیکھا کہ ایک کرسی پر ایک بزرگ جلوہ افروز ہیں اور چند آدمی کرسی کو اٹھائے چلے آرہے ہیں۔

اگلی صف میں ایک ضعیف اور بیمار آدمی آکر بیٹھ گیا۔ اذان ہوئی خطبہ ہوا۔ اور نماز کے لیے وہ بیمار کھڑا ہوا تو اپنے ہاتھوں سے مضبوطی کے ساتھ اپنا عصا پکڑے ہوئے تھا۔ سجدہ ہوتا تو عصا زمین پر رکھ دیتا۔ اور قیام کے وقت پھر عصا سنبھال لیتا۔ نماز ہوئی۔ سنتیں ہوئیں۔ تو دیکھا کہ ایک بڑا گاؤ تکیہ اسی مسجد میں لاکر رکھ دیا گیا۔ جس سے ٹیک لگا کر وہ بیمار نیم دراز ہوگیا۔ میانہ قد۔ سر پر ہلکا بادامی عمامہ (غالباً لٹھے کا) جسم پر عبا۔ داڑھی لمبی گھنی اور سفید۔ رنگ گندمی۔ جسم دوہرا مگر اس وقت دبلا۔ آواز رعب دار لیکن اس وقت رقت انگیز ____ اس کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع ہوا اور بیعت کے بعد اس ضعیف مریض نے اپنی نحیف مگر درد و اثر بھری آواز میں چند وداعی کلمات کچھ اس طرح کہے:۔

"میری طرف سے تمام اہل سنت مسلمانوں کو سلام پہنچا دو۔ اور میں نے کسی کا کوئی قصور کیا ہو تو میں بڑی عاجزی سے اس کی معافی مانگتا ہوں۔ مجھے خدا کے لیے معاف کردو مجھ سے کوئی بدلہ لے لو۔ وغیرہ وغیرہ"

اس وقت حاضرین چاروں طرف سے اس ضعیف کو گھیرے ہوئے تھے اور سب کے سب متاثر ہو رہے تھے۔ کوئی سسکیاں

بھر رہا تھا اور کوئی خاموش رو رہا تھا۔ میں ذرا سخت دل واقع ہوا ہوں اس لیے میں نے کوئی اثر نہ قبول کیا۔ لیکن میرے بھائی . . . . . جو بڑے رقیق القلب تھے۔ ان وداعی کلمات سے خاصے متاثر ہوئے جس کا اظہار انھوں نے واپسی میں کیا ——— یہی پیرِ ضعیف تھے حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(ص ۱۲۴ - ایضاً)

۲۔ جناب سید الطاف علی صاحب بریلوی (مقیم پاکستان) آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”کثرتِ عبادت و ریاضت اور تحقیق علمی میں بے پناہ مصروفیت اور کسی قسم کی سیر و تفریح یا ورزش جسمانی سے عدم توجہی کے باعث نامعلوم وہ کب سے ضعیف العمر نظر آتے تھے۔ دولت خانہ کے قریب ہی اپنی مسجد میں پانچوں وقت کی نماز باجماعت کے لیے تشریف لاتے تو ان کی آہستہ خرامی دیدنی ہوتی ——— سلیم شاہی جوتا۔ ایک برکا پائجامہ۔ گھٹنوں سے نیچا کرتا۔ اس پر انگرکھا یا شیروانی ——— اور پھر اس پر عبا پہنتے۔ سر پر اوسط سائز کا عمامہ، جس میں سے پیچھے گردن پر چھوٹی چھوٹی حنائی زلفیں نظر آتی تھیں۔ بڑی بڑی پرکشش آنکھیں، گندمی رنگ، گھنی شرعی داڑھی تھی ——— لیکن کمال یہ کہ ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے تھے۔ کبھی کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ دیکھتے۔

خواب گاہ میں کتابیں ہی کتابیں تھیں۔ فرش کی دری، اس کے قالین اور دوسرے فرنیچر صرف کتابیں نظر آتی تھیں۔ حد یہ ہے کہ پلنگ کے تینوں جانب کتابوں کی باڑیں لگی رہتی تھیں۔ پائنتی کی طرف البتہ جگہ خالی رکھی جاتی۔ لکھتے تو قلم بہت تیز چلتا تھا اس کی روانی دیکھنے کے قابل ہوتی۔“ (ص ۱۱۴ - ایضاً)

اعلیٰ حضرت کے وصال کے وقت میری عمر سولہ سال تھی لیکن قدرت کا مجھ پر احسان تھا کہ میرا شعور نہ معلوم کب سے بیدار ہو چکا تھا . . . . . ہوش سنبھالتے ہی میں نے پہلی بیعت کے حضرت شاہ محمد شیر میاں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ نیاز احمد صاحب (بریلوی) رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اسمائے گرامی اپنے گھر اور گرد و پیش کے ہر کس و ناکس سے عزت و احترام کے ساتھ سنے ———

اوّل الذکر بزرگ تو بہت پہلے انتقال کر چکے تھے مولانا احمد رضا خاں صاحب کا وصال میرے سامنے ہوا اور میں ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوا ———

حضرت کی میت ان کی جائے قیام محلہ سوداگران سے شہر کے باہر تین چار میل کے فاصلے پر دریائے رام گنگا کے کنارے واقع عیدگاہ، جہاں وہ عیدین کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ لے جائی گئی۔ اس وقت سخت گرمی اور دھوپ تھی۔ لیکن اس کے باوجود جلوس اور نماز میں کم از کم دس ہزار عقیدت مندوں کا ہجوم تھا۔ جس میں ہر طبقے کے لوگ، بڑے بڑے رؤسا اور شہر کوتوال عبد الجلیل صاحب بھی شامل تھے۔ اس روز پورے شہر میں ہر شخص کو بے پناہ صدمہ تھا، اور گھر گھر صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی۔

(ص ۱۱۲ - ۱۱۳ ایضاً)

حق تو یہ ہے کہ امام اہل سنت نے زندگی بھر دین متین کی خدمت اور اس پر عمل کر کے اپنی سیرت کو آئینۂ شریعت بنا دیا تھا۔ انھوں نے صرف خدا اور رسول کی رضا جوئی میں اپنی حیاتِ عزیز کا ایک ایک لمحہ گزارا۔ اور عشقِ رسول سے سرشار ہو کر عالم اسلام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کا پرچم بلند کیا جس کے انعام میں انھیں ایسی طمانیتِ قلب و روح میسر آئی اور اس طرح مسکراتے ہوئے اس دنیا سے تشریف لے گئے کہ ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

رب کریم ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔ ان کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے نوازے اور ان کے مخالفین کو بھی حق دیکھنے، سمجھنے اور ماننے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

یا ارحم الراحمین بجاہِ نبیکؐ سیدِ المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وعلماء امتہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

(صفحہ ۴۲ کا بقیہ)

وغیرہ کا عام رواج تھا۔ گو اب کم ہو گیا ہے۔ مولانا بریلوی نے اس کو حرام قرار دیا۔ اور ایسی شادی میں شرکت کی ممانعت کی جہاں محرماتِ شرعیہ کا ارتکاب ہو۔

مولانا بریلوی نے ملت اسلامیہ کو ہر مرحلے پر اسراف سے روکا ہے جس نے اس کی اقتصادی حالت تباہ کر دی۔ وہ بدعات کو مذہب و معاشرہ دونوں کے لئے مضر سمجھتے تھے اس کی وجہ سے انسان میں نیکی کی طرف رغبت کی صلاحیت نہیں رہتی۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

”قلب جب تک صاف ہے۔ غیر کی طرف بلاتا ہے اور معاذ اللہ معاصی اور خصوصاً کثرت بدعات کی وجہ سے اندھا کر دیا جاتا ہے۔ اس میں حق کو دیکھنے، سمجھنے، غور و فکر کی قابلیت نہیں رہتی۔ مگر ابھی حق سننے کی استعداد باقی رہتی ہے۔“

امام احمد رضا اور انگریز

محمد عبد الحکیم شرف قادری (لاہور)

انگریزی حکومت سے بے تعلقی امام احمد رضا بریلوی کو ورثے میں ملی تھی، اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں بریلوی کے اوصافِ جمیلہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"موالاتِ فقراء اور امر دینی میں عدم مبالات باغنیاء، حکام سے عزلت، رزق موروث پر قناعت وغیرہ ذالک"[1]

حکامِ وقت سے بے تعلقی امام احمد رضا کے صاحبزادوں، شاگردوں اور خلفاء کا بھی طرۂ امتیاز رہی ہے۔

تجارت کے بہانے آکر ہندوستان پر حاکم بن بیٹھنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور سوئی ہوئی مسلم قوم کو جگاتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے[2]

انگریزی دور میں مسلمانوں کے دین و ایمان کے غارت کرنے والے فتنوں کی کثرت تھی، عیسائی اور آریہ کھلم کھلا دینِ اسلام اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے تھے اور غفلت کے مارے مسلمان ان کے لیکچر سنتے تھے۔ امام احمد رضا بریلوی ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء ایک فتویٰ بارق النور فی مقادیر ماء الطہور میں ایسے مسلمانوں کی سرزنش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آج کل ہمارے عوام بھائیوں کی سخت جہالت یہ ہے کہ کسی آریہ نے اشتہار دیا کہ اسلام کے فلاں مضمون کے رد میں فلاں وقت لیکچر دیا جائے گا۔ یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہیں ——— پادری نے اعلان کیا کہ نصرانیت کے فلاں مضمون کے ثبوت میں فلاں وقت ندا ہوگی۔ یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہیں ———

بھائیو! تم اپنے نفع و نقصان کو زیادہ جانتے ہو یا تمہارا رب عزوجل اور تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ان کا حکم تو یہ ہے کہ شیطان تمہارے پاس وسوسہ ڈالنے آئے تو سیدھا جواب یہ دے دو کہ تو جھوٹا ہے ——— نہ یہ کہ تم آپ دوڑ دوڑ کر ان کے پاس جاؤ اور اپنے رب، اپنے قرآن، اپنے نبی کی شان میں کلماتِ ملعونہ سنو۔"[3]

پھر مزید تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر ایمان سچا ہے، تو اب یہ فرمائیے کہ ان کے لیکچروں، نداؤں میں آپ کے رب و قرآن و نبی و ایمان کی تعریف ہوگی یا مذمت؟ ظاہر ہے کہ دوسری صورت ہی ہوگی اور اسی لیے تم کو بلاتے ہیں کہ تمہارے منہ پر تمہارے خدا و نبی و قرآن و دین کی توہین و تکذیب کریں۔

اب ذرا غور کر لیجئے! اگر کوئی شریر نے زید کے نام اشتہار دیا کہ فلاں وقت فلاں مقام پر میں بیان کروں گا کہ تیرا باپ ولد الحرام اور تیری ماں زانیہ تھی، للہ! انصاف، کیا کوئی غیرت والا، حمیت والا، انسانیت والا جگہ اسے اس بیان سے، وقت رہتے، بازار گھٹنے پر قدرتوں اسے سننے جائے گا؟ حاشا للہ! اگر کوئی بے غیرت ایسا ہو بھی نہ ہو سکے گا۔ پھر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کہ اللہ و رسول و قرآن عظیم کی توہین و تکذیب و مذمت سخت تر ہے یا ماں باپ کی گالی؟ ایمان رکھتے ہو تو اسے اس سے کچھ نسبت نہ جانو گے۔ پھر کون سے کلیجے سے ان جگر شگاف، ناپاک، ملعون بہتانوں، افتراؤں، شیطانی اشغلوں، ڈھکوسلوں کو سننے جاتے ہو۔

بلکہ حقیقۃً انصافاً وہ جو کچھ بکتے اور اللہ و رسول و قرآن عظیم کی تحقیر کرتے ہیں، اس سب کے باعث یہ سننے والے ہیں۔ اگر مسلمان اپنا ایمان سنبھالیں، اپنے رب، قرآن و رسول کی عزت و عظمت پیشِ نظر رکھیں اور ایکا کر لیں کہ وہ خبیث کیسی ہی گندی ندائیں سنے کوئی نہ جائے گا، جو وہاں موجود ہو وہ بھی فوراً دین مبارک رشتہ کا حکم یہ کر کے تو جھوٹا ہے، چلا جائے گا، تو کیا وہ دیواروں، پتھروں سے اپنا سر کھپائیں گے؟ تو تم سن سن کر کہلواتے ہو، نہ تم سنو، نہ وہ کہیں۔ پھر انصاف کیجئے کہ اس کہنے کا وبال کس پر ہوا؟"[4]

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: تعارف مصنف جواہر البیان (مکتبہ حامدیہ لاہور) ص ۶

[2] ایضاً: حدائق بخشش (مدینہ پبلشنگ، کراچی) ج ۱، ص ۹۰

[3] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (شیخ غلام علی، لاہور) ج ۱، ص ۲۱۵

[4] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۲۱۰

کیا جس شخص کے دل میں انگریزوں کے لیے ذرا بھی نرم گوشہ ہو وہ ایسا شدید انداز گفتگو اختیار کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں ۔ ایسا اندازِ تلقین وہی شخص اختیار کرسکتا ہے جس کا دل و دماغ نورِ ایمان سے منور ہو اور مسلمانوں کی تباہی جس کے لیے ناقابل برداشت المیہ ہو وہ نہ تو اتحاد و اتحاد کی رٹ لگانے والوں کو خاطر میں لاتا ہے اور نہ ہی گورنمنٹ کی ناراضگی کی پروا کرتا ہے ۔

زبان کی حد تک انگریزی سیکھنے میں حرج نہیں بلکہ بہت سے فوائد ہیں لیکن جب نصاب تعلیم غیر اسلامی مقاصد کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا ہو تو اس کے نقصان دہ ہونے میں شک نہیں ہے ۔

امام احمد رضا بریلوی اس عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

"انگریزی اور وہ بے سود تضییع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا، جو صرف اس لیے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این و آن و مہملات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیتِ دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے؟ جیسا کہ عام طور پر مشہود و معہود ہے، جب تک یہ نہ چھوڑی جائیں اور تعلیم و تکمیل عقائدِ حقہ و علومِ صادقہ کی طرف باگیں نہ موڑی جائیں، دہریت، نیچریت کی بیخ کنی ناممکن ہے، کیا لیڈر اس میں ساعی ہیں؟ ہرگز نہیں۔" [4]

حضرت مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

"ایک دن بعد نمازِ عصر تفریح کے لیے بگھی پر گن کیرج فیکٹری کی طرف نکلے، فوجی گوروں کی پارٹی فیکٹری سے اپنے اپنے کوارٹروں کی طرف جارہی تھی، انہیں دیکھ کر حضرت نے فرمایا؛

کم بخت بالکل بندر ہیں" [5]

۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں پٹنہ عظیم آباد کے اجلاس میں امام احمد رضا بریلوی نے تقریر فرماتے ہوئے رُخِ سخن ندوۃ العلماء کی طرف موڑتے ہوئے فرمایا؛

"سب کلمہ گو حق پر ہیں، خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے۔ اس کے معاملے کو دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے۔ . . . . یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہلِ ندوہ کی جو روداد ہے، جو مقال ہے ایسی باتوں سے مالا مال ہے، سب صریح و شدید نکال و عظیم وبال و موجبِ غضب ذی الجلال ہیں۔" [6]

امام احمد رضا انگریزی کچہریوں میں جانے کے قائل نہ تھے، بلکہ کچہری کو عدالت اور انگریزی جج کو عادل کہنے سے شدید ممانعت فرماتے تھے، ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں لکھنؤ سے ایک استفتاء آیا کہ نصاریٰ کی کچہریوں کو عدالت اور آج کل کے حکام کو عادل کہنا بہت سخت ہے اور فقہا نے حکم کفر تک فرمایا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ یہ حکم کفر مسئلہ مفتیٰ بہا ہے؟

اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں؛

"عدالت بہ طورِ عَلَم رائج ہے معنیٰ وضعی مقصود نہیں ہوتے، لہٰذا تکفیر نا ممکن، البتہ عادل کہنا ضرور کلمۂ کفر ہے، مگر محض بر وجہِ خوشامد ہوتا ہے، لہٰذا تجدیدِ اسلام و نکاح کافی، ہاں خلاف مَا اَنْزَلَ کو اعتقاداً عدل جانے تو قطعاً دہی کفر ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر" [1]

یہی وجہ تھی کہ جب ایک مسئلہ میں اختلاف نے شدت اختیار کی تو اہلِ بدایوں نے آپ کے خلاف اپنے شہر میں استغاثہ دائر کردیا۔ کچہری سے سمن جاری ہوئے مگر امام احمد رضا کسی صورت بھی کچہری نہ گئے ۔ [2]

صرف یہی نہیں، بلکہ مسلمانوں کو بھی یہی تلقین فرماتے تھے کہ باستثناء ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو، اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے فیصل کرتے۔ یہ کروروں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہوگئے اور ہوتے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔" [3]

امام احمد رضا نے مسلمانوں کی کامیابی کے لیے جو تجاویز پیش کی تھیں ان میں ایک تجویز یہ تھی؛

"اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر میں رہتا، اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گڑھت کرکے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔" [7]

انگریز نوازی کا الزام دینے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں؛

"کس کی خوشی کو تھا مولوی عبدالباری صاحب خدامِ کعبہ کی بانی کے لیے مسجد کانپور کو عام منزل اور ہمیشہ کے لیے جنب و حائض و کافر و مشرک کی پامال کراتے اور بکمال جرأت اسے مسئلہ شرعیہ ٹھہرایا۔ اس کے رد میں ابانۃ المتواری لکھا گیا، جس میں ان سے کہا گیا سے

دانم نہ رسی بکعبہ اے بے پشت براد
کیں راہ کہ تو می روی بانگلستان است" [8]

[1] احمد رضا بریلوی، امام؛ رسائل رضویہ ج ۲، ص ۹۳
[2] محمد برہان الحق، مفتی؛ اکرام امام احمد رضا (مجلس رضا، لاہور) ص ۹۱
[3] ظفر الدین بہاری، مولانا؛ حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۱۰۷
[4] احمد رضا بریلوی، امام؛ فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۱۱۶
[5] مرید احمد چشتی، مولانا؛ جہانِ رضا ص ۱۱۸
[6] غلام معین الدین نعیمی، مولانا؛ حیات صدر الافاضل ص [illegible]
[7] غلام معین الدین نعیمی، مولانا؛ حیات صدر الافاضل ص [illegible]
[8] احمد رضا بریلوی، امام؛ رسائل رضویہ ج [illegible]

مختصر یہ کہ امام احمد رضا بریلوی، انگریز کے مذہب، اس کی تعلیم، اس کی تعظیم، کچہری، وضع قطع اور اس کی محبت سے شدید نفرت رکھتے تھے، حد یہ کہ کارڈ اور لفافہ الٹا کر کے پتا لکھتے تاکہ ملکہ وکٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کا سر نیچے ہو جائے۔ ہے خطوط پر زیادہ پیسوں کے ٹکٹ لگانے سے منع فرماتے کہ بلا وجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا؟ جن کے ساتھ دوستی ہو یوں اُن کی ایک ایک ادا سے نفرت نہیں کی جاتی۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

"قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی — مجوس ہوں، خواہ یہود و نصاریٰ، خواہ ہنود اور سب سے بدتر مرتدان عنود۔" ؎

سید الطاف علی بریلوی ایسے ہی شواہد کی بنا پر لکھتے ہیں:

"سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بلاشبہ حریت پسند تھے، انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔ شمس العلماء قسم کے خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں صاحب و مصطفیٰ رضا خاں کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔" ؎

جعفر شاہ پھلواری جو تحریک ترک موالات کے دور میں امام احمد رضا بریلوی کے مخالفین میں سے تھے، لکھتے ہیں:

"ترک موالاتیوں نے ان کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ نعوذ باللہ وہ سرکار برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترک موالات کی مخالفت پر مامور ہیں۔ ؎ لطف یہ کہ ایک طرف انگریز دوستی کا الزام دیا جاتا ہے اور دوسری طرف کہا جاتا ہے کہ "خود بریلوی نے کہا کہ جس نے انگریزی ٹوپی (ہیٹ) پہنی، وہ بلاشبہ کافر ہے" (ترجمہ) ؎

کیا دوستوں کے ساتھ بھی رویہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ان کے قومی شعار استعمال کرنے والے کو کفر کی وادی میں دھکیل دیا جائے؟

تحریک ترک موالات کے راہنما اور امام احمد رضا کے سیاسی مخالف مولانا معین الدین اجمیری لکھتے ہیں:

"ترک موالات کی ایک تجویز نمبر ۷ ایسی بھی ہے جس کو دونوں بزرگوں (مولوی اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد رضا خاں) نے تسلیم کیا ہے اور وہ یہ کہ گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد نہ دی جائے۔" ؎

بہت دُور کی سُوجھی

امام احمد رضا بریلوی کے پردادا حافظ کاظم علی خاں بدایوں کے تحصیل دار تھے۔ ان کے بارے میں مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں:

"وہ اس عہد میں تھے کہ سلطنت مغلیہ اور انگریزوں میں جو کچھ مناقشات تھے، ان کا تصفیہ ہو جائے، چنانچہ اسی تصفیہ کے لیے حضرت حافظ صاحب کلکتہ تشریف لے گئے تھے۔" ؎

صاف ظاہر ہے کہ وہ سلطنت مغلیہ کے نمائندہ اور سفیر ہونے کی حیثیت سے انگریزوں سے گفتگو کرنے کلکتہ گئے تھے، اس میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اگر کامیابی ہوئی بھی ہوگی تو یہ مسلمانوں کی سلطنت کی سیاسی خدمت ہوگی نہ کہ انگریز کی، لیکن تاریخ سازی کی ناکام کوشش کرنے والوں کو یہ بھی انگریز کی پولیٹیکل خدمت دکھائی دیتی۔

"مولوی احمد رضا خاں کے پردادا حافظ کاظم علی خاں بریلوی نے انگریزی حکومت کی پولیٹیکل خدمات انجام دیں۔" ؎

کیا امریکہ اور برطانیہ وغیرہ ممالک میں متعین پاکستانی سفیروں کے بارے میں بھی یہ تاثر دیا جائے گا کہ وہ غیر ملکی سیاسی خدمات انجام دے رہے ہیں؟

ہاں البتہ انگریزی حکومت کی سیاسی خدمات کی ہلکی سی جھلک دیکھنا چاہیں تو یہ اقتباس کا مطالعہ سود مند رہے گا۔

"۱۲۳۱ھ تک سید احمد صاحب امیر خاں کی ملازمت میں رہے، مگر ایک ناموری کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خاں کی صلح کرا دی ..... لارڈ ہیسٹنگ، سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا، امیر خاں، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب۔ سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اتارا تھا ...... اسی طرح متفرق ہو گئے، ریاستوں سے بڑی قیل و قال کے بعد انگریزوں سے دلوا کر بپھرے ہوئے شیر کو اس حکمت سے پنجرے میں بند کر دیا۔" ؎

اس اقتباس کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے کہ سید صاحب نے انگریزی حکومت کی کیسی کیسی شاندار خدمات انجام دیں اور کس طرح ایک بپھرے ہوئے شیر کو پنجرے میں بند کر کے انگریزی حکومت کے خطرات کا صفایا کر دیا۔ امام احمد رضا پر اس قسم کی موہوم بنیادوں پر الزام کی دیوار تعمیر کرنے والے ایک طرح یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ ہمارے پاس دلائل و شواہد نام کی چیز نہیں ہے، ورنہ وہ یوں ریت کی دیوار کھڑی کرنے کی کوشش نہ کرتے۔ ؎

؎ مرید احمد چشتی، مولانا: جہان رضا، ص ۱۰۰
؎ ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۹۱
؎ احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۱۹۲
؎ مرید احمد چشتی: جہان رضا، ص ۱۸
؎ ایضاً، ص ۲۵
؎ ظہیر: الحب بریلویہ، ص ۲۰۹
؎ رئیس احمد جعفری: اوراق گم گشتہ (مطبوعہ لاہور)، ص ۵۷۶
؎ ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۳
؎ افضل حق قرشی، قاضی: اقبال کے ممدوح علماء (مکتبہ محمودیہ لاہور)، ص ۲-۵۱۳
؎ حیرت دہلوی، مرزا: حیات طیبہ (مکتبۃ السلام لاہور)، ص ۲-۵۱۳
؎ تفصیل کے لیے دیکھئے "گناہ بے گناہی" مطبوعہ لاہور اور کراچی، تصنیف پروفیسر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج ٹھٹھہ، سندھ۔ ۱۲ قادری

امام احمد رضا اور فتنۂ قادیان

محمد عبد الحکیم شرف قادری (لاہور)

دو نقطوں کو ملانے کے لیے متعدد خطوط کھینچے جا سکتے ہیں، لیکن ان میں سے خطِ مستقیم صرف ایک ہوگا جو سب کے درمیان ہوگا، اس میں نہ تو کجی ہوگی اور نہ ہی نشیب و فراز ہوگا۔ اسی طرح اسلام کا نام لینے والے تو بہت سے فرقے ہیں، لیکن مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (جس طریقے پر میں اور میرے صحابہ، فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا مصداق اور سلف صالحین کی راہ پر چلنے والے صرف اہل سنت و جماعت ہیں۔ دوسرے فرقے اعتقادی اعتبار سے راہِ راست پر قائم نہ رہ سکے، اور گمراہی ان کا مقدر ہو گئی اور بہت سے تو ایسے ہیں جو حدِ کفر تک پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ایمان کی سلامتی اور خاتمہ بالخیر عطا فرمائے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) چودھویں صدی کے وہ عظیم عالم اور دنیائے اسلام کے نامور مفتی ہیں، جنہوں نے اپنی تمام زندگی عقائدِ اسلامیہ کا پہرہ دیتے ہوئے گزاری۔ ان کا قلم اس دور کے تمام اعتقادی فتنوں کا محاسبہ کرتا نظر آتا ہے۔ اسلامی حرمت کے پیشِ نظر کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے، ان کے بے لاگ فتووں اور غیرتِ ایمانی میں ڈوبی ہوئی تنقیدوں کو بعض طبقے شدت سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن انصاف پسند حضرات جب معاملے کی گہرائی تک پہنچتے ہیں تو انہیں ان کے فیصلوں پر صاد کرنا پڑتا ہے۔ وہ مرزائیوں اور مرزائی نوازوں میں فرق نہیں کرتے، اور عموماً دونوں کے یکساں احکام بیان کر جاتے ہیں۔

مرزائیوں کا خودساختہ خدا

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ کفار اور گمراہ فرقے خداوند قدوس و برحق کو نہیں مانتے اور جس خدا کا وہ ذکر کرتے ہیں، وہ ان کا خودساختہ خدا ہے۔ فرماتے ہیں:

"ایک عام بات یہ ہے کہ کفر کیا ہے؟ اس بات کی تکذیب جو بالقطع والیقین ارشادِ الٰہی عزوجل ہے، اب یہ تکذیب کرنے والا اگر اُسے ارشادِ الٰہی نہیں مانتا تو ایسے کو خدا سمجھا ہے، جس کا یہ ارشاد نہیں ہے، حالانکہ خدا وہ ہے جس کا یہ ارشاد ہے، تو اس نے خدا کو کہاں جانا؟ اور اگر اس کا ارشاد مان کر تکذیب کرتا ہے تو ایسے کو خدا سمجھا ہے جس کی بات جھٹلانا روا ہے اور خدا اس سے پاک و وراء و بلند و بالا ہے، تو اس نے خدا کو کب جانا؟ حاصل وہی ہوا اِتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ (اس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا ہے) [1]

مرزائیوں کے خودساختہ خدا کے کیا اوصاف ہیں، اس عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

"قادیانی ایسے کو خدا کہتا ہے جس نے چار سو جھوٹوں کو اپنا نبی کہا، ان سے جھوٹی پیشین گوئیاں کہلوائیں، جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ایسے کو عظیم الشان رسول بنایا، جس کی نبوت پر اصلاً دلیل نہیں، بلکہ اس کی نفیِ نبوت پر دلیل قائم، جو (خاک بدہن ملعوناں) ولد الزنا تھا، جس کی تین دادیاں، نانیاں زناکار کسبیاں، ایسے کو (خدا مانتا ہے) جس نے ایک بڑھئی کے بیٹے کو محض جھوٹ کہہ دیا کہ ہم نے بن باپ کے بنایا اور اس پر یہ فخر کی ڈینگ ماری کہ یہ ہماری قدرت کی کیسی کھلی نشانی ہے۔

ایسے کو (خدا مانتا ہے) جس نے ایک بدچلن عیاش کو اپنا نبی کیا، جس نے ایک یہودی فتنہ گر کو اپنا رسول کر کے بھیجا، جس کے پیلے فتنہ نے دنیا کو تباہ کر دیا۔

ایسے کو (خدا مانتا ہے) جو اب (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو ایک بار دنیا میں لا کر دوبارہ لانے سے عاجز ہے۔ وہ جس نے ایک شعبدہ باز کی مسمریزم والی مکروہ حرکات، قابلِ نفرت حرکات جھوٹی بے ثبات کو اپنی آیاتِ بینات بتایا [2]

مرزا کا چاند ایسا بیٹا جس سے بادشاہ برکت حاصل کریں

ایسے کو (خدا مانتا ہے) جس نے اپنا سب سے پیارا بروزی خاتم النبیین دوبارہ قادیان میں بھیجا، مگر اپنی جھوٹ، فریب، تمسخر، ٹھٹول کی چالوں سے اس کے ساتھ بھی نہ چوکا، اس سے کہہ دیا کہ:

تیری جورو کے اس حمل سے بیٹا ہوگا جو انبیاء کا چاند ہوگا، بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے۔ بروزی بے چارہ اس کے دھوکے میں آکر اسے اشتہاروں میں چھاپ بیٹھا، اُسے تو یوں ملک بھر میں جھوٹا بننے کی ذلت و رسوائی اوڑھنے کے لیے یہ جل دیا اور جھٹ پٹ میں اُلٹی یہ کل پھیر دی، بیٹی بنا دی، بروزی بے چارہ کو اپنی غلط فہمی کا اقرار چھاپنا پڑا اور اب دوسرے پیٹ کا

---

[1] احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (مطبوعہ شیخ غلام علی لاہور) ج ۱۵، ص ۳۸،

[2] احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۲۲،

منتظر رہا۔

اب کی یہ مسخرگی کی کہ بیٹا دے کر امید دلائی اور ڈھائی برس کے بچے ہی کا دم نکال دیا۔ نہ نبیوں کا چاند بننے دیا نہ بادشاہوں کو اس کے کپڑوں سے برکت لینے دی۔ غرض کہ اپنے چہیتے بروزی کا جھوٹا کذاب ہونا خوب اچھالا اور اس پر مزہ یہ کہ عرش پر بیٹھا اس کی تعریفیں گا رہا ہے۔ ؁

کیا محمدی بیگم کا نکاح اللہ تعالیٰ نے کر دیا تھا

مرزائے قادیانی کی جھوٹی نبوت کو محمدی بیگم کی وجہ سے سخت دھکا لگا۔ بقول مرزا غلام احمد قادیانی اسے الہام ہوا کہ اپنی بہن احمدی بیگم کی لڑکی محمدی بیگم کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجو۔ بدقسمتی کہ پیغام رد کر دیا گیا۔ مرزا صاحب نے دھمکیاں دیں کہ اگر اس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا گیا تو ڈھائی سال میں اس کا باپ مر جائے گا اور تین سال میں اس کا شوہر ہلاک ہو جائے گا یا اس کے برعکس ہوگا۔ اب اس سے آگے امام احمد رضا خاں کا بیان پڑھیے۔ فرماتے ہیں:

اب قادیانی کے ساختہ خدا کو اور شرارت سوجھی، چٹ بروزی (مرزا) کو وحی بھیج دی کہ زَوَّجْنٰکَھَا محمدی بیگم، ہم نے تیرا نکاح کر دیا۔ اب کیا تھا بروزی جی ایمان لے آئے کہ اب محمدی کہاں جا سکتی ہے، یوں جل دے کر بروزی کے منہ سے اسے اپنی منکوحہ چھپوا دیا تاکہ وہ عمر بھر کی ذلت جو ایک چمار بھی گوارا نہ کرے کہ اس کی جورو اور اس کے جیتے جی دوسرے کی بغل میں، یہ مرتے وقت بروزی کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہو اور رہتی دنیا تک بیچارے کی فضیحت و خواری و بے عزتی و کذابی کا ملک میں ڈنکا ہو، ادھر تو عابد و معبود کی یہ جی بازی ہوئی، ادھر سلطان محمد آیا اور نہ عابد کی چلنے دی اور نہ معبود کی، بروزی جی کی آسمانی جورو سے بیاہ کر، اس تھرے، یہ جا وہ جا، چلتا بنا، ڈھائی تین برس پر موت دینے کا وعدہ تھا، وہ بھی جھوٹا گیا، الٹے بروزی جی زمین کے نیچے چل بسے وغیرہ وغیرہ خرافاتِ ملعونہ۔

یہ ہے قادیانی اور اس کا ساختہ خدا۔ کیا وہ جانتا تھا یا اب اس کے پیرو جانتے ہیں؛ حَاشَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ ؁

مرزائیوں کے احکام

امام احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

قادیانی مرتد، منافق ہیں، مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں کسی شے کا منکر ہے۔ ؁ قادیانی کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ؁ قادیانی کو زکوٰۃ دینا حرام ہے اور اگر ان کو دے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ ؁ قادیانی مرتد ہے، اس کا ذبیحہ محض نجس و مردار حرام قطعی ہے۔ ؁ مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانی کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم و ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے۔ ؁

۱۳۳۶ھ میں ایک استفتاء آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح مرزائی سے کر دیا ہے، حالانکہ اسے علم ہے کہ تمام علمائے اسلام فتویٰ دے چکے ہیں کہ مرزائی کافر ملحد ہیں۔ اس کے جواب میں امام احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

"اگر ثابت ہو کہ وہ (لڑکی کا باپ) مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے، اس بنا پر یہ تقریب کی تو خود کافر و مرتد ہے۔ علمائے کرام حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ مَنْ شَکَّ فِیْ عَذَابِہٖ وَکُفْرِہٖ فَقَدْ کَفَرَ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر۔

اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت و حیات کے سب علاقے اس سے قطع کر دیں۔ بیمار پڑے پوچھنے کو جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔ ؁

۱۳۳۵ھ میں محمد عبدالواحد خاں مسلم بستی اسلام پورہ نے سوال کیا کہ قادیانیوں سے کس پیرائے میں بحث کی جائے؟ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

سب میں بھاری ذریعہ اس کے رد کا اول اول کلماتِ کفر پر گرفت ہے جو اس کی تصانیف میں برساتی حشرات الارض کی طرح ابلے گبلے پھر رہے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہینیں، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں، ان کی ماں طیبہ طاہرہ پر طعن اور یہ کہنا کہ یہودی کے جو اعتراض عیسیٰ اور ان کی ماں پر ہیں ان کا جواب نہیں (اس کے علاوہ متعدد گنوائے ہیں)

دوسرا بھاری ذریعہ ان خبیث پیشین گوئیوں کا جھوٹا پڑنا جن میں بہت چمکتے روشن حرفوں سے لکھنے کے قابل دو واقعے ہیں (۱) لڑکے کی پیدائش کی خبر نشر کی لیکن لڑکی پیدا ہوئی (۲) محمدی بیگم سے نکاح کی پیش گوئی کی لیکن وہ بھی جھوٹی ہوئی، یہ دونوں واقعے اس سے پہلے بیان ہو چکے ہیں)

غرض اس کے کفر و کذب حد شمار سے باہر ہیں، کہاں تک گنے جائیں اور اس کے ہوا خواہ ان باتوں کو ٹالتے ہیں اور بحث کریں گے، تو کاہے، میں کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا، مع جسم اٹھائے گئے یا صرف روح! مہدی و عیسیٰ ایک ہیں یا متعدد؟ یہ ان کی عیاری ہوتی ہے۔ ان کفروں کے سامنے ان مباحث کا کیا ذکر۔ ؁ (ملخصاً)

۱؎ احمد رضا خاں بریلوی، امام، فتاوی رضویہ، جلد اول، ص ۲۰۳

۲؎ احمد رضا بریلوی، امام، احکام شریعت (مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی) حصہ اول ص ۱۱۲

۳؎ ایضاً ص ۱۲۸

۴؎ ایضاً ص ۱۳۹

۵؎ ایضاً ص ۱۴۲

۶؎ ایضاً ص ۱۴۷

۷؎ ایضاً فتاوی رضویہ (مطبوعہ مبارکپور اعظم گڑھ) ج ۶، ص ۵۱

۸؎ احمد رضا خاں بریلوی، امام، فتاوی رضویہ ج ۶، ص ۳۲-۳۱

کیا مرزا مجدد ہو سکتا ہے؟

ذریعہ غازی خاں سے ۱۳۳۹ھ میں عبد الغفور صاحب نے ایک استفتاء بھیجا کہ ایک مرزائی قادیانی کا سوال ہے کہ ابن ماجہ کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر صدی کے بعد مجدد ضرور آتے گا" مرزا صاحب مجدد وقت ہے۔ یہی لاہوری پارٹی کا موقف ہے۔ اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

مجدد کا کم از کم مسلمان ہونا تو ضروری ہے اور قادیانی کافر و مرتد تھا، ایسا کہ تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا کہ مَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ فَقَدْ کَفَرَ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر۔ لیڈر بننے والوں کی ایک ناپاک پارٹی قائم ہوئی ہے جو گاندھی مشرک کو رہبر دین کا امام و پیشوا مانتے ہیں۔ گاندھی پیشوا ہو سکتا ہے نہ مجدد۔[1]

"المعتمد المستند" ۱۳۲۰ھ میں مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ کی عقائد میں تصنیف لطیف "المعتقد المنتقد" کی کتابت و طباعت کا سلسلہ جاری تھا، اسی اثناء میں مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس پر حاشیہ لکھنے کی فرمائش کی۔ امام احمد رضا بریلوی نے مختلف مقامات پر قلم برداشتہ عربی حاشیہ تحریر فرمایا، اپنے دور کے مبتدعین نو پیدا فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے مرزائیوں کا بھی ذکر کیا۔ فرماتے ہیں:

اُن میں سے مرزائیہ بھی ہیں، ہم انہیں غلام احمد قادیانی کی نسبت سے غلامیہ کہتے ہیں، وہ اس زمانے میں پیدا ہونے والا دجال ہے۔ اس نے پہلے تو مسیح کے مماثل ہونے کا دعویٰ کیا، بے شک اُس نے سچ کہا، وہ یقیناً مسیح دجال کذاب کا مثیل ہے۔

پھر اُس نے ترقی کی اور وحی کا دعویٰ کر دیا، بخدا یہ بھی سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔
"اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنائے انسانوں اور جنوں کے شیطان کہ ان میں سے ایک دوسرے پر چھوٹی بات ملمع کر کے القاء کرتا ہے دھوکہ دینے کے لئے۔"
——— جہاں تک وحی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے اور اپنی کتاب براہین غلامیہ (براہین احمدیہ) کو کلام الٰہی قرار دینے والے کا تعلق ہے تو یہ بھی ابلیس کا القاء ہے کہ مجھ سے حاصل کر اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دے۔

پھر اس نے نبوت و رسالت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کہا اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ نازل کیا ہے،

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ بِالْقَادِيَانِ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ

بے شک ہم نے اسے قادیان میں نازل کیا اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا وہ کہتا ہے میں ہی وہ احمد ہوں جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا،

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ،
وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ تو اس آیت کا مصداق ہے
هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔

پھر اس نے اپنے نفس خبیث کو بہت سے انبیاء و مرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سے افضل قرار دینا شروع کیا خصوصاً کلمۃ اللہ، روح اللہ اور رسول اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنے آپ کو افضل قرار دیا، وہ کہتا ہے ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور جب اس پر اعتراض کیا گیا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مماثلت کا دعویٰ کرتے ہو تو وہ روشن معجزات کہاں ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے، مثلاً مردوں کو زندہ کرنا، مادرزاد نابینا اور برص کے مریض کو شفایاب کرنا اور مٹی کا پرندہ بنانا اور اس میں پھونک مارنا اور اس کا حکم خداوندی سے اُڑ جانا۔ تو اس نے جواب دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام یہ سب کچھ مسمریزم اور شعبدہ بازی کے زور سے کیا کرتے تھے اور اگر میں اس کو ناپسند نہ کرتا، تو میں بھی ایسے کام کر دکھاتا۔"

اس کے چند مزید کفریات کا ذکر کر کے آخر میں فرماتے ہیں،

اُس کے علاوہ اس کے بہت سے ملعون کفر ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کے اور دیگر تمام دجالوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔[2]

حُسام الحرمین

۱۳۲۴ھ میں امام احمد رضا بریلوی نے ایک استفتاء مدینہ طیبہ، مکہ معظمہ کے علماء اہل سنت کی خدمت میں بھیجا، جس میں چند عبارات کے بارے میں سوال تھا کہ یہ کفریہ ہیں یا نہیں اور ان کے قائل پر بحکم شریعت کفر کا حکم ہے یا نہیں؟ ان میں سرفہرست مرزائیوں کا ذکر تھا۔[4] اس استفتاء کے جواب میں حرمین شریفین کے علماء نے بالاتفاق مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کی تکفیر کی۔

اس کے علاوہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے عقیدۂ ختم نبوت اور ردِ مرزائیت میں مستقل رسائل بھی قلم بند فرمائے۔

جزاء اللہ عدوہٗ

اس تصنیف لطیف کا تعارف خود حضرت مصنف قدس سرہٗ کی زبانی سنیے، فرماتے ہیں،

اللہ و رسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی۔ شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر بتایا، متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اب تک تمام امت مرحومہ نے

---

[1] احمد رضا خاں بریلوی، امام — فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۸۱
[2] احمد رضا خاں بریلوی، امام — المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد (مکتبہ حامدیہ لاہور) ص ۲۳۰-۹
[3] اس حاشیہ کا صحیح نام یہی ہے، کتابت کی غلطی سے "المستند المعتمد" چھپ گیا ہے ۱۲ قادری
[4] احمد رضا بریلوی، امام — حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (مکتبہ نبویہ لاہور) ص ۷-۱۵

اس معنی ظاہر ومتبادر وعموم واستغراق حقیقی تام پر اجماع کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تمام انبیاء کے خاتم ہیں اور اسی بناء پر سلفاً وخلفاً ائمہ مذاہب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا، کتب احادیث وتفسیر وعقائد وفقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں۔

فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے اپنی کتاب "جَزَاءُ اللّٰہِ عَدُوَّہٗ بِاِبَائِہٖ خَتْمَ النُّبُوَّۃ" ۱۳۱۷ھ (دشمن خدا کے ختم نبوت کا انکار کرنے پر خدائی جزاء) میں اس مطلب ایمانی پر صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم وجوامع سے ایک سو بیس حدیثیں اور تکفیر منکر پر ارشادات ائمہ وعلمائے قدیم وحدیث وکتب عقائد واصول فقہ وحدیث سے تیس نصوص ذکر کیے، وللہ الحمد[1]

اَلْمُبِیْنُ خَتْمُ النَّبِیّٖن

۱۳۲۶ھ میں بہار شریف سے مولانا ابو الطاہر نبی بخش نے ایک استفتاء بھیجا جس میں دریافت کیا گیا کہ بعض لوگ خاتم النبیین میں الف لام عہد خارجی قرار دیتے ہیں (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض انبیاء کے خاتم ہیں) اور بعض اُسے استغراق قرار دیتے ہیں (اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ تمام انبیاء کے خاتم ہیں) ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

امام احمد رضا بریلوی نے اس کے جواب میں ایک مختصر رسالہ تحریر فرمایا دیا فرماتے ہیں:

"جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے، اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے، اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص"[2]

پھر خاتم النبیین میں تاویل کی راہ کھولنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آج کل قادیانی بک رہا ہے کہ خاتم النبیین سے ختم شریعت جدیدہ مراد ہے۔ اگر حضور کے بعد کوئی نبی اسی شریعت مطہرہ کا مُروّج اور تابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں اور وہ خبیث اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے"[3]

قَہْرُ الدَّیَّان عَلٰی مُرْتَدٍّ بِقَادِیَان

یہ رسالہ بھی امام احمد رضا بریلوی کے رشحات قلم سے ہے اس میں ختم نبوت کے منکر، کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن، جھوٹے مسیح مرزائے قادیانی کے شیطانی الہاموں کا رد کرکے عظمت اسلام کو اجاگر کیا ہے۔

اَلسُّوْءُ وَالْعِقَابُ

۱۳۲۰ھ میں امرتسر سے مولانا محمد عبد الغنی نے ایک استفتاء بھیجا سوال یہ تھا کہ ایک مسلمان نے ایک مسلمہ عورت سے نکاح کیا عرصہ تک باہمی معاشرت رہی، پھر مرد، مرزائی ہوگیا، تو کیا اس کی منکوحہ اس کی زوجیت سے نکل گئی ہے؟ ساتھ ہی امرتسر کے متعدد علماء کے جوابات منسلک تھے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی نے اس کے جواب میں ایک رسالہ "اَلسُّوْءُ وَالْعِقَابُ عَلَی الْمَسِیْحِ الْکَذَّاب" (جھوٹے مسیح پر عذاب وعقاب) قلمبند فرمایا جس میں دس وجہ سے مرزائے قادیانی کا کفر بیان کرکے فتاویٰ ظہیریہ، طریقۂ محمدیہ، حدیقۂ ندیہ، برجندی شرح نقایہ اور فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہٖ مرتدین کے احکام ہیں"

پھر سوال کا جواب ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

"شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے۔ اب اگر بے اسلام لائے، اپنے اس قول ومذہب سے بغیر توبہ کیے یا بعد اسلام وتوبہ بغیر نکاح جدید کیے اس سے قربت کرے، زنائے محض ہو اور جو اولاد ہو یقیناً ولد الزنا ہو یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر وسائر ہیں"[4]

اَلْجُرَازُ الدَّیَّانِی

یہ رسالہ امام احمد رضا بریلوی کی آخری تصنیف ہے۔ پیلی بھیت سے شاہ میر خاں قادری نے ۳ محرم ۱۳۴۰ھ کو ایک استفتاء بھیجا جس کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ "اَلْجُرَازُ الدَّیَّانِیُّ عَلَی الْمُرْتَدِّ الْقَادِیَانِی" (قادیانی مرتد پر خدائی شمشیر برّاں) تحریر قلم فرمایا۔ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو آپ کا وصال ہوگیا۔

سائل نے ایک آیت اور ایک حدیث پیش کی تھی، جس سے قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرتے ہیں اور پوچھا تھا کہ اس استدلال کا جواب کیا ہے؟

امام احمد رضا بریلوی نے پہلے اعتراض کا جواب دینے سے پہلے سات فائدے بیان کیے، جن میں واضح کیا کہ مرزائی، حیات عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ کیوں اٹھاتے ہیں؟ دراصل مرزا کے ظاہر وباہر کفریات پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک ایسے مسئلے میں الجھتے ہیں جس میں اختلاف آسان ہے پھر بھی یہ مسئلہ ان کے لیے مفید نہیں۔ پھر سات وجہ سے بتایا کہ یہ آیت قادیانیوں کی دلیل نہیں بن سکتی اور حدیث کو دلیل بنانے کے دو جواب دیئے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے ۱۳۱۵ھ میں ایک سوال کے جواب میں ایک کتاب "الصارم الربانی" تصنیف فرمائی جس میں مسئلہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کو تفصیل سے بیان کیا اور مرزا کے مثیل مسیح ہونے کا زبردست رد کیا۔

امام احمد رضا خاں بریلوی اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اس ادعائے کاذب (مرزا کے مثیل مسیح ہونے) کی نسبت سہارنپور سے سوال آیا تھا جس کا ایک مبسوط جواب ولدی عزیزی فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خاں محمد حفظہ اللہ نے لکھا اور بنام تاریخی "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" مسمّی کیا، یہ رسالہ حامیٔ سنن، ماحیٔ فتن، ندوہ شکن، ندوی افگن قاضی عبد الوحید صاحب حنفی فردوسی بچّینی عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفۂ حنفیہ میں کہ عظیم آباد (پٹنہ) سے ماہوار شائع ہوتا ہے، طبع فرمادیا۔

بحمد اللہ اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہ آیا اور اللہ عزوجل قادر ہے کہ کبھی نہ لائے"[5]

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۵۹

[2] ایضاً: 〃 〃 〃 ص ۵۸

[3] ایضاً: 〃 〃 〃 ص ۵۸

[4] احمد رضا خاں بریلوی، امام: السوء والعقاب (مسلم بک ڈپو ہاؤس، لاہور) ص ۲۱

[5] 〃 بریلوی امام: 〃 والعقاب (مسلم بک ڈپو ہاؤس، لاہور) ص [illegible]

امام احمد رضا، اربابِ علم و دانش کی نظر میں

یٰسٓ اختر مصباحی

شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبالؔ

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ متوفی ۱۳۵۸ھ (۱۹۳۹ء) خلیفہ امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کی ایک مجلس کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر سید عابد احمد علی مہتمم بیت القرآن لاہور و سابق لیکچرر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا یہ تحریری بیان ہے۔

" غالباً ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے کہ علامہ اقبال مسلم یونیورسٹی میں موجود تھے۔ ایک محفل جس میں مَیں بھی موجود تھا۔ اور ان کی گفتگو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا تذکرہ آگیا۔ علامہ مرحوم نے مولانا بریلوی کو خراجِ عقیدت و تحسین پیش کرتے ہوئے کہا۔

" ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طباع و ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا۔"

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے علامہ مرحوم نے فرمایا " میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے۔ اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت، جودتِ طبع، کمالِ فقاہت اور علومِ دینیہ میں تبحرِ علمی کے شاہد عدل ہیں۔"

نیز فرمایا ـــــ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے لہٰذا انھیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑی۔" الیٰ آخرہٖ

عابد احمد علی یکم اگست ۱۹۶۸ء (اس پورے تحریری بیان کی فوٹو کاپی ہفت روزہ افق کراچی ۲۳ تا ۲۰ جنوری ۱۹۷۹ء نے شائع کر دیا ہے۔)

سر ضیاء الدین

ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے حضرت مولانا سید سلیمان اشرف کے توسط سے بریلی پہنچ کر امام احمد رضا فاضل بریلوی سے ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء اور ۱۳۲۵ھ / ۱۹۱۷ء کے درمیان ریاضی کے ایک پیچیدہ مسئلہ میں استفادہ کیا۔ جس کا واقعہ مشہور اور متعدد کتب سوانح میں مذکور ہے۔

اس واقعہ کے ایک عینی شاہد حضرت مفتی برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمۃ خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی (۱۹۷۳ء میں بمبئی کے اندر تشکیل پانے والے آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے تاحیات نائب صدر رہے) اختتامِ واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" باہر آکر ڈاکٹر (سر ضیاء الدین) صاحب نے سید سلیمان اشرف سے کہا۔ اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی کوئی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توقیت وغیرہا میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل ریاضی کے جس مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی حضرت نے منٹ میں حل کر کے رکھ دیا۔

(ص ۵۹ ـ ۶۰ ـ اکرامِ امام احمد رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء)

اور ایک دوسرے مشہور عالم دین مولانا ظفر الدین پرنسپل شمس الہدیٰ پٹنہ (جو ڈاکٹر مختار الدین احمد سابق صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے والد ماجد ہیں) اس واقعہ سے متعلق سر ضیاء الدین کے یہ تاثرات نقل کرتے ہیں۔

" میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شے ہے۔ آج اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلے کے حل کے لئے جرمنی جانا چاہتا تھا۔ اتفاقاً ہمارے دینیات کے پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب نے میری رہنمائی فرمائی اور میں حاضر ہو گیا۔ یوں معلوم ہو رہا ہے کہ آپ اس مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔"

(ص ۵۳ حیاتِ اعلیٰحضرت جلد اول مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

مولانا ابوالکلام آزاد

"مولانا احمد رضا خاں ایک سچے عاشقِ رسول گزرے ہیں" (ص ۱۳۴، تحقیقات از مفتی محمد شریف الحق امجدی۔ مکتبۃ الحبیب مسجد اعظم الہ آباد)

مولانا زکریا شاہ بنوری

پشاور کی ایک مجلس میں سید محمد یوسف بنوری (کراچی) کے والد بزرگوار مولانا سید زکریا شاہ صاحب بنوری پشاوری نے فرمایا۔

"اگر اللہ تبارک و تعالیٰ ہندوستان میں احمد رضا خاں بریلوی کو نہ پیدا فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہوجاتی۔"

(ص ۱۰، فاضل بریلوی اور ترک موالات از پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور)

مولانا محمد الیاس بانی تبلیغی جماعت

کراچی میں ایک عالمِ دین نے جن کا تعلق مسلک دیوبند سے ہے۔ فرمایا کہ تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس صاحب فرماتے تھے کہ "اگر کسی کو محبتِ رسول علیہ التحیۃ والثناء سیکھنی ہو تو مولانا بریلوی سے سیکھے۔" (حوالہ مذکور)

مولانا اشرف علی تھانوی

"حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھ کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا۔"

(اسوۂ اکابر مطبوعہ دیوبند ص ۱۸)

"میرے دل میں احمد رضا کا بے حد احترام ہے۔ وہ ہمیں کافر کہتے ہیں لیکن عشقِ رسول کی بنا پر کہتے ہیں کسی اور غرض سے تو نہیں کہتے۔"

(بحوالہ اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام۔ از مولانا اختر شاہجہاں پوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی
بانی جماعت اسلامی

"مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی نظر رکھتے تھے۔ اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔"

(ص ۴، مقالات یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور)

"میری نگاہ میں مولانا احمد رضا خاں مرحوم مغفور دینی علم و بصیرت کے حامل اور مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ کے قابل احترام مقتدا تھے۔ اگرچہ ان کے بعض فتاویٰ و آراء سے مجھے اختلاف ہے۔ لیکن میں ان کی دینی خدمات کا معترف بھی ہوں۔" (ص ۱۱۶، امام احمد رضا نمبر ماہنامہ المیزان بمبئی ۱۹۷۶ء مکتوب بنام ایڈیٹر)

مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

"وہ (مولانا احمد رضا بریلوی) علومِ اسلامیہ، تفسیر، حدیث، فقہ پر عبور رکھتے تھے۔ منطق، فلسفہ، اور ریاضی میں بھی کمال حاصل تھا۔ عشقِ رسول کے ساتھ ادبِ رسول میں اتنے سرشار تھے کہ ذرا بھی بے ادبی برداشت نہ تھی۔"

(ص ۵۵ خیابانِ رضا طبع اوّل ۱۹۸۲ء عظیم پبلی کیشنز لاہور)

مولانا ملک غلام علی
نائب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

"حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے۔ اور عشقِ خدا و رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔"

(ہفت روزہ شہاب لاہور، ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء)

شاہ معین الدین ندوی
ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ

"مولانا احمد رضا خاں مرحوم صاحب علم و نظر علماء مصنفین میں تھے۔ دینی علوم خصوصاً حدیث و فقہ پر ان کی وسیع و گہری نظر تھی۔ مولانا نے جس دقتِ نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات تحریر فرمائے ہیں اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت، قرآنی استحضار، ذہانت و طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے عالمانہ محققانہ فتاویٰ موافق و مخالف ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔"

(ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۲ء)

نیاز فتحپوری

"مولانا احمد رضا خاں کو دیکھ چکا ہوں۔ وہ غیر معمولی علم و فضل کے مالک تھے۔ ان کا مطالعہ وسیع بھی تھا اور گہرا بھی۔ ان کا نورِ علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا۔ فروتنی، خاکساری کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب طاری ہوتا تھا۔"

(ص ۲۷، ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی شمارہ نومبر ۱۹۷۵ء)

مولانا ابوالحسن علی ندوی

"علماء حجاز سے بعض فقہی و کلامی مسائل پر

مذاکرہ وتبادلۂ خیال کیا۔ حرمین کے دورانِ قیام آپ نے بعض رسائل لکھے اور علماء حرمین کے پاس آئے ہوئے سوالات کے جوابات دیئے۔ وہ حضرات آپ کے وفورِ علم، فقہی متون واختلافی مسائل پر دقتِ نظر، وسعتِ معلومات، سرعتِ تحریر اور ذکاوت وذہانت دیکھ کر حیران رہ گئے۔"

"فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر معلومات کی حیثیت سے اس زمانہ میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ علوم ریاضی، ہیئت، نجوم، توقیت، رمل، جفر میں انہیں مہارتِ تامہ حاصل تھی، وہ اکثر علوم کے حامل تھے۔"

(ص ۴۱ جلد ہشتم نزہۃ الخواطر مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۷۰ء)

مولانا کوثر نیازی

"ان کی امتیازی خصوصیت ان کا عشقِ رسول ہے جس میں وہ سرتاپا ڈوبے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان کا نعتیہ کلام سوز وگداز کی کیفیتوں کا آئینہ دار ہے۔" (ص ۹۰۔ انداز بیان)

ماہر القادری

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے یہاں تک کہ ریاضی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ دینی علم وفضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعر بھی تھے۔ اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہِ سخن سے الگ ہٹ کر صرف نعتِ رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔"

(ص ۴۴، ماہنامہ فاران کراچی ستمبر ۱۹۷۳ء)

پروفیسر سلیم چشتی

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے سرکار ابد قرار زبدۂ کائنات فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو منظوم سلام پیش کیا ہے اسے یقیناً شرفِ قبولیت حاصل ہوگیا۔ کیونکہ ہندوپاک میں شاید ہی کوئی عاشقِ رسول ایسا ہو جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کئے ہوں۔" (ص ۳۱۔ ندائے حق جون پور)

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

"میں جناب رضا بریلوی کی دینی خدمات کا مداح اور معترف ہوں اور ان کو اسلام کے مجاہدین ومبلغین کی صفِ اول میں شامل سمجھتا ہوں۔ عشقِ رسول کا جذبہ ان کی نثر اور نظم میں ہر جگہ موجود ہے۔ اور چونکہ اس کی بنیاد جذبے کی صداقت اور موضوع کی لطافت پر ہے۔ اس لئے اس کا اثر آفریں ہونا قدرتی امر ہے۔" (ص ۳۰، خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

"ان کی شاعری کا محور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی وسیرت تھی۔ مولانا صاحبِ شریعت بھی تھے اور صاحبِ طریقت بھی۔ صرف نعت وسلام ومنقبت کہتے تھے۔ اور بڑی دردمندی ودلسوزی کے ساتھ کہتے تھے۔" (ص ۸۶۔ اردو کی نعتیہ شاعری مطبوعہ لاہور)

پروفیسر محمد ایوب قادری

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی بن مولانا نقی علی خاں ساکن بریلی (روہیلکھنڈ، یوپی، انڈیا) نامورِ عالم، کثیر التصانیف، مقبول مترجم قرآن اور مشہور فقیہ تھے۔"

"مولانا بریلوی فکری اعتبار سے مولانا فضل حق خیرآبادی، مولانا محبوب علی دہلوی اور مولانا فضل رسول بدایونی سے تعلق رکھتے تھے۔ اول الذکر ہر دو حضرات تو خانوادۂ ولی اللٰہی کے نامور ارکان ہیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی نے علمائے فرنگی محل (لکھنو) سے استفادہ و استفاضہ کیا ہے۔ مولانا بریلوی شعر وشاعری کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ان کی بعض نعتیں تو بڑی پیاری ہیں۔"

(ص ۹۰، ۹۱۔ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی
وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

"علوم دینیہ میں جو انھیں دسترس حاصل تھی وہ فی زمانہ فقید المثال تھی دوسرے علوم میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ ان کا دل چونکہ عشقِ نبوی میں کباب تھا۔ اس لئے نعت میں خلوص اور سوز ہے۔ جو بغیر عمیق جذبات کے پیدا نہیں ہوتا۔"

(ص ۴۳ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر جمیل جالبی
وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

"مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی چودہویں صدی ہجری کے بلند پایہ فقیہ، متبحر عالم، بہترین نعت گو، صاحبِ شریعت وصاحبِ طریقت بزرگ تھے۔"

"ان کا امتیازی وصف جو دوسرے تمام فضائل وکمالات سے بڑھ کر ہے وہ ہے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کی تصنیفات وتالیفات میں جو چیز سب سے نمایاں ہے وہ یہی حبِ رسول ہے۔"

(ص ۴۰، معارف رضا جلد چہارم مطبوعہ کراچی)

شیخ امتیاز علی
وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی، لاہور

"حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے عہد کے جید عالم، مقبول نعت گو، اور صدہا دینی وعلمی کتب ورسائل کے مصنف تھے۔ دینی

علوم خصوصاً فقہ وحدیث پر موصوف کی نظر بڑی وسیع اور گہری تھی۔ فقہی مسائل میں فتاویٰ رضویہ ان کا بہت اہم علمی کارنامہ ہے۔ مولانا بریلوی کی فقہی بصیرت اور اعلیٰ اجتہادی صلاحیت کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے علامہ اقبال نے بجا فرمایا تھا "ہندوستان میں اس دورِ آخر میں ان جیسا طباع ذہین بمشکل ہی ملے گا۔"

(ص ۴۴-خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

پروفیسر کرار حسین
وائس چانسلر بلوچستان یونیورسٹی

"میں ان کی شخصیت سے اس وجہ سے متاثر ہوں کہ انہوں نے علم وعمل میں عشق رسول کو وہ مرکزی مقام دیا ہے جس کے بغیر تمام دین ایک جسدِ بے روح ہے۔"

(ص ۸۵-خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر
وائس چانسلر اسلامی یونیورسٹی بہاولپور

"حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت عظیم اور ان کا علمی مرتبہ بہت بلند ہے۔ وہ بلاشبہ عبقری تھے۔"

(ص ۱۱۵ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر سید عبد اللہ

"وہ بلاشبہ جید عالم، متبحر حکیم، عبقری فقیہ، صاحب نظر مفسرِ قرآن، عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے۔ لیکن ان تمام درجات رفیعہ سے بھی بلند تر ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عاشقِ رسول کا۔"

"یہ عشق رسول کا فیضان تھا کہ ان کے دل میں سوز وگداز، ان کی نظر میں حیا، ان کی عقل میں سلامتی ان کے اجتہاد میں ثقاہت، ان کی زبان میں تاثیر اور ان کی شخصیت میں اثر ونفوذ تھا۔" (ص ۲۵-پیغاماتِ یوم رضا طبع دوم لاہور)

احسان دانش

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اکیلے نہیں بلکہ ان کے خاندان سے شعر وادب اور خصوصاً نعت گوئی نے راہیں پائی ہیں۔ حسن رضا خاں کا دیوان "ثمرۂ فصاحت" میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔ جواب کہیں نہیں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نعت کے میدان میں ناقابل فراموش شخصیت ہیں۔"

(ص ۴۱-خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

احمد ندیم قاسمی

"میں انھیں صرف بحیثیت نعت گو جانتا ہوں۔ اور میرا اندازہ ہے کہ نعت گوئی میں ان کا مرتبہ دیگر نعت نویسوں کے مقابلہ میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرحوم کی بے پناہ اور بے کنار عقیدت ومحبت کی برکت سے منفرد ہو جاتا ہے۔"

(ص ۴۲ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر خلیل الرحمن اعظمی

"حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے بچپن ہی سے واقفیت ہے۔ آپ کے علم وفضل، تقویٰ وتقدس، حمیت دینی وحرارت ایمانی کا ذکر اکثر اپنے بزرگوں سے سنا۔ فقیہ اسلام اور مترجم قرآن کی حیثیت سے حضرت کو جو مقام ومرتبہ حاصل ہے اس کا اعتراف تمام اہل نظر نے کیا ہے۔

حضرت مولانا کے شاعرانہ کمالات سے بھی حال ہی میں شناسائی ہوئی ہے۔ بالخصوص نعتیہ شاعری نے خاص طور پر متاثر کیا۔ آپ کے کلام میں جو والہانہ سرشاری، سپردگی اور سوز وگداز کی جو کیفیت ملتی ہے وہ اردو نعت گو شعراء میں اپنی مثال آپ ہے۔"

(ڈاکٹر صاحب کا مکتوب بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ لاہور)

پروفیسر محمد طاہر فاروقی
صدر شعبۂ اردو پشاور یونیورسٹی

"اعلیٰ حضرت عشقِ رسول میں ڈوبے ہوئے تھے، اور یہی جذبہ ان کی نعت گوئی کی سب نمایاں خصوصیت ہے۔ اسی لئے ان کے اشعار میں "از دل خیزد بر دل ریزد" کا صحیح عکس نظر آتا ہے۔"

(ص ۹۶ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

"نقاشِ فطرت" میاں ایم اسلم لاہور

"مجدد اسلام سیدنا حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ شریعت اور طریقت میں ایک بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ اور امام وقت مانے جاتے تھے۔"

(ص ۴۷ خیابانِ رضا)

ڈاکٹر عبادت بریلوی

"مولانا احمد رضا خاں صاحب بہت بڑے عالم دین، مفکر اسلام اور عاشق رسول تھے۔ ان کا نام علمائے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ انہوں نے اپنی تصانیف سے علوم اسلامی میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔"

(ص ۴، خیابان رضا)

سید شان الحق حقی

"میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے مبرا ہے۔ اس پر کسی ادبی تنقید

ضرورت نہیں ہے۔ ان کی مقبولیت اور دلپذیری
اس کا سب سے بڑا ادبی کمال اور مولانا کے
تے پر دال ہے۔"
(ص ۶۶ خیابان رضا)

پروفیسر سید سخی احمد ہاشمی

"مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ علم و
سل، زہد و تقویٰ اور عشقِ رسول (صلی اللہ
یہ وسلم) کے لحاظ سے اپنے معاصرین میں اپنی
ب حیثیت سے ممتاز ہیں۔ ان کی بے شمار
نب و رسائل جن کی تعداد ایک ہزار سے
یادہ بتائی جاتی ہے۔ ان کے علم و فضل پر گواہ
یں۔ ان کے حالاتِ زندگی ان کے زہد و تقویٰ
ر شاہد ہیں۔ اور ان کے اشعار عشقِ رسول
لی اللہ علیہ وسلم سے بھرپور، ان کی شخصیت
نے اپنے زمانہ کو بہت متاثر کیا۔"
(ص ۶۷ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں
صدر شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی

"حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ احمد سعید
ہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۷ھ) کے بعد حضرت
مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی
تابوں اور تقریروں میں عشق رسول (صلی اللہ
علیہ وسلم) ہی کو اپنا موضوع بنایا۔ اور اس
موقف سے ذرا بھی ہٹنا گوارہ نہیں کیا۔ اور میرا
خیال ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً
واحد عالمِ دین ہیں جنھوں نے اردو نظم و نثر
دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات
استعمال کئے ہیں۔ اور اپنی علمیت سے اردو شاعری
میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ وہ عشقِ رسول
(صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کو اصل تصوف سمجھتے
تھے۔ ایک جگہ کہتے ہیں ؎

ماہنامہ حجاز جدید دہلی

راہ عرفاں کے جو ہم نادیدہ رو محرم نہیں
مصطفےٰ ہیں مسندِ ارشاد پر کچھ غم نہیں
(خیابانِ رضا)

حکیم محمد سعید دہلوی

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی دینی علوم
میں ایک جامع اور انفرادی حیثیت کے مالک
تھے۔ وہ فقیہ بھی تھے، عالم بھی اور شاعر بھی۔
ان کے تصانیف کی تعداد ایک اندازہ
کے مطابق آٹھ سو کے لگ بھگ ہے۔ انہوں
نے دین کے جس شعبے اور علم و فن کے جس
گوشے پر قلم اٹھایا اس میں ان کی ایک
انفرادی شان نمایاں نظر آتی ہے۔ اگرچہ
انہوں نے براہِ راست سیاست میں حصہ
نہیں لیا۔ لیکن جہاں کہیں انہوں نے سیاسی
تحریکات کو مذہب سے متصادم پایا وہاں اس
کے خلاف بے باکانہ قلمی جہاد کیا۔
"مولانا شریعت و طریقت دونوں کے رموز
سے آگاہ تھے۔ اگر ایک طرف ان کے فتاویٰ
نے عرب و عجم میں ان کی دینی و علمی بصیرت کی
دھاک بٹھا دی تھی تو دوسری طرف عشقِ رسول
نے ان کی نعتیہ شاعری کو فکر و فن کی بلندیوں
پر پہنچا دیا تھا۔"
(ص ۴۹ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

میاں محمد شفیع (م ش)

"اعلیٰ حضرت نے عشق رسول کی عوامی تحریک
جاری فرما کر طول و عرض ہند میں جس طرح
مسلمانوں کے سینے میں حب رسول کی جوت
جگائی اس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔"
(ص ۹۵ خیابانِ رضا)

سید الطاف بریلوی، ایڈیٹر العلم

"اعلیٰ حضرت کو انگریز سے اس قدر نفرت
تھی کہ انہوں نے تمام عمر لفافے پر ڈاک کا ٹکٹ
الٹا کر کے لگایا۔ یعنی تاج والا حصہ نیچے کی طرف
رکھا۔" (ص ۱۲۰ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

حفیظ جالندھری

"ان کے قلم سے چند ابیات نعت نے
میرے قلب میں محبتِ حضور کی روشنی میں توانائی
بخشی ہیں ان کو عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمرے میں صفِ اوّل پر دیکھتا ہوں۔"
(ص ۶۲ خیابانِ رضا)

رئیس امروہوی

"ان جیسا عاشقِ رسول، نعت گو، منقبت
سرا، محدث، عالم، مصنف، اور فقیہہ و شارح
قرآن مجید کہاں پیدا ہوتا ہے؟ ان کی
تصانیف نثر اور ان کی شاعری کیف و سرور
سے لبریز ہے۔ جس سے عجیب طرح کا انشراح
صدر ہوتا ہے۔ وہ ایک صوفی باصفا اور عالمِ
جلیل تھے۔ ایسی کمیاب شخصیتیں تاریخ ساز
بھی ہوتی ہیں۔ عہد آفریں بھی۔"
(ص ۶۵ خیابانِ رضا)

بہزاد لکھنوی

"حضرت عالم باعمل اور فاضل بے بدل
ہونے کے ساتھ ہی صوفیِ کامل بھی تھے عاشقِ
رسول ایسے تھے کہ ان کی زندگی کی کوئی سانس
ذکرِ رسول سے کبھی خالی نہیں گزری۔"
(ص ۵۴ پیغامات یوم رضا طبع دوم لاہور)

دردمند اور دیندار حضرات سے ایک مخلصانہ اپیل

مفتی محمد شریف الحق امجدی جامعہ اشرفیہ۔ مبارکپور

جولائی ۱۹۸۹ء کا شمارہ پڑھا آخری صفحات میں اپیلیں دیکھیں خاص طور سے علامہ ارشد القادری صاحب کی اپیل جو تیسری بار شائع ہوئی ہے۔ حضرت مفتی شریف الحق صاحب سے ذکر کیا تو کافی ہمدردی و احساس کا اظہار کیا۔ فوراً اپنا زر تعاون (پانچ سو روپے) بھی ارسال کرایا۔ حضرت کا یہ اقدام اصحاب وسعت کے لیے خاص طور سے عبرت انگیز ہے۔

بات یہ ہے کہ لوگوں میں کسی طرح پڑھنے کا مزاج ابھی پیدا ہوا ہے لیکن اشاعت وصحافت کی دشواریوں سے ابھی آشنا نہیں ہیں نہ ہی اس راہ میں مخلصانہ تعاون کے عادی ہیں۔ جس کے عادی ہیں (اعانت مدارس) اس کے لیے بھی عموماً سائل بن کر حاضری، اصرار، اور لمبی تقریر کی ضرورت پڑتی ہے۔

مناسب یہ ہوگا کہ آپ اردو پڑھنے والے علاقوں مثلاً کرناٹک اور کشمیر کا دورہ کر کے زیادہ سے زیادہ ایجنسیاں اسکولوں کالجوں مدرسوں کے معلمین، اور کتب فروشوں کے یہاں قائم کردیں انشاء اللہ یہ ایک دیرپا کام ہوگا اور جاری رہے گا۔ ایک ایک خریدار بنانے میں طول عمل بھی ہے اور رسالہ نہ ملنے کی شکایات کا اندیشہ بھی۔ کیونکہ سادہ ڈاک بہت ضائع ہوتی ہے۔ پھر ہر سال خریداری یا خریداروں کی تجدید بھی ایک مشکل مسئلہ ہے۔

بہر حال ہمت واستقلال سے کام لینا ضروری ہے آپ کا رسالہ علمی حلقوں میں کافی مقبول ہے۔ اور لوگ عزت سے دیکھتے پڑھتے ہیں لیکن بے شمار علاقوں تک ابھی اس کی رسائی ہی نہیں، پذیرائی کا معاملہ تو اطلاع و آگاہی کے بعد ہی کا ہے۔ پھر تھوڑی تحریک وتنبیہ کی ضرورت بھی رہتی ہی ہے کیونکہ ابھی زیادہ بیداری نہیں آئی ہے۔ رب تعالیٰ آپ کو تائیدات غیبی سے نوازے۔ میرے لائق جو خدمت ہو مطلع فرمائیں۔

والسلام

محمد احمد مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارکپور

۱۰ر جولائی ۱۹۸۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واللہ المستعان علی ما تصفون

اس مہینے کے حجاز جدید میں یہ خبر سن کر بہت قلق ہوا کہ رسالہ خسارے میں چل رہا ہے۔ مگر یہ خبر میرے لیے غیر متوقع نہ تھی۔ میں نے احباب سے اس کا بار بار تذکرہ بھی کیا ہے — مگر سوال یہ ہے کہ اس کا علاج کیا ہے؟ حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی کی بانگ درا جب اکیس سال پہلے خواب خرگوش کے سرمست قوم کو بیدار نہ کر سکی تو آج موت کی ہچکیاں لیتی ہوئی قوم کو زندگی کیسے واپس کر سکتی ہے۔ ایک مفکر نے لکھا ہے۔ کہ جب کوئی قوم موت کے قریب ہو جاتی ہے تو جوشیلی جذباتی تقریروں اور نعروں کی خوگر ہو جاتی ہے۔ آج یہی حال ہماری قوم کا بھی ہو چکا ہے۔ عوام کو جانے دیجیے علماء کا حال یہ ہے کہ وہ مذہبی لٹریچر پڑھنے کے خوگر نہیں۔ جب رہنمایان قوم کا یہ کردار ہے تو بھولی بھیڑوں کا کیا گلہ۔ ا[ور] جب مذہبی کتابیں پڑھنے کا شوق نہیں تو ا[نہیں] کیوں خریدیں۔

اصل علاج یہ ہے کہ رہنمایان قوم خود [بھی] مذہبی رسائل، جرائد، کتابیں پڑھیں اور عوام

(باقی صفحہ ۵۳ پر)

ابھی محفل میں ہے شاید کوئی درد آشنا باقی

نصیر احمد چشتی رضوی، سکریٹری مجلس طلبائے اسلام کشمیر

محترمی جناب لیس اختر مصباحی صاحب مدیر ماہنامہ حجاز جدید دھلی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

شمارہ جون میں آپ کا اداریہ پڑھ کر مجھے ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

مجھے فطرت نوا پر پے بہ پے مجبور کرتی ہے
ابھی محفل میں ہے شاید کوئی درد آشنا باقی

عصری تقاضوں سے بھرپور اور وقت کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے آپ نے اپنے اس اداریہ کے ذریعے ملت کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالےٰ آپ کو اس کا صلہ دے گا اور ماہنامہ حجاز ملت کے لئے بہتر معاون ثابت ہو۔ آمین

رسالے کی فکری، تعمیری اور اصلاحی تحریریں اپنا رنگ ضرور دکھائیں گی۔ اور چمن کو پھر وہ پاکیزگی اور رونق ملے گی۔ جس سے اس کی روح سرشار ہو۔

بہت عرصہ سے کشمیر میں وہابی، دیوبندی، مودودی، اہل حدیث تنظیمیں کام میں مصروف منہمک ہیں۔ اور منظم طریقے پر وقت کے ساتھ ساتھ اپنے پینترے بھی بدل دیتی ہیں۔ اور ہم تب بیدار ہوئے جب ہمارے سروں سے پانی گزر گیا۔ ہماری نئی پود ان کے اسکولوں۔ درس گاہوں اور دینی اداروں میں تعلیم مکمل کر رہی ہے۔ اور ایسے افکار کی طرف راغب ہو رہی ہے جو مستقبل میں ایک ہنگامہ خیز صورت اختیار کرے گی ؎

گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

شاید بیرون وادی کے لوگ اس کو مبالغہ سمجھیں گے کہ ۱۹۸۵ء تک کشمیر میں سنیوں کا کوئی قابل ذکر اپنا دار العلوم ہی نہ تھا۔ اور جو دار العلوم یا مدرسے اوقاف کے ماتحت چلتے ہیں۔ وہاں بھی ہمارے استاذ نہیں۔

یہ صورت حال دیکھ کر نوجوان طبقہ بلند حوصلوں سے لیس ہو کر میدان میں اترا اور عصری تقاضوں کو سمجھتے ہوئے وادی میں اسکولوں کا ایک جال بچھایا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی دینی تعلیم کے لئے انجمن غوثیہ کی کوشش سے دار العلوم غوثیہ کا قیام بارہمولہ میں ہوا۔ اور یہیں سے کشمیر کو ایک سمت ملی۔ اور مرکزیت کا کام بھی اسی نے کیا۔ اور سنی حضرات ایک دوسرے سے ملے اور ایک اجتماعی کا رنگ پیدا ہوا۔

میری معلومات کے مطابق اس دہائی میں کشمیر میں بارہمولہ، سوپور، پلوامہ، اور اب انجمن غوثیہ کے زیر اہتمام سری نگر میں بھی ایک کتب خانہ کھولا گیا یہ سب اس کا صلہ ہے۔ یہ سب لٹریچر کی بدولت ہوا۔ کیونکہ بیرون ریاست کے علماء یہاں آتے نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری ساری توجہ لٹریچر کی طرف ہوئی۔ جہاں امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تحریروں نے یہ رنگ دکھایا ہے۔ وہیں علامہ ارشد القادری صاحب، لیس اختر مصباحی، ڈاکٹر پروفیسر مسعود کی تحریریں بھی قابل قدر اور قابل فخر ہے۔

تحریر کی اہمیت کو امام احمد رضا جان گئے تھے اور ہمارے لئے ایسا علمی ذخیرہ چھوڑ دیا جس سے آج دنیائے اسلام مستفید ہو رہی ہے۔

اس وقت کشمیر میں ورلڈ اسلامک مشن، انجمن غوثیہ اور مجلس طلبائے اسلام ایسی تنظیمیں ہیں۔ جو سنیت کی علمبرداری کے لئے ہمہ تن مصروف ہیں۔

آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ کچھ تنظیمیں جو سنی ہونے کا دعویٰ تو کرتی ہیں لیکن اب تک لوگوں کے سامنے "کنز الایمان" ہی نہ لا سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ گھر گھر میں دیگر تراجم تو ہیں۔ لیکن "کنز الایمان" نہیں۔ اور جن حضرات نے اس طرف توجہ دلائی ان کو چن چن کر الگ کیا گیا۔ لوگوں کے سامنے تو اعتقادی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن ان کے اسکولوں میں وہ کتابیں رائج ہیں۔ جو اسلامی عقیدے کے خلاف ہیں۔ مفتی کفایت اللہ دیوبندی کی کتاب اس کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ اور جواب تک ان تنظیموں کے ساتھ منسلک ہیں۔ ان کو ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچ کر فیصلہ کرنا چاہئے جس طرح ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں اسی طرح ان حضرات کو بھی الگ ہونا چاہئے۔ اور دوسروں کو بھی ان کا حقیقی روپ دکھانا چاہئے۔ اگر پھر بھی یہ حضرات اپنی ضد پر اڑے رہیں تو یہ ان کی مرضی ہے

ان کی یہ دورخی پالیسی کہیں ایک گہری سازش تو نہیں ؟۔ اپنا ہونے کا دعویٰ تو یہ کرتی ہیں لیکن یہ بتائیں کہ اب تک ان کا عملی کام کیا ہے ؟ اپنی کتابوں میں تو وہ بڑھا چڑھا کر غیروں کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن اپنے جو ہیں۔ ان کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ کوئی ایک ہی مقالہ وہ دکھائیں جو ان کے زعماء نے لکھے ہوں۔ اپنے ماہناموں اور رسالوں میں۔

کشمیر بزرگان دین اور اولیائے کرام کا مسکن ہے۔ جو تحقیقی کام ہونا چاہئے تھا وہ اب تک نہ ہو سکا۔ اس کے ذمّہ دار کون ہیں ؟ غیروں سے تو یہ توقع وابستہ نہیں رکھی جا سکتی۔ ہاں ہم سے ان کا تعارف کرایا گیا جو اپنے نہ تھے۔ جن کے سینوں میں عشق کی تپش نہ تھی۔ جو اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب تھے۔ جو بتانے پر بھی باز نہ آئے۔ ان کی دیدہ دلیری تو دیکھو توبہ کرنے کے بجائے۔ الگ فرقہ قائم کیا۔ اور جو مصطفےٰ جان رحمت کی محبت کو دلوں میں بھرنا چاہتا تھا۔ اس پر الزامات لگائے۔ اور ایسی شخصیت کو لوگوں کے سامنے مخفی رکھا۔ یہ سب دیکھ کر میں بلا تردد کہہ سکتا ہوں۔ کہ جتنے اس کے مخالف اس کے ذمّہ دار ہیں۔ اتنے ہی یہ بھی قصور وار ہیں۔ جو یہ سب تو جانتے تھے۔ اور آپ کی علمی حیثیت کو سمجھتے تھے۔ لیکن پھر بھی حقیقت کو آشکارا نہ کیا۔

لوگوں کو ایسی سمت دکھائی جو تاریکی کی طرف جا رہی ہے۔ ریاست کے باہر ان اداروں اور مدرسوں کا تعارف نہ کرایا گیا۔ جن میں علم کی آگہی سے دل منور ہوتے۔ دلوں کو سکون میسر ہوتا۔ کوئی مقصد سامنے نہ رکھا شاید اسی لئے ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں ؎

میر سپاہ ناسزا لشکریاں شکستہ صف
آہ! وہ تیر نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف

نتیجہ اس شعر کے مثل ہوا۔ اور وہ محنت ضائع ہوئی جو بلا مقصد ہوئی تھی۔

قربان جائیے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسی ہی نعمتیں کی تھی۔ تاکہ کوئی ہمیں غلط راستے پر نہ لے جائے۔

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم
ہر مسلمان (مرد و عورت) پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔

اطلبوا العلم من المھد الی اللحد
اور علم حاصل کر مہد سے لحد تک

جب بھی ملت نے اس سیر کو آزمایا۔ غفلتوں کے پردے آنکھوں سے اٹھ گئے۔ کانوں کو حق سننے کی سماعت ملی۔ زبان کو حق گوئی کا پیغام ملا۔ جس کو آزمانا ہو آزما کر دیکھئے۔ جس کو جاننا ہو ان بچوں کی طرف دیکھو۔ جو اسکولوں میں اپنی ابتداء

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

سے کرتے ہیں۔ اور سنو چمن میں باد سحری کا پیام کیسا سرور ہے اس آواز میں ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد!
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

آخر میں پروفیسر مسعود احمد کی تحریر پر اجازت چاہوں گا۔ جو ذہنوں کو جلا بخشتی ہے۔ اور دل کے نہاں خانہ میں اتر جاتی ہے۔

"بے نیازانہ گزر جائے تو دیکھتے ہوئے بھی کچھ نظر نہیں آتا۔ نیازمندانہ قدم رکھیے تو بغیر دیکھے بھی بہت کچھ نظر آنے لگتا ہے۔"

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

نصیر احمد چشتی رضوی
سکریٹری مجلس طلبائے اسلام کشمیر

(صفحہ ۲۳ کا بقیہ)

سے متعلق کچھ احادیث کریمہ جمع کر دی ہیں۔

حفظ کتب حدیث کا یہ انداز ان کی جملہ تصانیف سے نمایاں ہے۔ اور جو زبان حال سے حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے وسیع النظر محدث ہونے کی ایسی شہادت دے رہا ہے۔ جو ہر مصنف مزاج انسان کے اطمینان قلب کے لئے کافی ہے۔

احادیث کریمہ کی اصطلاحات واسانید، نقد رجال اور دیگر متعلقات پر آپ کی گہری نظر تھی۔ الفاظ و مفاہیم ہر ایک پر عالمانہ اور محققانہ کلام فرماتے تھے اور پھر صحیح نتائج تک ان کی محدثانہ بصیرت براہ راست رہنمائی کیا کرتی تھی۔ (امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات از مولانا یٰسین اختر مصباحی)

علم حدیث میں فاضل بریلوی قدس سرہ کا وہ بلند مقام تھا کہ استاذ محدث اعظم ہند سید محمد صاحب اشرفی کچھوچھوی و استاذ صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی و استاذ ملک العلماء مفتی ظفر الدین صاحب بہاری، استاذ المحدثین والفقہاء علامہ وصی احمد محدث سورتی ان سے فقہی استفادے کے علاوہ فن حدیث کی معلومات بھی حاصل کرتے۔

حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ نے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت کے سلسلے میں استفسار کیا اور اس باب کی حدیثیں دریافت کیں۔ تو فاضل بریلوی نے اس کے جواب میں بیس احادیث ذکر فرمائیں ۔۔۔

حجاز جدید کا اجرا میرا ایک دیرینہ خواب تھا۔ جو اس طرح شرمندۂ تعبیر ہوا کہ ایک روز حافظ زبیر احمد رضوی متوطن قصبہ بھارت گنج ضلع الٰہ آباد مقیم حال ذاکر نگر دہلی نے یہ پیش کش کی کہ آپ رسالہ نکالنا چاہیں یا جو بھی کام کرنا چاہیں۔ اس کی رقم مجھ سے لے لیں اور بلا تاخیر اپنا کام شروع کر دیں۔ اور پھر انھوں نے ایک خطیر رقم بطور قرض یہ کہہ کر دی کہ آپ اطمینان سے دو چار سال میں اسے واپس کر دیجئے گا۔ اور درمیان میں جب اور جس وقت کسی رقم کی ضرورت ہوگی بلا تکلف آپ مجھ سے اسی طرح لے کر اپنا کام ہر قیمت پر جاری رکھئے گا۔

چنانچہ اس مؤقر ماہنامہ حجاز جدید کا آغاز ہوا جو دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک میں پھیل گیا۔ اور عوام و خواص نے ہر طرف سے اس کی پذیرائی کی اور ہاتھوں ہاتھ لیا۔

اگست ۱۹۸۹ء کے پہلے ہفتہ میں جب کہ میں سفر بمبئی پر تھا۔ اور عزیزان گرامی سعید نوری، ابراہیم نوری و بابو بھائی وغیرہم کے ساتھ "رضویات" کے مختلف گوشوں پر تبادلۂ خیال ہو رہا تھا اور یہ وہ موضوع ہے۔ جو خلوت و جلوت میں ہر جگہ ان کے سروں پہ سائبان اور ابر رحمت کی طرح چھایا رہتا ہے۔ اور رضا اکیڈمی کے پلیٹ فارم سے وہ نسیم سحر کی طرح امام احمد رضا کا پیغام چمن چمن اور روش روش تقسیم کرتے رہتے ہیں۔

انھوں نے جب ذکر سنا "امام اہلسنت" کا جن کا رشتہ بریلی سے حجاز تک جڑا ہوا ہے۔ اور مسلم آبادیوں سے کارواں در کارواں جن کا یہ سلام شوق دیار حبیب تک صبح و شام پہنچ رہا ہے۔

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

تو وہ خوشی سے سرشار ہو اٹھے اور رضا اکیڈمی کی جانب سے یہ پیش کش کی کہ اس "امام اہلسنت نمبر" کے نصف اخراجات ہماری اکیڈمی کے ذمہ ہوں گے۔ اور فوراً ہی انھوں نے اپنے وعدہ کو عملی شکل بھی دے دی۔

چنانچہ اس نمبر کو رضا اکیڈمی ہی کی پیش کش سمجھا جائے اور اس طرح اس کے ظاہری و باطنی حسن و جمال اور افادیت کا نصف حصہ گویا بحق رضا اکیڈمی بھی محفوظ ہے۔

مارچ ۱۹۸۹ء کا اداریہ ابھی قارئین حجاز کے ذہنوں میں تازہ ہوگا۔ جو حضرت علامہ ارشد القادری کے جذبۂ دلی کا آئینہ دار اور ان کے منفرد اسلوب تحریر کا شاہکار ہے۔ "فکری و تنظیمی بیداری کی ایک انقلاب انگیز تحریک" کے عنوان سے شائع شدہ اس اداریہ نے اس سرے سے اس سرے تک ایک زلزلہ برپا کر دیا اور نہ جانے کتنے دلوں کا عالم زیر و زبر ہونے لگا۔

حضرت علامہ موصوف نے اپنے مراحم خسروانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ مذکورہ تحریر جمشید پور سے دہلی ارسال کی بلکہ ساتھ ہی پانچ سو روپے بھی ادارۂ حجاز کو عنایت فرمائے۔ اور اواخر اگست کے دورۂ کشمیر کے موقع پر ہر اجلاس اور ہر نشست میں سامعین و حاضرین کو مطالعۂ حجاز کی دعوت دی۔

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی گرانقدر تحریر بھی "امام اہلسنت نمبر" کی زینت ہے۔ اور حضرت مفتی صاحب قبلہ نے بھی پانچ سو روپے بھیجکر ادارۂ حجاز کو سرفراز فرمایا۔

اپنے ان عالی مرتبت محسنین و مخلصین کی یہ توجہ و عنایت دیکھ کر اور بڑے سنگین حالات سے نبرد آزما ہونے کے بعد مجھے عملی طور پر یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ میں آگئی کہ ؎

چیتے کا جگر چاہئے شاہیں کا تجس
دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لئے تنگ

ادارۂ حجاز اپنے ان سبھی کرم فرماؤں کا تہ دل سے شکر گزار ہے اور دعا گو ہے کہ رب کائنات ان کا جذبۂ اخلاص اور رشتۂ مودت و محبت ہمیشہ باقی رکھے۔ اور قوم و ملت کے لئے انھیں زیادہ سے زیادہ مفید و نفع بخش بنائے آمین! بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

کامیاب حجازی دورے

بنارس ــــــ بمبئی ــــــ سرینگر

یٰسٓ اختر مصباحی

حجاز جدید کا اجرار کرنے سے پہلے جب میں نے اپنی جماعت کے بعض علمار اور اصحاب رائے احباب سے اس موضوع پر تبادلۂ خیالات کیا۔ اور ان سے رائے مشورہ حاصل کر رہا تھا تو صف اوّل کے ایک ممتاز عالم نے اپنے مفید مشورے اور مخلصانہ تعاون کی پیش کش کرنے کے بعد حجاز جدید کے مستقبل کی طرف سے اظہار تشویش اور قومی بے حسی کا ذکر کرتے ہوئے بڑے ہی پرسوز انداز میں کہا تھا۔

"بڑی مشکل یہ ہے کہ آپ نہ تو پیر ہیں نہ ہی مقرر، اور سیٹھوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا ہنر بھی آپ کو نہیں آتا۔ جو موجودہ حالات کے اعتبار سے آپ کا بہت بڑا عیب ثابت ہو سکتا ہے۔"

اس وقت میں نے خلا اعتمادی و خود اعتمادی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا یہ مختصر سا خیال ظاہر کیا ــــــ "ہو سکتا ہے کہ یہی عیب میرا ہنر بن جائے۔"

چنانچہ خدائے قادر وقیوم کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ اس نے میرے اس اعتماد کی لاج رکھ لی۔ اور حجاز جدید کے بارہ شمارے مکمل کرنے اور پوری پابندی کے ساتھ شائع کرنے کے بعد جب میں نے دہلی سے باہر قدم نکالا تو احباب و مخلصین نے اس والہانہ انداز میں خوش آمدید کہا کہ خود مجھے اپنے وہ اوہام اور شکوک و شبہات بے بنیاد نظر آنے لگے جن کی کشمکش کا میں سال بھر تک شکار رہا۔

جولائی کے پہلے ہفتے میں سب سے پہلا سفر میں نے بنارس کا کیا۔ اور وہاں مولانا سید اصغر امام قادری مصباحی صدر المدرسین جامعہ فاروقیہ نے پورے گرم جوش انداز میں میرا استقبال کرتے ہوئے اپنا خصوصی مہمان بنایا۔ اس سفر کا میں نے اس وقت اچانک اپنا پروگرام بنایا جب مولانا عبد المجتبیٰ رضوی نیپالی اپنی تاریخی کتاب "تذکرۂ مشائخ قادریہ" کی طباعت کے سلسلے میں دہلی آئے ہوئے تھے۔ اور ماہنامہ حجاز کے آفس میں تشریف لاکر انھوں نے سفر بنارس کی دعوت دی۔

بنارس میں اعزازی ممبر سازی کی کامیاب مہم چلانے کا سہرا مولانا عبد الہادی حبیبی مصباحی کے سر بندھتا ہے۔ جنھوں نے شبانہ روز محنت و کاوش اور خلوص و لگن کے ساتھ چار پانچ دن تک میری رفاقت کا پورا پورا حق ادا کیا۔

اسی طرح مولانا محمد حسین بہرائچی شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ، مولانا اخلاق احمد قادری مصباحی مدرس جامعہ فاروقیہ۔ مولانا طیب علی رضا مصباحی مدرس جامعہ، مولانا مبارک حسین مصباحی اور جناب نصر اللہ خاں رضوی نے بھی اپنا تعاون پیش کیا۔ اور مدن پورہ وریوڑی تالاب وار دلی بازار وغیرہ میں لوگوں کے گھر جاکر اعزازی ممبر سازی کی مہم میں حصہ لیا۔

قاضی شہر مولانا غلام یٰسین صاحب رضوی و شکیل احمد بن حاجی محمد فاروق رضوی اور بعض دیگر معززین شہر نے دعوتیں دیں۔ جن کے جذبۂ خلوص و محبت سے میں کافی متاثر ہوا۔

عزیزانِ گرامی سعید نوری و ابراہیم نوری صاحبان کی دعوت پر میں نے جولائی کے آخر میں اپنا دوسرا سفر بمبئی کا کیا۔ جہاں دس بارہ روز تک رضا اکیڈمی بمبئی نے میزبانی کے فرائض انجام دیے اور اعزازی ممبر سازی کا نقشۂ نظری تیار کرکے خود اسی کے زیر اہتمام اعزازی ممبر سازی کا کام شروع ہوا۔

عروس البلاد بمبئی میں جن علمار و ائمۂ کرام نے خوش آمدید کہا اور اپنے عملی تعاون سے نوازا۔ ان میں سے چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت مولانا سید حامد اشرف کچھوچھوی مصباحی

حضرت مولانا سخاوت علی بستوی مصباحی

حضرت مولانا ظہیر الدین خاں رضوی مصباحی

مولانا محمد حنیف عزیزی مصباحی، مولانا منصور علی خاں، مولانا محمد شعبان حبابی مصباحی، مولانا عبد القدوس کشمیری، مولانا وارث جمال بستوی

ی، سید سراج اظہر رضوی، قاری محمد نسیم مصباحی،
عبدالرحیم مصباحی فیض آبادی، مولانا معین الحق
مصباحی، مولانا عبدالمجید رضوی مصباحی،
اشرف رضا قادری مصباحی، مولانا عبدالسمیع
مصباحی، مولانا عبدالرشید رحمانی مصباحی،
فیض احمد غازی پوری مصباحی، مولانا فتح احمد
مصباحی، مولانا حافظ شرافت حسین
، قاری رحمت اللہ برکاتی، قاری اظہر
پوری، مولانا منظور احمد مصباحی، مولانا نوشاد عالم
پوری مصباحی وغیرہم۔

سفر میں ایک روز کے لئے بھیونڈی بھی
ہوا۔ جہاں مولانا سید صغیر اشرف صاحب
جوش استقبال کیا۔ حضرت مولانا سید
جیلانی کچھوچھوی مصباحی نے اپنی ہدایات
مخلصانہ دعاؤں سے نوازا۔ اور حضرت
عبدالشکور اعظمی مصباحی نے بڑے خلوص
بھی کے ساتھ اصحاب ذوق تک پہنچ کر اعزازی
بنانے کے ساتھ ہی آئندہ کے لئے بھی سفر
نڈی کی دعوت دی۔ مولانا شمس الدین مصباحی
ساتھ ساتھ رہے۔ اور انوار رحمانی نے بھی اپنا
وقت دیا۔

قلت وقت کی بنا پر بمبئی اور بھیونڈی میں زیادہ
رک سکا ورنہ اعزازی ممبران کی تعداد
زیادہ ہوتی۔

سیرۃ النبی کانفرنس جموں وکشمیر کی خصوصی دعوت
حضرت علامہ ارشد القادری مصباحی اور
سطور ۱۷ اگست ۸۹ء کو بذریعہ طیارہ دہلی سے
ینگر پہنچے اور وہاں ۱۸، ۱۹ اگست ۱۹۸۹ء
قصبہ کنگن جو سرینگر سے چالیس کلو میٹر دور
ہے وہاں شریک کانفرنس ہوئے۔ اس کانفرنس
جانشین مفتی اعظم مولانا اختر رضا ازہری
جناب ہیکل انسانی، مولانا عبیداللہ اعظمی
مولانا ابوالحقانی محمد حسین صدیقی وغیرہم شریک
تھے۔ ریاست کی مشہور شخصیت میاں بشیر احمد
لاروی نقشبندی کانفرنس کی مجلس انتظامیہ
کے سرپرست اور حاجی عبدالمجید صاحب صدر
تھے۔ افتتاحی تقریر فاروق عبداللہ وزیر اعلیٰ
جموں وکشمیر کی ہوئی تھی۔

کشمیر کے اس سفر میں صاحبزادہ محمد امین علوی
قادری سرینگر۔ ہمارے مستقل میزبان تھے۔ اور
انھوں نے میزبانی کا پورا حق ادا کیا۔

کشمیر کے حالات کچھ ایسے ابتر تھے کہ سرینگر میں
ہر وقت کرفیو کا سماں نظر آیا اس لئے اعزازی
ممبر سازی کی طرف قصداً میں نے توجہ نہیں دی۔
البتہ جموں وکشمیر کے ذمہ داران ورلڈ اسلامک مشن
کی جانب سے بشکل ایجنسی ہر ماہ حجاز حاصل
کرنے کے اتنے آرڈر مل گئے کہ ممبر سازی نہ کرنے
کی مکمل تلافی ہوگئی۔ اور لوگوں نے حجاز سے
متعلق اپنے اس تاثر اور جذبہ کا اظہار کیا کہ یہ
رسالہ اتنا پرکشش اور ذہن ساز ہے کہ پورے
ہندوستان میں اسے آپ جتنا بھیجیں گے
اس سے زیادہ تعداد میں صرف جموں وکشمیر میں
نکل جائے گا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

آخر میں دست بدعا ہوں کہ رب کائنات
حجاز کے سارے مخلصین و محبین و معاونین
کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور انھیں سعادت
دارین سے نوازے۔ آمین! بجاہ حبیبہ
سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

بنارس

لائف ممبر

۱۔ الحاج عبدالسلام صاحب۔ ریوڑی تالاب
وارانسی۔

پنجسالہ اعزازی ممبر

۱۔ ایاز محمود صاحب۔ مدن پورہ۔ وارانسی
۲۔ مولانا غلام یٰسین۔ قاضی شہر بنارس۔ مدن پورہ
وارانسی۔
۳۔ شفیق احمد صاحب۔ مدن پورہ۔ وارانسی۔
۴۔ انیس الرحمٰن صاحب۔ مدن پورہ۔ وارانسی
۵۔ حاجی مختار احمد صاحب۔ تلبھنڈیشور
پارک، وارانسی۔
۶۔ حاجی انیس الرحمٰن صاحب۔ مالتی باغ۔ وارانسی۔
۷۔ حاجی محمد فاروق صاحب رضوی اسحاق نگر۔
وارانسی۔
۸۔ جناب مصطفٰے خان صاحب رضوی گودینگج۔
وارانسی۔
۹۔ جناب شمس العارفین صاحب۔ مدن پورہ۔
وارانسی۔
۱۰۔ حاجی محمد اکرام صاحب۔ مدن پورہ۔ وارانسی۔
۱۱۔ جناب فاروق وحیدی صاحب۔ مدنپورہ وارانسی۔
۱۲۔ جناب الحاج محمد نور صاحب۔ مالتی باغ وارانسی۔
۱۳۔ جناب محمد مختار احمد صاحب۔ سرائے ہڑہا۔
وارانسی۔
۱۴۔ جناب صوفی عبدالرشید خاں صاحب۔
اردلی بازار۔ وارانسی۔
۱۵۔ جناب محمد یوسف چشمہ والے اردلی بازار۔
وارانسی۔
۱۶۔ جناب محمد شمیم ایڈووکیٹ۔ اردلی بازار۔ وارانسی۔
۱۷۔ جناب محمد سلیم ٹھیکیدار۔ کھجور کالونی۔ وارانسی۔
۱۸۔ الحاج عبدالعظیم صاحب۔ ریوڑی تالاب۔ وارانسی۔
۱۹۔ الحاج عبدالغفور صاحب۔ ریوڑی تالاب وارانسی۔
۲۰۔ الحاج محمد اسمٰعیل صاحب۔ ریوڑی تالاب وارانسی۔
۲۱۔ جناب محمد اسلم صاحب۔ ریوڑی تالاب وارانسی۔
۲۲۔ الحاج محمد موسیٰ صاحب۔ مالتی باغ۔ وارانسی۔
۲۳۔ الحاج محمد یحییٰ صاحب۔ مدن پورہ۔ وارانسی۔

کرلا بمبئی

لائف ممبر

۱۔ عبدالمجید صاحب، الحاج عبدالمصطفٰے رضوی۔ کرلا۔ بمبئی

۲۔ الحاج مہدی حسن رضوی۔	کرلا۔ بمبئی
۳۔ جناب کلیم اللہ صاحب۔	کرلا۔ بمبئی
۴۔ الحاج شوکت علی	کرلا۔ بمبئی
۵۔ عبدالرحیم خاں	ناریل واڑی بمبئی
۶۔ الحاج عبدالرشید محمود ملا	کرلا۔ بمبئی
۷۔ جناب انعام اللہ خاں	کرلا۔ بمبئی

پنجسالہ اعزازی ممبر

۱۔ الحاج احسان اللہ پہلوان سیٹھ	بمبئی
۲۔ عبدالغفور صاحب الگائی	کرلا۔ بمبئی
خان بہادر۔ مولانا شوکت علی روڈ۔ بمبئی	
۳۔ الحاج زین اللہ حشمتی	کرلا۔ بمبئی
۴۔ احمد حسن محمد رضا اینڈ کو	کرلا۔ بمبئی
۵۔ کے۔ ایس۔ چودھری	کرلا بمبئی
۶۔ مولانا ملک عزیز احمد مصباحی	بمبئی

بھیونڈی

لائف ممبر

۱۔ حاجی عبدالحمید	بھیونڈی
۲۔ عبداللطیف، اقبال احمد	بھیونڈی

پنجسالہ اعزازی ممبر

۱۔ مولانا عبدالشکور اعظمی	بھیونڈی
۲۔ مولانا سید صغیر اشرف	بھیونڈی
۳۔ مقصود عالم، حاجی محمد اسرائیل	بھیونڈی
۴۔ اجالا الیکٹرک اسٹورس	بھیونڈی
۵۔ خلیل احمد ٹیلر	بھیونڈی

متفرق مقامات

پنجسالہ اعزازی ممبر

۱۔ عبدالغفار شاہ	سرینگر
۲۔ عبدالواحد کرائے پاک	سرینگر
۳۔ عبدالرحمن بن عبدالوہاب	ہانگل دھاروار
۴۔ بزم فیضان مصطفٰے	چترا درگہ
۵۔ دارالعلوم غوثیہ رضویہ (اگیا)	بستی۔ یو۔ پی

(صفحہ ۱۴۵ کا بقیہ)

۴۔ قرآن وسنت وسلف صالحین اور اولیائے کرام کی مقدس تعلیمات کی روشنی میں عقیدۂ توحید ورسالت کے بنیادی حقائق، کفر و شرک، بدعت حسنہ (اچھی بدعت) اور بدعت سیئہ (بری بدعت) کا صحیح مفہوم سمجھانا، نیز اسلامی معاشرہ سے حتی الوسعت غلط رسم کو نکالنا اور حنفی مسلک جو کہ قرآن وحدیث کی بنیاد پر قائم ہے۔ اس کی ترویج واشاعت کرنا۔

۵۔ گمراہ کن افکار و تحریکات سے نسل اسلامی کا تحفظ کرنا۔

۶۔ اسلامی آثار و مقامات مقدسہ، اسلامی تشخص خصوصًا مسلم پرسنل لا کے تحفظ کے لئے موثر وپر امن جد وجہد کرنا۔

۷۔ مختلف زبانوں میں اسلام کا صحت مند تبلیغی لٹریچر، رسائل واخبار شائع کرنا۔

۸۔ نئی نسل میں تبلیغ وارشاد کی قائدانہ صلاحیتیں پیدا کرنے کے لئے تربیتی مراکز، ریاستی سطح پر کشمیر میں "جامعہ قادریہ ہمدانیہ" کا قیام ضلعی سطح پر حنفیہ اسلامک انسٹی ٹیوٹ، دینی درس گاہیں و دار المطالعے قائم کرنا۔

۹۔ بین الاقوامی، ملکی وملی معاملات اور موجودہ دور کے نئے مسائل پر اسلام کا نقطۂ نظر واضح کرنے کے لئے ادارہ تحقیقات کا قیام

۱۰۔ مسلمانوں کے دلوں میں خوف خدا، اتباع سنت، عقیدۂ ختم نبوت، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحیح تصوف وطریقت اور محبت اولیا کا صحیح جذبہ پیدا کرنا۔

مرکزی بیت المال کا قیام

جس کا مقصد بیواؤں، مسکینوں نادار غریب طالب علموں کی امداد اور جز وقتی دینی درسگاہوں کی سرپرستی کرنا وغیرہ شامل ہے۔

غرض مسلم عوام کو فکری وعملی طور پر صالح نظام کے قیام کے لئے ایک چلتی پھرتی مشین بنانا اس بین الاقوامی دینی، علمی، تبلیغی واصلاحی دعوت کا بنیادی مقصد ہے۔

غیر متبدّل اصول

دستور کی روشنی میں اسلامک مشن کی پالیسی واضح اور عیاں ہے جو یوں ہے۔

۱۔ اسلامک مشن کی تنظیم میں ایسا کلمہ گو ہرگز شامل نہیں کیا جائے گا جو قولًا، عملًا یا اعتقادًا ضروریات دین کا منکر ہو یا جو محبوب خدا سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانتا ہو یا حضور کے بعد کسی مدعی نبوت کو مسلمان سمجھتا ہو۔ یا جس پر تنقیص شان رسالت کا الزام ہو۔

۲۔ دین وسیاست لازم وملزوم ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ اسلامک مشن کا موجودہ دور کی غیر اسلامی اور شاطرانہ سیاست کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

(ادارہ)

لائق تحسین مساعئ جمیلہ

ماہنامہ حجاز جدید کی متعدد کاپیاں موصول ہوئیں۔ ماشاء اللہ آپ کی مساعئ جمیلہ لائق تحسین و تبریک ہیں۔ دست بدعا ہوں کہ آپ کی عمر دراز ہو۔ صحت و عافیت کے ساتھ تبلیغ و اشاعت مسلک اہل سنت میں آپ ہر منزل میں کامیاب رہیں۔ آمین

بمبئی میں نیاز احمد صاحب کے ذریعہ دہلی کے اندر آپ کی پرخلوص دینی خدمت گزاریوں کا علم ہوا۔ بہت خوشی ہوئی کہ دہلی کی مرکزی اور باعظمت سرزمین سے آپ نے یہ رسالہ حجاز جاری فرمایا۔ اللہ تعالےٰ اس دینی خدمت کو قبول فرمائے۔ اور آپ کو اس مقصد خیر میں کامیابی عطا فرمائے۔

انشاء اللہ اپنے احباب کو مشورہ دیتا ہوں گا کہ وہ اس رسالۂ مبارکہ کے خریدار بنیں اور اس کے دینی مضامین پڑھ کر فیض یاب ہوتے رہیں۔

حاضرین اہلسنت کو سلام مسنون ۔ والسلام

احقر محمد رجب علی قادری غفرلہ نانپاروی

گوناگوں محاسن کا مرقع

ماہنامہ حجاز جدید دہلی کے چند شمارے گاہے گاہے دستیاب ہوئے رنگارنگ مضامین کا گلدستہ اور گوناگوں محاسن کا مرقع نظر آیا۔ آجکل ملک کے طول و عرض سے سنی ماہنامے جتنی تعداد میں شائع ہو رہے ہیں شاید اس سے قبل اتنی تعداد کبھی نہ تھی۔ مگر ملک و قوم کی صحیح نباضی اور آپ کے زرنگار قلم کی ترجمانی کے باعث ماہنامہ حجاز جدید کی افادیت اپنی جگہ ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی غیر معمولی مصروفیات کے سبب اب تک کسی محاذ پر آپ کا کوئی تعاون نہ کر سکا۔ زر سالانہ ارسال خدمت ہے سردست رسالہ جاری کر دیں۔ انشاء اللہ سفر و حضر میں رسالہ ساتھ رہے گا۔ خریدار فراہم کروں گا اور قلمی تعاون کا سلسلہ بھی رہے گا۔ مولائے کریم بکرم حبیبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رسالہ کی اشاعت کو دوام بخشے۔ اور اس کی ترقی کے اسباب و ذرائع پیدا فرمائے۔

بہار شریف مخدوم الملک کی مقدس نگری اور کثیر مسلم آبادی کا تاریخی شہر ہے۔ یہاں سو سے زائد مسجدیں گیارہ بلند بام آستانے ہیں۔ حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری اور ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری جیسے لوگ یہیں پیدا ہوئے مگر یہاں اب تک اپنا کوئی پلیٹ فارم نہ تھا۔ اسی ضرورت کا احساس کر کے میں یہاں بیٹھا ہوں اور صرف چھ سال کی مختصر مدت میں سوا لاکھ کی زمین پر ڈھائی لاکھ کی عمارت بن کر کھڑی ہے۔ جشن افتتاح کی ایک اطلاع برائے اشاعت ارسال خدمت ہے۔ احباب و مخلصین کی خدمات عالیہ میں سلام عرض ہے۔ فقط

سید رکن الدین اصدق

مدرسہ اصدقیہ مخدوم شرف۔ بہار شریف

تاریخ نویسی کا مبارک فریضہ

آپ اور مولانا افتخار احمد صاحب قادری کے سلسلے میں۔ میں سوچا کرتا تھا، بلکہ کچھ بزرگوں اور احباب سے میں نے اس کا ذکر بھی کیا کہ یہ دونوں حضرات ہماری جماعت کے بڑے لائق و فائق مدرس ہیں، جو عربی زبان و ادب پر عبور رکھتے ہوئے تدریسی خدمات سے الگ ہو کر زندگی گزار رہے ہیں۔

مگر حجاز جدید کے مطالعہ سے آپ کی قلمی خدمت کا علم ہوا، اور بے پناہ خوشی حاصل ہوئی، جس انداز اور کدو کاوش کے ساتھ آپ رسالۂ مذکور کی ترتیب و اشاعت فرما رہے ہیں، وہ یقیناً قابل ستائش اور لائق استحسان ہے۔ آپ کے تحقیقی اور سنجیدہ مضامین، خاص طور سے اداریہ پڑھنے کے بعد محسوس ہوا کہ آپ اپنا خونِ جگر

بہار ہے ہیں، مولائے قدیر جزائے خیر سے
نوازے۔ آمین!

ادھر ماہ جولائی و اگست کے شماروں میں حضرت
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق
آپ نے جو تحقیقی مقالات تحریر فرمائے ہیں۔
انھیں پڑھ کر عجیب و غریب انکشافات سے دم
بخود رہ گیا کہ اغیار نے کتنی جرأت و بے باکی
کے ساتھ حضرت شاہ صاحب کی کتابوں میں
تحریفات کی ہیں۔ اور جعلی کتابیں ان کی
طرف منسوب کرکے ان کے حقیقی معتقدات پر
پردہ ڈالنے کی ناپاک کوشش کی ہے، خدا کی پناہ،
برا ہو ان نام نہاد موحدین کا جو رسول دشمنی میں
کیا کیا نہیں کر رہے ہیں، اہلسنت کے دانشور اور
اہل قلم طبقے کو ایک تحریک کی شکل میں اس کام
کو مزید آگے بڑھانا چاہئے تاکہ حضرت شاہ صاحب
کی تعلیمات اور نظریات کے صحیح خد و خال سامنے
آسکیں اور ان چوروں اور خائنوں کی خیانتیں
دنیا کی نگاہوں میں کھل کر ثبوت کے ساتھ آجائیں،
مولیٰ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ نے کام کا آغاز
کر دیا ہے، کاش کہ حجاز جدید حضرت شاہ
صاحب پر کوئی مبسوط خصوصی نمبر شائع کرتا،
حجاز جدید اس کا زیادہ اہل ہے آپ اس کام
کو بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔

یہ تو رہی حضرت شاہ صاحب سے متعلق دو شماروں
کی بات ویسے حجاز جدید کا ہر شمارہ اپنوں میں انفرادی
معیار کا حامل ہوتا ہے۔ آپ سنی تاریخ نویسی کا
مبارک فریضہ بھی انجام دے رہے ہیں۔ جس سے
اب تک ہم لوگ غافل رہے ہیں۔ جب کہ قوموں
کی زندگی کے لئے یہ چیز بہت ضروری ہے،
اس کام کے لئے ہمارے ہاتھوں نے کافی عرصے
سے قلم نہیں اٹھایا تھا، جس کے نتیجے میں
متعصبین نے ہماری صحیح تاریخ کو خوب خوب
مسخ کیا، لیکن اب حالات کروٹ بدل رہے ہیں،
حجاز جدید جیسے رسالوں سے حقیقت کے چہرے
سے پردہ اٹھنا شروع ہو چکا ہے۔

میرے محترم! اب میں یہ کہنے میں حق بجانب
ہوں کہ تدریس سے کہیں زیادہ اہم فریضہ آپ
انجام دے رہے ہیں،

اللہ تعالیٰ ماہنامہ حجاز جدید کا معیار اور بلند
فرمائے تاکہ اس کے ذریعہ قوم و ملت کی صحیح خدمت
ہو سکے۔

عزیزان محترم حضرت مولانا فروغ احمد
صاحب اعظمی مصباحی اور حضرت مولانا شفیق الرحمٰن
صاحب مصباحی گورکھپوری دار الخیر
اجمیر شریف حاضری کے لئے جا رہے ہیں۔ یہ دونوں
حضرات دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کے موقر
اساتذہ ہیں، ماوّل الذکر کے ذریعہ عریضہ حاضر
خدمت ہے۔ میں اپنی بساط کے مطابق ماہنامہ
حجاز جدید کی ہر خدمت کے لئے تیار ہوں
میری بھرپور کوشش ہے کہ زیادہ سے زیادہ
اس کے خریدار بنائے جائیں، وباللہ التوفیق۔

والسلام

عبد الحکیم عزیزی
صدر شعبۂ حفظ و قرأت دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی،
بستی، (یو۔پی)

تحیر آمیز مسرت

جولائی کا شمارہ آج ہی تشریف لایا۔ حضرت
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پر حجاز جدید کی تلاش
و جستجو اور انداز تحقیق تحیر آمیز مسرت کا باعث ہوا۔
اس وقت پورے برصغیر میں سواد اعظم
اہلسنت وجماعت کا یہ جریدہ اپنی گوناگوں خصوصیات
کے اعتبار سے کسی بھی مسلک میں اپنا جواب
نہیں رکھتا ؎

کیا حسن ہے، جمال ہے کیا رنگ و روپ ہے
وہ بھیڑ میں بھی جائے تو تنہا دکھائی دے

مولیٰ عزوجل آپ کو اپنے حبیب پاک کے طفیل
اس سنگلاخ راہ پر ثابت قدم رکھے۔ بلاشبہ
سواد اعظم نے اپنی بہت ساری امیدیں
آپ سے وابستہ کر رکھی ہیں۔

حجاز اس وقت اہل سنت کی خوشگوار
دھڑکن اور سواد اعظم کے آنکھوں کی ٹھنڈک
بن چکا ہے۔

مولیٰ عزوجل اسے آفات روزگار سے محفوظ
رکھے۔ آمین

وارث جمال قادری (بمبئی)

وقت کی اہم ضرورت

ماہ جولائی کا شمارہ ملا۔ حضرت شاہ ولی اللہ
کی کتابوں میں تحریف والحاق کی مذموم کوشش
کے عنوان سے آپ کا مضمون وقت کی اہم ضرورت
کی وجہ سے پسند آیا۔

اسی سلسلہ میں آپ کو یہ اطلاع دے رہا
ہوں کہ اعتقاد پبلشر کی شائع کردہ علامہ
عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی کتاب "اسلامی
ماہ و سال" کے شعبان و رمضان کی بحث میں منحوس
مترجم نے شب برائت اور شب قدر میں مسجدوں
میں چراغاں وغیرہ کرنے کو بدعت بتایا ہے حضرت
شاہ صاحب کی کتاب سمجھ کر میں نے بہت
سی منگائیں مگر اس تحریف کو مطالعہ کے
بعد دیکھ کر منگانا بند کر دیا ہے۔ اس کا بھی
مطالعہ کر لیں۔

محمد اسلم عزیزی۔ بنگلور

حجاز کا ہر شمارہ ریکارڈ

جولائی کا ماہنامہ "حجاز جدید" نظر نواز ہوا
کرم فرمائی کا شکریہ۔ حجاز جدید کے مضامین
و مقالات اتنے وقیع اور معیاری ہوتے ہیں
کہ اس کا ایک ایک شمارہ ریکارڈ کے طور پر ہر

بالغ نظر قاری اپنے پاس محفوظ رکھنا لازم اور ضروری خیال کرے گا۔ اتنا باوقار علمی وتحقیقی مجلہ ہندوستان کی راجدھانی سے شائع کرنے پر دلی مبارک پیش کرتا ہوں ؂

گر قبول افتد زہے عز و شرف

کار لائقہ سے یاد فرمائیں۔ بجالانے میں مسرت ہوگی۔ رفقاء ادارہ کو سلام عرض کردیں۔ فقط والسلام

حضور احمد منظری

لودھی پور۔ شاہجہانپور۔۱

قوم پر احسان عظیم

ادب سے گزارش یہ ہیکہ، حجاز جدید شمارہ ماہ اگست ۱۹۸۹ء نظر نواز ہوا۔ جس کو پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ دل سے دعائیں نکلیں۔ اللہ تعالے کے فضل وکرم اور حضرت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت سے اشاعت میں ترقی عطا فرمائے آمین۔ شب میں ہی ابتدا سے انتہا تک مطالعہ کیا۔ حجاز جدید مجلہ علمی ودینی ادبی تاریخی اصلاحی نکال کر قوم پر آپنے احسان عظیم فرمایا ہے۔ ہماری جماعت کی بدنصیبی ہے کہ وہ اسلامی لٹریچر کی طرف بالکل راغب نہیں ہے۔ آپ نے ہر لحاظ سے مجلہ کے معیار کو بلند وبالا برقرار رکھا ہے۔ سرورق کی سادگی پرکشش عمدہ طباعت اہل قلم کے مضامین سے مزین ہے۔

اداریہ معلوماتی تاریخی قوم کو بیدار کرنے کے لئے پرمغز ہے۔ جنگ آزادی سے متعلق نصف صدی میں کوئی بھی کتاب منظر عام پر نہیں آئی ہے ابھی چند سال پہلے "آزادی کی ان کہی کہانی" از گل محمد فیضی صاحب شائع ہوئی کم وبیش آج سے ۸۰ سال قبل حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب مرحوم ومغفور نے جنگ آزادی پر یہ کتاب تحریر فرمائی۔ وہ اب نایاب ہے اداریہ میں ضمنی طور پر جنگ آزادی اور وہابیت کے پھیلاؤ کا پس منظر وپیش منظر کا خاکہ پیش کیا۔ جو وقت کی پکار ہے۔ آپ جیسے صاحب قلم اس موضوع پر مستند ومبسوط کتاب مرتب کریں۔ آپ نے تاریخ "جماعت رضائے مصطفےٰ" کو مرتب کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ خدا کے فضل وکرم سے بھرپور تعاون دوں گا۔ یہ وہ جماعت رضائے مصطفےٰ ہے جس نے بہار کے زلزلہ میں کم وبیش پانچ صد مساجد کو از سر نو تعمیر کرایا تھا۔ بے گھروں کی از سر نو آبادکاری کی اور بیماروں کو دوا دیہ فراہم کی ہیں اور اس جماعت نے تحریک شدھی میں جس قوت ایمانی کا مظاہرہ کیا وہ سب پر واضح ہے۔

آپ نے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رئیس اعظم اڑیسہ علیہ الرحمۃ کی شخصیت پر والہانہ انداز میں گفتگو فرمائی ہے۔ قابل تعریف ہے کوزے میں دریا سمو دیا ہے۔ مجاہد ملت سلف صالحین کی زندگی کا عملی نمونہ تھے۔ جون ۱۹۷۹ء بمقام لکرالہ بدایوں میں جو شفقت فرمائی وہ مجھ کو تازندگی یاد رہے گی۔

اس شمارہ کا ہر مضمون وقت کی نزاکت، اہمیت ضرورت کے پیش نظر ہے۔ آپنے منظم طریقے سے رضویت پر کام کرنے کی جو تجویز فرمائی ہے قابل قدر ہے۔

منیر خاں۔ پیل بھیت۔

معیاری اور سنجیدہ مضامین

رسالہ حجاز جدید کے ذریعہ جو آپ مذہب اہلسنت کی غیر معمولی خدمات انجام دے رہے ہیں اس کو قوم مسلم کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ اور انشاء اللہ تاریخ میں آپ کا نام جلی حرفوں میں لکھا جائے گا۔ حجاز جدید کے معیاری اور سنجیدہ مضامین اور آپ کے لکھے ہوئے اداریہ سے تعلیم یافتہ لوگ کافی حد تک متاثر ہوئے ہیں اور ہورہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کا سایہ سنی مسلمانوں پر تادیر تک قائم رکھے اور حجاز جدید کو خوب خوب ترقی عطا فرمائے۔ آمین

دیگر کار لائقہ سے یاد فرماتے رہیں۔ والسلام

محمد انظر القادری۔ چیف آرگنائزر ورلڈ اسلامک مشن گجرات

فکر ونظر کی گہرائی وگیرائی

مزاج مبارک مع الخیر ہوگا۔ چند ایام ہوئے سلور اورنگ آباد مہاراشٹر کے ایک رضوی برادر نے ماہنامہ حجاز جدید کے دو شمارے (اپریل۔ مئی ۱۹۸۹ء) عنایت فرمائے۔ اپریل کے شمارہ میں قائد ملت علامہ ارشد القادری صاحب مدظلہ کا مضمون اور مولانا محمد احمد صاحب مصباحی کا مضمون "امام احمد رضا اور تصوف" پڑھ کر دل ودماغ کے دریچے وا ہوگئے۔ علامہ صاحب کے ایک ایک جملہ کی حقانیت پر عقیدت کے گوہر لٹانے کو جی چاہتا ہے۔ کاش ہماری جماعت کا ذی ہوش طبقہ خطابت کے ساتھ ساتھ تحریری میدان میں بھی زبان وبیان کا جادو جگاتا تو آج کے دانشوروں کی بزم میں ہم اہلسنت وجماعت صف اول کے حکمراں ہوتے۔

اس ماڈرن دور میں جب انگریزی تعلیم کے دلدادؤں اور سیاسیوں سے ملاقات ہوتی ہے تو یہی سوال کرتے ہیں کہ آپ اپنی جماعت کا کوئی ایسا لٹریچر پیش کیجئے جو اختلافی مسائل سے ماوریٰ ہو۔ تو ہم لاجواب ہوکر رہ جاتے ہیں۔ کاش ہماری جماعت کی عبقری شخصیتوں کے رشحات قلم ہی عام فہم اور سلیس پیرایہ میں صفحۂ قرطاس پر بکھیر دیا جائے۔ تو آج کی نسلوں کے لئے تسکین کا ایک عظیم ذخیرہ منصہ شہود پر آجاتا۔

ماہنامہ حجاز جدید جن فکر ونظر کی گہرائیوں اور گیرائیوں کو لے کر قوم وملت کے حضور کھڑا ہے انہیں ملاحظہ کرنے کے بعد بلاریب یہ کہہ سکتا ہوں کہ ماہنامہ حجاز جدید قوم مسلم کی زلف برہم کو سنوارنے کے لئے مشعل نور ثابت ہوگا۔ مجلس مشاورت اور مجلس ادارت میں جن ارباب حل وعقد کا آپ نے انتخاب فرمایا ہے یہ آپ ہی جیسے مفکر اور مدبر صحافی کا حصہ ہے۔

ناظر اشرف۔ دار العلوم بغدادیہ ناگپور۔ ۸

شہیدِ اعظم کانفرنس بمبئی

(ادارہ)

بتاریخ ۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۶ اگست ۱۹۸۹ء بروز بدھ نزد محمدی جامع مسجد، خیراتی روڈ، ساکی ناکہ، بمبئی ۷۲

زیرِ صدارت :- حضرت مولانا سید الحاج عبد المعبود وجود القادری صاحب جبل پوری نائب صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء

تجویز ۱ :- ایودھیا کی بابری مسجد میں ہندوستان کے سماج دشمن عناصر کی شہ پر ۱۹۴۹ء میں بت رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد اس میں تالا ڈالا گیا۔ پھر یکم فروری ۱۹۸۶ء کو فیض آباد کی کورٹ نے یک طرفہ فیصلہ دیتے ہوئے ایک فریق کے حق میں اس کا تالا کھول دیا۔
ہائی کورٹ میں اس کا مقدمہ چل رہا تھا کہ اسی دوران اس کے اندر پوجا پاٹھ شروع ہو گیا چنانچہ اس ناانصافی کے خلاف مسلمانانِ ہند نے ہندوستان بھر میں پر امن مظاہرے کئے۔ گرفتاریاں دیں۔ اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے لیکن حکومت نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا اب جبکہ جنرل الیکشن قریب ہے۔ تو بابری مسجد کے مقدمے کو حکومت نے ہائی کورٹ کے ایک خصوصی بنچ کے سپرد کر دیا ہے۔ تین ججوں پر مشتمل ہائی کورٹ کی اس بنچ سے ہم کو پوری امید ہے کہ وہ ہمارے ساتھ انصاف کرے گی۔ اور بابری مسجد جس کو ہمارے اجداد نے بنایا تھا وہ ہمیں ضرور ملے گی۔ بصورت دیگر مسلمانانِ ہند کا ہندوستان کی عدلیہ سے اعتماد ختم ہو جائے گا۔

تحریک :- مولانا سید انوار حسین صاحب شاہجہاں پوری

تائید :- مولانا قاری عبد السمیع صاحب قاضی شہر کان پور

تجویز ۲ :- ہندوستان میں مسلم اوقاف کے سلسلے میں سنی وقف بورڈ اور شیعہ وقف بورڈ نام کے دو ادارے کام کر رہے ہیں۔ جو مسلم اوقاف کی دیکھ بھال اور ان کی ترقی و تحفظ کے ذمہ دار ہیں۔ سنی وقف بورڈ کی موجودہ کارکردگی (جو صرف متعلقہ اوقاف سے ٹیکس وصول کئے جانے کی حد تک ہے) نہایت افسوسناک ہے اور سنی وقف بورڈ کے موجودہ بیشتر ارکان غیر سنی ہیں۔ لہٰذا آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے اس نمائندہ اجلاس کے ذریعہ حکومتِ ہند سے پر زور مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ سنی وقف بورڈ کو سب سے پہلے غیر سنی افراد سے پاک کرے اور بورڈ کی مکمل نمائندگی صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کے ہاتھوں میں دے تاکہ سنی اوقاف کا صحیح تحفظ اور اس کی ترقی ہو سکے اور سنی وقف بورڈ کہلانے کا مستحق بن سکے۔

تحریک :- مولانا قاری جلال الدین صاحب روناہی فیض آباد

تائید :- مولانا نسیم بستوی

تجویز ۳ :- بوہری ملا برہان الدین کو ناوانستگی میں سنی مسلمان بھی "سیدنا" کہتے ہیں، جو مسلکِ اہلسنت وجماعت کی رو سے جائز نہیں۔ سیدنا کا لفظ اہل سنت وجماعت اپنے مذہبی پیشوا کے لئے ہی استعمال کر سکتے ہیں۔ کسی غیر کے لئے نہیں بوہری ملا سے ہمارا عقیدہ کا اختلاف ہے۔ جن کا عقیدہ خلفائے راشدین واصحاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم و رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان ارفع و اعلیٰ میں گستاخیوں پر مبنی ہے ہم ایسے بدعقیدہ لوگوں سے اپنی مکمل برأت کا اظہار کرتے ہیں اور عامۃ المسلمین اہل سنت کو آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے اس نمائندہ اجلاس سے انتباہ کیا جاتا ہے کہ وہ آئندہ سے بوہری ملا یا کسی بھی بدعقیدہ شخص کے لئے لفظ سیدنا ہرگز ہرگز استعمال نہ کریں۔

تحریک :- مولانا عبد الرحیم صاحب کانپوری

تائید :- مولانا سید قمر شاہجہاں پوری

تجویز ۴ :- اسپتالوں میں داخل

مریض اگر اسپتال میں انتقال کر جاتے ہیں تو ان کی لاش کا پوسٹ مارٹم ضرور کیا جاتا ہے اس سلسلے میں آج کی شہید اعظم کانفرنس کے ذمہ دار و باوقار منبر سے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی جانب سے وزیر صحت حکومت ہند کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی جا رہی ہے کہ کسی بھی مسلمان کی لاش کا پوسٹ مارٹم اسلامی شریعت میں جائز نہیں اور چونکہ دستور ہند میں مسلم پرسنل لاء کو تسلیم کرتے ہوئے حکومت ہند مسلمانوں کو ان کے پرسنل لاء کے خلاف عمل پر مجبور نہیں کر سکتی۔ لہٰذا محکمۂ وزارت صحت حکومت ہند سے گزارش ہے کہ وہ پوسٹ مارٹم سے مسلمانوں کی میت کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے ملک بھر کے اسپتالوں کو اس طرح کی خصوصی ہدایات جاری کرے جس سے آئندہ مسلمانوں کی لاش اس طرح کی بے حرمتی سے محفوظ رہے۔

تجویز ۵:۔ بحمدہٖ تعالیٰ ملک بھر میں مدارس اہلسنت کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی ہے اسی کے ساتھ یہ بیماری بھی عام ہو گئی ہے کہ کسی بھی مدرسہ کے مفرور یا خارج شدہ طالب علم کو دوسرے مدرسہ میں بغیر خارجہ سرٹیفکٹ (T.C.) کے داخل کر لیا جاتا ہے جس کی وجہ سے دینی مدارس میں غلط اخلاق و کردار کے طلباء سے دوسرے طلباء کے اخلاق بھی متاثر ہوتے ہیں۔ یہ تمام مدارس اہلسنت کے لئے باعث ندامت و رسوائی ہے۔ ایسی صورت میں آل انڈیا سنی جمعیۃ علماء کے اس نمائندہ اجلاس سے تمام مدارس اہلسنت کے منتظمین اور صدر مدرس حضرات سے یہ گزارش کی جاتی ہے کہ [illegible] باہمی طور پر یہ طے کر لیں کہ بغیر خارجہ سرٹیفکٹ کے کسی بھی مدرسہ کے مفرور یا خارج شدہ طالبعلم کا داخلہ ہرگز نہیں کریں گے تاکہ اس خرابی کا سدباب ہو سکے۔

ماہنامہ حجاز جدید دہلی

تجویز ۶:۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بمبئی و مضافات میں محرم الحرام، ربیع الاول شریف اور گیارہویں شریف کے مواقع پر بیشمار مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ اور بہت سے اجلاس کے اشتہارات بھی شائع ہوتے ہیں۔ ہم ایسی تمام مجالس کی انتظامیہ کمیٹی سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ جب بھی کسی موقع پر مسلسل وعظ و تقاریر کروانا چاہیں اور اس کا اشتہار بھی شائع کرنا چاہیں تو وہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے دفتر ایم۔ آزاد روڈ۔ مدن پورہ۔ بمبئی ۸ سے رابطہ قائم کریں تاکہ اشتہارات میں شہدائے کربلا کے ساتھ ساتھ سیرت صحابۂ کرام و خلفائے راشدین پر اشتہار ترتیب دیا جائے۔ جس کی پابندی مدعو مقرر پر بھی لازمی ہوگی اس طرح اہلسنت و جماعت کے اشتہارات اور ان کے پروگرام و دیگر جماعتوں کے اشتہار و پروگرام کے درمیان خط امتیاز قائم ہوگا۔

نوٹ:۔ تجویز ۱ تا ۶ صدر اجلاس کے حکم سے مولانا الحاج قاری محمد منصور علی خانصاحب قادری نے پیش کیں۔ اور شہید اعظم کانفرنس میں ہزاروں کے مجمع نے بھی ان تمام مندرجہ تجاویز کی تائید و حمایت کا اعلان نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت کی گونج میں ہاتھ اٹھا کر کیا۔ اور اسی کانفرنس میں تاجدارِ اہلسنت حضور سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی آٹھویں سالانہ شب وصال کے وقت ایک بجکر ۴۰ منٹ پر فاتحہ و ایصال ثواب کیا گیا۔

جاری کردہ:۔ مرکزی دفتر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ۱۵۰۔ ایم۔ آزاد روڈ۔ مدنپورہ بمبئی ۸

فون:۔ ۳۷۵۵۸۵

شہید اعظم و مفتی اعظم ہند کانفرنس

۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۶ اگست ۱۹۸۶ء بروز بعد عشاء بعد آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء بمبئی کی ۲۲ ویں سالانہ شہید اعظم کانفرنس و ۸ ویں شب وصال مفتی اعظم ہند کا عظیم الشان اجلاس مولانا محمد مقصود علی خاں صاحب نوری خطیب محمدی جامع مسجد و اراکین محمدی جامع مسجد کی دعوت پر جلوہ وسیع و عریض شامیانہ کے نیچے محمدی جامع مسجد کے قریب خیراتی روڈ ساکی ناکہ بمبئی ۷۲ میں زیر صدارت مولانا سید وجود القادری صاحب جبل پوری، زیر نظامت مولانا محمد منصور علی خاں صاحب قادری جنرل سکریٹری آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء منعقد ہوا۔

جس میں سینکڑوں علماء و شعراء دانشوروں کے علاوہ ہزاروں اہل ایمان نے شرکت کر کے دونوں روحانی بزرگوں کے فیوض و برکات حاصل کئے۔

خطیب یورپ حضرت مولانا قمرالزماں صاحب جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن لندن کے ولولہ انگیز مخصوص خطاب کے علاوہ حضرت مولانا سید انوار حسین صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد رجب علی صاحب مفتی نانپارہ، مولانا سید برکات احمد کوثر ربانی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی جبلپوری، مولانا سعید حسن خاں صاحب مصباحی سیتامڑھی، مولانا قاضی عبدالسمیع صاحب قاضی شہر کانپور، مولانا عبدالرحیم صاحب کانپوری، مولانا قمر [illegible] بہرائچی، مولانا ادریس رضا خاں صاحب حشمتی پیلی بھیتی، مولانا قاری محمد مقصود علی خانصاحب نوری نے اپنے خطاب نایاب سے ہزاروں حاضرین کے قلوب کو منور کیا۔ اور حالات حاضرہ کے تحت مفید و کار آمد تجاویز پیش کی گئیں۔

وقت وصال تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ پر قل شریف و شجرہ خوانی و ایصال ثواب کیا گیا شب [illegible] صدر ذی وقار کی دعا و سلام و ناظم اجلاس کے شکریہ پر کانفرنس کا اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

مولانا ظہیر الدین رضوی ناظم نشریات سنی جمعیۃ العلماء بمبئی

ستمبر اکتوبر ۱۹۸۶ء

ملک کے طول و عرض میں جشن حضور مفتیٔ اعظم ہند

(ادارہ)

یوم مفتیٔ اعظم بریلی شریف

ہر سال کی طرح اس سال بھی ۲۲ ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۸۹ء یوم مفتی اعظم منایا گیا۔

اور انشاء اللہ پوری تیاری کے ساتھ عظیم الشان پیمانے پر صد سالہ جشن حضور مفتی اعظم ہند کا انعقاد کیا جائے گا۔ جس میں ملک و بیرون کے علماء و مشائخ اہلسنت اور خلفائے حضور مفتی اعظم ہند کو مدعو کیا جائے گا۔

تفصیلات کے لئے جلد ہی اشتہارات شائع کئے جائیں گے۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری
سوداگران ۔ بریلی شریف

مفتیٔ اعظم کانفرنس بمبئی

دیرینہ روایات کے مطابق شب ۱۴ محرم ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۶ اگست ۱۹۸۹ء بروز بدھ ابا بلڈنگ نل بازار بمبئی ۳ میں انجمن برکات رضا کے زیر اہتمام تاجدار اہل سنت حضور مفتیٔ اعظم ہند علامۃ الشاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری نوری علیہ الرحمۃ والرضوان کا عرس سراپا قدس بنام مفتیٔ اعظم کانفرنس زیر نظامت و قیادت مولانا حافظ قاری الحاج سید سراج اظہر صاحب قادری رضوی خلیفہ حضور مفتیٔ اعظم ہند نہایت ہی تزک و احتشام اور عظمت و احترام کے ساتھ منایا گیا۔

اس تاریخ ساز کانفرنس میں مقامی و بیرونی علمائے کرام و مشائخ عظام اور شعرائے ذوی الاحترام اور عوام اہل سنت نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت فرما کر اپنے عظیم مقتدا کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اس تاریخ ساز مفتیٔ اعظم کانفرنس میں مقرر خصوصی حضرت علامہ محمد قمر الزماں خاں صاحب قادری رضوی اعظمی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن (انگلینڈ) نے حضور مفتیٔ اعظم ہند کی خدمات دینی کو اپنے عالمی دورے کے تناظر میں پیش کرتے ہوئے فقیہ عالم اسلام کی حیثیت سے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔

اور بتلایا کہ پوری دنیا میں مسلمانان اہلسنت کی اکثریت کے باوجود نجدیت کو خطرہ صرف بریلی ہی سے کیوں ہے؟ اس لئے کہ وہاں کی خانقاہی روایات اور دینی درس گاہیں تو ہیں مگر کوئی مفتیٔ اعظم جیسی عزیمت سے بھرپور شخصیت نہیں۔

علامہ موصوف سے پہلے مولانا غلام ربانی صاحب فائق اعظمی، مولانا مفتی عنایت احمد صاحب نعیمی، مولانا نور العین صاحب، مولانا قاری صغیر احمد صاحب، مولانا وارث جمال صاحب کے خطابات ہوئے!

مولانا قاری لیاقت رضا صاحب نوری، مولانا اشفاق صاحب بستوی، مولانا غلام حسین صاحب قادری، اور اصغر بہرائچی نے بارگاہ مفتیٔ اعظم ہند میں منظوم گلہائے عقیدت پیش کئے۔

ایک بجکر چالیس منٹ پر قل شریف کی روح پرور تقریب کا آغاز ہوا۔ شجرہ و فاتحہ خوانی حضرت مولانا الحاج سید سراج اظہر صاحب رضوی نے فرمائی۔

بعدہٗ خطبۂ صدارت شہزادہ شعیب الاولیاء حضرت مولانا غلام عبد القادر صاحب یار علوی مہتمم دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف بستی۔ یو۔پی نے پیش فرمایا اور دوران خطبۂ صدارت آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضور مفتیٔ اعظم اہل سنت ہی کا نہیں بلکہ ملک کا عظیم سرمایہ ہیں۔

صدر محترم کے خطبۂ صدارت کے بعد رات کے ڈھائی بجے صلوٰۃ و سلام اور دعا پر کانفرنس کا اختتام ہوا۔ اور دوسرے

دن بعد نمازِ ظہر لنگر مفتیٔ اعظم ہند میں علماء و صلحاء و مشائخ و عوام اہلسنت نے شرکت فرمائی۔

ریاض احمد رضوی۔ محمد حنیف رضوی
وجملہ ممبران انجمن برکاتِ رضا
پھول گلی سید ابوالہاشم اسٹریٹ بمبئی ۳

جشن نوری الٰہ آباد

۱۴ر محرم الحرام ۱۴۱۰ھ بروز بدھ جشن حضور مفتیٔ اعظم ہند بہت ہی تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوا۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی گئی۔ جشن کا آغاز قاری امیر حمزہ کی تلاوت قرآن مقدس سے ہوا۔

نقابت کے فرائض انجام دے رہے تھے جناب نعیم اختر دارالعلوم ہٰذا۔ اور صدارت فرما رہے تھے حضرت مولانا ابوسفیان صاحب قبلہ مدظلہ العالی نائب صدر مدرس دارالعلوم غریب نواز۔ علمائے کرام و شعرائے عظام کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

مولانا انوار الحق صاحب وارثی، مولانا سہیل احمد خان صاحب، مولانا سالم القادری جوہر صاحب، جناب ذکی اللہ اشرفی، جناب ایوب عالم صاحب دارالعلوم ہٰذا۔ جناب ذبیح اللہ صاحب، جناب جسیم الدین دارالعلوم ہٰذا۔ ان علمائے کرام و شعرائے عظام نے منقبت و تقاریر سے سامعین کے قلوب کو روشن کیا۔ بعدہٗ اختتام صلوٰۃ و سلام پر ہوا۔

المعلن:۔ خصال محمد رضوی دارالعلوم غریب نواز الٰہ آباد

جشن نوری کریم نگر، آندھرا پردیش

مورخہ ۱۴ر محرم الحرام ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۷ر اگست ۱۹۸۹ء کو جامع العلوم غوث الرفاعیہ خالدی گلشن کریم نگر کے زیر اہتمام تاجدار اہلسنت حضور مفتیٔ ہند علامہ الحاج الشاہ محمد مصطفےٰ رضا نوری صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے یوم وصال کے مقدس موقع پر ایک عظیم الشان، تاریخ ساز نورانی اجلاس زیر صدارت مولانا مفتی محمد ذکار اللہ صاحب رضوی مصباحی صدر المدرسین، صدر شعبۂ افتار جامع العلوم غوث الرفاعیہ خالدی گلشن پوری شان و شوکت اور جاہ و تمکنت کے ساتھ انعقاد پذیر ہوا۔ جس میں مولانا محمد نعیم احمد صاحب رضوی (نائب صدر) مولانا محمد صابر حسین صاحب رضوی، جناب قاری محمد افسر علی صاحب مراد آبادی، مولانا احمد عبادی صاحب نے اپنے زرین خیالات کے ذریعہ سرکار مفتیٔ اعظم ہند کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا۔

بحمدہٖ تعالےٰ جلسہ بہت کامیاب رہا۔ مسلک اہلسنت زندہ باد۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند زندہ باد کے پیہم نعروں سے سارا پنڈال گونج گیا۔

اخیر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے بین الاقوامی شہرت یافتہ سلام "مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" کے بعد ایصال ثواب اور تقسیم تبرکات کے ساتھ حضرت مفتی محمد ذکار اللہ صاحب رضوی مصباحی کی دعاؤں پر جلسہ اختتام پذیر ہوگیا۔

محمد کلام الدین رحمانی
ناظم نشر و اشاعت جامع العلوم غوث الرفاعیہ
خالدی گلشن کریم نگر اے۔پی

جشن نوری، نینی تال

مورخہ ۱۴ر محرم الحرام مطابق ۱۷ر اگست ۱۹۸۹ء کی شب میں انجمن فیضان رضا مدرسہ عربیہ اہلسنت بدر العلوم جسپور ضلع نینی تال کی طرف سے مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس کے موقع پر ایک شاندار جشن نوری کا اہتمام بصورت مقابلہ قرأت و مقابلہ تقریر کیا گیا۔

جس کی صدارت عالی جناب حافظ اختر حسین صاحب صدیقی صدر المدرسین مدرسہ ہٰذا نے فرمائی اور نظامت کے فرائض جناب قاری محمد شریف صاحب رضوی صدر شعبۂ تجوید و قرأت نے انجام دیئے۔

افتتاحیہ تقریر حضرت مولانا ایاز احمد صاحب مصباحی مدرس مدرسہ ہٰذا نے کی موصوف نے اپنی تقریر میں مقابلہ کی اس تقریب پر طلبار کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے دوسرے مدارس کے طلبار کے لئے قابل تقلید اقدام فرمایا۔

اس کے بعد مقابلہ قرأت کا آغاز ہوا جس میں مدرسہ ہٰذا کے طلبار نے اپنے فن کا مظاہرہ بڑے ہی اچھے انداز سے کیا اور اس کے بعد حضرت قاری محمد عرفان اور حضرت مولانا قاری سخاوت حسین صاحبان نخیدنا حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں منظوم خراج عقیدت پیش کئے۔

بعدہٗ تقریری مقابلہ کا آغاز ہوا جس میں مدرسہ ہٰذا کے ۹ طلبار نے مختلف عنوانات پر تقریریں کیں۔ فیصل کی حیثیت سے حضرت مولانا امیر حمزہ اور حضرت مولانا قاری سخاوت حسین اور حضرت قاری توفیق احمد صاحبان مدعو تھے۔

ایک بجکر ۴۰ منٹ پر قل شریف ہوا اس کے بعد مقابلہ کے نتائج کا اعلان کیا گیا اور ساتھ ہی اوّل، دوم، سوم آنے والے طلبار کو تقسیم انعامات کا اعلان صدر مدرسہ جناب محمد حنیف صاحب کے ہاتھوں کیا گیا۔ مگران کے حکم سے یہ تقریب، ناظم مدرسہ جناب ماسٹر محمد سرور صاحب

(باقی صفحہ ۹۲ پر)

دینی و تبلیغی سرگرمیاں

(ادارہ)

دارالعلوم مخدومیہ میں یوم عثمان غنی

ردولی شریف۔ مقامی ممتاز دینی درسگاہ دارالعلوم مخدومیہ میں ۱۸ ذوالحجہ کو تاریخ شہادت امیرالمومنین جامع القرآن حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے موقع پر ادارے کے طلبا کی انجمن گلشن حق کے زیر اہتمام شاندار پیمانے پر یوم عثمان غنی منایا گیا۔

گلشن حق کی جانب سے برقی قمقموں اور ٹیوب لائٹوں کے ذریعہ ادارے کی پوری عمارت کو بقعہ نور بنا دیا گیا تھا۔ بعد نماز عشا قرآت قرآن حکیم کا پروگرام شروع ہوا۔ شعبۂ حفظ و قرآت کے طلبار نے یکے بعد دیگرے ورتل القرآن ترتیلا کی روشنی میں ترتیل، تدویر، حدر میں قرآن پاک سنا کر سامعین کو بے حد محظوظ کیا۔ عربی فارسی درجات کے طلبار نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیۂ نعت پیش کیے۔ تقریریں بھی ہوئیں۔ آخر میں ادارے کے صدر مدرس حضرت مولانا عبدالمصطفٰے صاحب صدیقی نے فضیلت حضرت عثمان غنی پر تقریر کرتے ہوئے طلبار کو مبارکباد پیش کی۔ اور کہا کہ حضرت عثمان غنی نے قرآن پاک تیس پاروں میں جمع فرمایا اور آپ اپنے سینوں میں محفوظ کیجیے تاکہ انوار قرآن سے سینے منور ہو جائیں۔ ترتیل، تدویر، حدر، نعت خوانی اور تقریر میں جن طلبا نے حصہ لیا ان کے نام اس طرح ہیں۔

حافظ امتیاز علی بارہ بنکوی صدر انجمن گلشن حق۔ حافظ محمد عظیم الدین نائب صدر۔ حافظ صوفی افتخار احمد خزانچی۔ ظفر احمد۔ غلام نبی۔ محمد نسیم۔ شاہ نواز۔ ناظم علی۔ عاشق علی۔ صادق علی۔ محمد سعید۔ مقیم احمد۔ محرم علی۔ عبدالرحمٰن سکریٹری انجمن۔ قمر الزماں۔ زین العابدین۔ عبدالقیوم وغیرہم۔

قصبہ کے معزز مسلمانوں کے علاوہ حضرت مولانا عین الحق صاحب گورکھپوری۔ حضرت قاری سراج احمد حافظی لکھنوی۔ حضرت قاری محبوب علی صاحب رضوی۔ حضرت قاری محمد عظیم صاحب عزیزی۔ حضرت حافظ عبدالقیوم صاحب رضوی۔ حضرت حافظ عبدالحفیظ صاحب بقائی نے بھی پروگرام میں شرکت کی۔ تقریباً ایک بجے شب میں صلوٰۃ وسلام اور قل کے بعد حضرت قاری امیرالحسن صاحب رضوی سرپرست انجمن گلشن حق کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔ حاضرین کی خدمت میں شیرینی پیش کی گئی۔

المعلن :- غلام نبی ناظم انجمن گلشن حق دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف ضلع بارہ بنکی۔ یو۔پی

پانسکوڑہ میں شہید کربلا کانفرنس

مورخہ ۱۴ اگست کو مدرسہ قادریہ پانسکوڑہ کی چھت پر ایک عظیم الشان شہید کربلا کانفرنس مدرسہ ہذا کے زیر اہتمام اور مفتی اعظم اڑیسہ حضرت علامہ شاہ عبدالقدوس صاحب قبلہ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جس میں پانسکوڑہ کے قرب وجوار کے علاوہ کلکتہ، کھڑگپور وغیرہ کے افراد اہلسنت نے سینکڑوں کی تعداد میں شریک ہو کر امام عالی مقام کی بارگاہ مقدسہ میں عقیدتوں کا خراج پیش کیا۔

جلسے کا آغاز حافظ اختر رضا حبیبی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جناب معین الدین جامی کلکتہ اور جناب عثمان صاحب کھڑگپور نے بارگاہ رسالت و امامت میں نعت و مناقب کے حسین گلدستے پیش کیے۔ حضرت مولانا حافظ عبیداللہ خاں اعظمی۔ حضرت مولانا نثار المصطفٰے امجدی۔ حضرت مولانا سید آل رسول صاحب حبیبی۔ حضرت مولانا شوکت علی بلیاوی کی شہزادہ گلگوں قبا کی سیرت طیبہ اور ان کے مقصد شہادت پر بصیرت افروز تقریریں ہوئیں۔ نقابت کے فرائض حافظ اختر رضا حبیبی صاحب نے بحسن خوبی انجام دیئے۔ لگ بھگ شب ساڑھے تین بجے صلوٰۃ و سلام اور حضرت صدر اجلاس کی دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

المعلن:۔ محمد منظور عالم رضوی
خادم مدرسہ قادریہ پانسکوڑہ ضلع مدناپور۔ بنگال

تنظیم علمائے اہلسنت میسور

۲۶ر جون ۱۹۸۹ء بروز پیر صبح دس بجے تنظیم علمائے اہلسنت کی میٹنگ منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت الحاج مولانا محمد حیات صاحب نائب شہر قاضی شہر میسور نے فرمائی۔ قرأت ونعت کے بعد تنظیم علمائے اہلسنت کے اغراض ومقاصد اور قواعد وضوابط پڑھ کر سنائے گئے۔ اور تنظیم علمائے اہلسنت کے عہدیداروں کی نئی تشکیل ہوئی۔ جو درج ذیل ہیں۔

سرپرست:۔ حضرت شاہ عبدالکریم صاحب قادری متولی مسجد میر حیات صاحب میسور۔

سرپرست:۔ حضرت الحاج مولانا محمد حیات صاحب نائب شہر قاضی شہر میسور۔

کنوینر:۔ عالی جناب عبدالستار سیٹھ صاحب۔ متولی حالائی میمن مسجد میسور۔

صدر:۔ مولانا عبدالصمد صاحب خطیب وامام عیدگاہ مسجد میسور۔

نائب صدر:۔ حافظ وقاری شفیق احمد صاحب خطیب حالائی میمن مسجد میسور۔

جنرل سکریٹری:۔ مولانا مقبول احمد صاحب خطیب وامام مسجد جیوتی نگر میسور۔

جوائنٹ سکریٹری:۔ حافظ مشتاق احمد صاحب خطیب وامام بلال مسجد میسور۔

نائب سکریٹری:۔ مولانا سید امان اللہ نوری صاحب خطیب وامام زینت المساجد میسور۔

ناظم نشریات:۔ مولانا سعدالدین صاحب خطیب وامام رحمانیہ مسجد میسور۔

ناظم نشریات:۔ مولانا عبدالمجید خاں ثاقب نوری صاحب امام حالائی میمن مسجد میسور۔

خازن:۔ مولانا الحاج محمد عثمان شریف صاحب خطیب وامام مسجد عمر خان میسور

مولانا الحاج محمد حیات صاحب نائب شہر قاضی شہر میسور کی مبارک ومسعود دعا پر میٹنگ اختتام پذیر ہوئی۔

محمد سعدالدین نعیمی، عبدالمجید خاں ثاقب نوری
ناظمین نشریات:۔ تنظیم علمائے اہلسنت کولار بارہ امام شادی محل روم نمبر ۲ اشوک روڈ میسور ۱

گستاخانہ قلم کے خلاف احتجاجی تجاویز

روزنامہ آزاد ہند کلکتہ مورخہ ۲۹ر جولائی ۱۹۸۹ء کے شمارے میں شائع شدہ ایک دل خراش خبر پر فیض العلوم جمشید پور کے اساتذہ کی ایک میٹنگ زیر صدارت حضرت مولانا طیب علی صاحب مدرسہ کے دارالحدیث میں منعقد ہوئی جس میں درج ذیل اخباری رپورٹ پر دیر تک بحث وتحیص کے بعد جو تجاویز منظور کی گئیں وہ درج ذیل ہیں۔

آزاد ہند میں شائع شدہ خبر کے اقتباسات

انڈین اکسپریس اخبار جس کے ایڈیٹر ارون شوری ہیں اپنی اکسپریس نیوز سروس (ای. این. ایس) کے حوالہ سے ۲۷ر جولائی ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں یہ خبر چھاپی ہے کہ کرالا کی ایک پرانی فلم کمپنی "نوودیا" کے اپاچن ۲۹ قسطوں پر مشتمل ٹیلی سیریل "دی بائیبل" بنا رہے ہیں۔ جس میں حضرت ابراہیم کے کردار کے لئے دلیپ کمار نے رضامندی ظاہر کر دی ہے رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اس کا امکان موجود ہے کہ حضرت ابراہیم کا رول دلیپ کمار نبھائیں گے۔ اس رپورٹ کے بموجب حضرت ابراہیم کو ایسا بندۂ خدا بتایا گیا ہے کہ جس کی آزمائش اللہ تعالیٰ نے کی۔ حسب رپورٹ حضرت ابراہیم کی اہلیہ حضرت سارہ بانجھ تھیں اور ماں نہیں بن سکتی تھیں۔ اس لئے حضرت ابراہیم اپنی باندی حضرت ہاجرہ سے ایک بیٹے (حضرت اسماعیل) کے باپ بن سکے۔ برسوں بعد حضرت سارہ کے یہاں بھی لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اسحاق رکھا گیا۔ اور انڈین اکسپریس کے مطابق یہ جائز اولاد تھی گویا بالفاظ دیگر حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل نعوذ باللہ جائز اولاد نہیں تھے۔ اپاچن نے ای. این. ایس کو بتایا کہ شہنشاہ جذبات دلیپ کمار اس رول کے لئے تقریباً رضامند ہو گئے ہیں۔

منظور شدہ تجاویز

۱۔ روزنامہ انڈین اکسپریس کی رپورٹ کی بنیاد پر اس کے ایڈیٹر ارون شوری کو گستاخ انبیاء گردانتے ہوئے شدید رنج وغم کا اظہار کیا گیا اور اس سے اس گستاخی کی تحریری معافی کا مطالبہ کیا گیا۔

۲۔ فلمی اداکار دلیپ کمار سے اپنے موقف کی وضاحت کا مطالبہ کیا گیا تاکہ مسلمان صحیح حالات سے باخبر ہو سکیں۔

۳۔ انبیائے کرام کی شان میں گستاخی کبھی بھی برداشت نہیں کی جائے گی۔

۴۔ ہندوستان کے تمام تعلیمی، مذہبی اور سماجی اداروں سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ ارون شوری اور فلم کمپنی "نوودیا" کے خلاف سخت احتجاج کریں اور حکومت ہند سے ٹیلی سیریل پر پابندی کا مطالبہ کریں۔

۵۔ ہندوستان کے اخبارات کے ذریعہ منظور شدہ تجاویز کو مشتہر کیا جائے۔

امین الدین فیضی
فیض العلوم۔ جمشید پور۔ بہار

عرس چہلم سید عظیم الدین محمود نور اللہ قادری

الحاج پیر سید شاہ عظیم الدین محمود نور اللہ قادری، رفائی، چشتی کے عرس چہلم کی تقریب ۲۵ر جون ۱۹۸۹ء کو ہوئی۔

صبح ۹ بجے حضرت کے در دولت پر ختم قرآن خوانی کا دور رکھا گیا۔ بعد نماز عشا حضرت کے مکان کے قریب مغل واڑہ۔ قریش محلہ میں علمائے اہلسنت کی تقاریر کا پروگرام ہوا۔ جس میں حضرت مولانا منصور علی خانصاحب اور شاعر اسلام مولانا محمد سعید اعجاز کامٹھی صاحب تقریر کے لئے مدعو کئے گئے تھے۔ جلسہ حاجی علی محمد دھوراجی کی صدارت میں ہوا۔

جلسہ کی نظامت کے فرائض مولانا محمد یعقوب رضوی صاحب نے انجام دیئے۔ جلسہ کا آغاز شیخ الحدیث دارالعلوم شاہ عالم علامہ مولانا مفتی معین الدین رضوی صاحب کی تمہیدی جوشیلی تقریر سے ہوا۔ بعد ازاں مولانا صالح محمد صاحب نے اس پر نور فضا کو اپنی تقریر سے رعنائی بخشی۔

حضرت مولانا علی منصور صاحب اور حضرت مولانا محمد سعید اعجاز کامٹھی صاحب کی دل افروز تقاریر نے سامعین پر ایک وجد طاری کر دیا۔ غالباً ہزار عاشقان اولیاء اللہ جن میں مقامی کے علاوہ صوبۂ گجرات کے دور دراز اور بڑودہ کے قرب وجوار سے آنے والے بھی شامل تھے۔ اپنے اس عظیم پیشوا کی یاد میں او۔ تصور میں کھو گئے۔ تقاریر کا سلسلہ صبح صادق تک جاری رہا۔ جلسہ کے اختتام پر حضرت کے حالات زندگی پر مبنی زبان گجراتی میں شائع شدہ کتاب "تذکرۂ عظیم" کی رسم اجرا بھی ہوئی۔ اس کتاب کے ناشر جناب حاجی سلیمان عمودی ہیں۔ جو حضرت کے خدام خصوصی میں سے ایک ہیں۔

دوسرے دن بعد نماز ظہر ایک نہایت ہی شاندار جلوس کا اہتمام ہوا۔ یہ جلوس علم رفائی کی معیت میں اور راتب رفائی کے ساتھ حضرت کی خانقاہ سے شروع ہو کر حضرت کے آستانۂ عالیہ بمقام دھنانی پارک میمن کالونی کے قریب پہنچا۔ جلوس کا اہم مقصد حضرت کے مزار انور کی چادر شریف لے کر جانا تھا۔ یہ چادر حضرت کے نور نظر اور جانشین الحاج سید معین الدین بابا مدظلہ العالی کی جانب سے تھی اس کے علاوہ بھی بہت سی چادریں لے کر مریدین اور معتقدین نے شرکت کی۔

المعلن:۔ میمن حاجی سلیمان
خانقاہ اہلسنت۔ جامع مسجد بلڈنگ بڑودہ۔
گجرات

عرس پاک سابق سجادہ نشیں دائرہ شاہ اجمل الہ آباد

حضرت مولانا حافظ قاری شاہ سید احمد اجمل جنیدی قادری ولی اللہی علیہ الرحمۃ والرضوان کا دوسرا عرس پاک شمالی ہند کے مشہور و معروف علمی وادبی وروحانی مرکز دائرہ شاہ اجمل الہ آباد میں ۱۰، ۱۱، ۱۲ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۳، ۱۴، ۱۵ اگست ۱۹۸۹ء بروز یکشنبہ و دوشنبہ وسہ شنبہ کو حسب معمول منعقد ہوا۔

۱۰ محرم الحرام کو بعد نماز مغرب قطب کدہ موسوم بہ محل سے حضرت صاحب عرس کی چادر شریف کا جلوس نمودار ہوا۔ اور محلہ کا گشت لگاتا ہوا شاہ اجمل الہ آبادی کے تعمیر کردہ پھاٹک سے دائرہ میں داخل ہوا۔ اور مزار اقدس پر حاضر ہوا۔ جہاں حضرت کے مزار اقدس کی چادر پوشی و گل پوشی کی گئی اور حضرت کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ بعدہ تبرک تقسیم کیا گیا۔ اس موقع پر سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل و آستانہ جنیدیہ و شاہ ولی حضرت مولانا قاری سید شاہ محمد افضل اجملی مدظلہ العالی نے حاضرین مزار اقدس کے خصوصاً اور جملہ مسلمانان عالم کے لئے دعائیں کیں۔

۱۱ محرم الحرام کو بعد نماز فجر دائرہ شاہ اجمل کی تاریخی مسجد میں قرآن خوانی ہوئی اور ختم قرآن کریم اور لاکھوں کی تعداد میں کلمہ شریف اور درود شریف کا ثواب حضرت صاحب عرس کی روح کو بخشا گیا۔ ۱۰ بجے دن میں قطب کدہ موسوم بہ محل میں حضرت علیہ الرحمۃ کا فاتحہ ہوا اور ایک اژدہام کی کھچڑے سے ضیافت کی گئی۔

بعد نماز عشا سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور صاحب عرس علیہ الرحمۃ کی سیرت مبارکہ پر مشتمل جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ کی صدارت حضرت مولانا قاری سید شاہ افضل اجملی سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل و آستانہ جنیدیہ و شاہ ولی نے فرمائی۔ نظامت نوجوان مقرر اور صاحب عرس کے نواسے جناب سید سراج الدین اجملی نے کی۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم و نعت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ جلسہ کو حضرت صاحب عرس کے خلیفہ مولانا احمد حبیب اور مولانا سید محمد افضل اجملی سجادہ نشین دائرہ کے بھانجے سید سراج الدین اجملی نے خطاب کیا۔ جلسہ تقریباً ۲ بجے شب حضرت سجادہ نشین مدظلہ العالیہ کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

۱۲ محرم الحرام کو بعد نماز مغرب حضرت صاحب عرس کے مزار پر آخری حاضری ہوئی اور قل شریف کی رسم ادا ہوئی۔ بعد نماز عشا جلسہ شہادت و سیرت صاحب عرس منعقد ہوا۔ جلسہ کی سرپرستی صاحب سجادہ نے فرمائی۔ اور صدارت حضرت مولانا سید انوار اشرف کچھوچھوی خلف الصدق حضرت

مولانا سید مختار اشرف محمد میاں سرکار کلاں سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف نے فرمائی۔ نظامت کے فرائض سید سراج الدین اجملی نے ادا کئے۔ جلسہ کا آغاز قاری محمد ہارون صاحب کی تلاوت قرآن پاک پر ہوا۔ جناب سید محمد اکمل اجملی نائب سجادہ نشین دارہ اجمل نے حضرت امام حسین کی منقبت میں نظم پیش کی۔ جلسہ کو حضرت مولانا سید انوار اشرف کچھوچھوی حضرت رئیس کوثر بہرائچی۔ جناب سید سراج الدین اجملی نے خطاب کیا۔ سجادہ نشین حضرت مولانا سید محمد افضل اجملی اور نائب سجادہ نشین جناب سید محمد اکمل اجملی کی دعاؤں پر تین روزہ جلسوں کا اختتام ہوا۔

المعلن :۔ سید قمر حسن اجملی
سکریٹری شعبہ نشر و اشاعت عرس کمیٹی

انتقال پر ملال

ہمارے محلہ کے ہر دلعزیز جناب مرحوم عبد العزیز ابن عظمت علی جیپ کے خطرناک ایکسیڈینٹ کے حادثہ کا شکار ہوئے۔ اور مسلسل ۲۶ دنوں اسپتال میں بے ہوشی کے عالم میں موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا رہتے ہوئے ۴ار جولائی ۱۹۸۹ء کی شام ۷ بجے اپنی جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۝

مرحوم کو خراج محبت پیش کرنے کے لئے لگاتار ۲۳ دنوں تک مدرسہ کریمیہ ناریل واڑی میں قرآن خوانی اور ایصال ثواب کی محفلیں منعقد ہوتی رہیں۔ روزانہ سو ڈیڑھ سو افراد شرکت فرماتے رہے۔ اور مجموعی ختم قرآن کی تعداد تقریباً ایک سو ہوئی۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ اور پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

سوگوار عبد الرحیم خاں
ایس۔ ای۔ ایم۔ ناریل واڑی بمبئی ۸

الجامعۃ القادریہ بھساول! شاہراہ ترقی پر

سرزمین بھساول و باشندگان مہاراشٹر کے لئے انتہائی باعث مسرت ہے کہ حضرت مولانا حافظ تجمل حسین صاحب قبلہ کی زیر سرپرستی ایک عظیم الشان حضرت علامہ مولانا محمد زماں اشرفی صاحب قبلہ سابق مفتی و صدر المدرسین مدرسہ حنفیہ سنیہ مالیگاؤں اور ایک باصلاحیت عالم حضرت مولانا محمد شکیل القادری مصباحی اور ایک عمدہ حافظ کا اضافہ عمل میں آیا ہے۔ جس کی وجہ سے جامعہ میں دورۂ حدیث تک کی تعلیم کا مکمل انتظام ہے۔ نیز طلبار کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا چلا جارہا ہے۔

یہ سب ارکان جامعہ کی کاوشوں کا نتیجہ اور دیگر احباب اہلسنت کی مہربانیوں کا ثمرہ ہے۔ اس لئے آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اپنی زندگی کی ضروریات دینیہ کے اہم مسائل دریافت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر استفتار ارسال کریں۔ دارالافتار الجامعۃ القادریہ جام محلہ بھساول ضلع جلگاؤں۔ مہاراشٹر ۴۲۵۲۰۱

شائع کردہ :۔ شیخ محمد طالب علی
جام محلہ بھساول ۴۲۵۲۰۱ ۔ مہاراشٹر

انعامی مقابلہ مضمون نویسی

مدرسہ اصلاح المسلمین مسلم یتیم خانہ رائے پور کے طلبار کی انجمن محسن ملت کے زیر اہتمام مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۸۹ء ایک بزم مقابلہ مضمون نویسی کا انعقاد کیا گیا ہے۔ جس میں درج ذیل گیارہ عنوانات میں سے کسی ایک پر طبع آزمائی کرنی ہے۔

اوّل۔ دوم۔ وسوم آنے والے مضمون نگاروں کو انعامات سے نوازا جائے گا۔

عنوانات

۱۔ گیارہویں شریف کی فضیلت و اہمیت۔
۲۔ غوث پاک کا شجرۂ نسب و خاندانی حالات
۳۔ غوث پاک کا تصوف و مجاہدہ
۴۔ غوث پاک کا سلسلہ بیعت و ارادت و خلفار
۵۔ آپ کی مشہور تصانیف
۶۔ غوث پاک کی کرامات
۷۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیاں
۸۔ غوث پاک اور اسلام کی خدمات
۹۔ مسلک اہلسنت اور غوث پاک۔
۱۰۔ غوث پاک کی تعلیمات
۱۱۔ "دنیا کی مشکلات کا واحد حل غوث پاک کی تعلیمات"

جملہ مدارس اہلسنت و جماعت کے طلبار کو اس تحریری مقابلہ میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے

موصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۸۹ء

شرائط :۔
۱۔ مضامین ناظم مدرسہ کی تصدیق کے ساتھ ارسال کریں۔
۲۔ مضامین بذریعہ پوسٹ ارسال فرمائیں لفافہ پر "تحریری مقابلہ" ضرور لکھیں۔
۳۔ جج صاحبان کا فیصلہ قطعی و آخری ہوگا۔
۴۔ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۸۹ء کے بعد موصول ہونے والے مضامین شریک مقابلہ نہ ہوسکیں گے۔

پتہ :۔ صدر انجمن محسن ملت مدرسہ اصلاح المسلمین و دار الیتامیٰ رائے پور۔ ایم پی

دعوتِ اسلامی ہند کا پانچ نکاتی پروگرام

علامہ ارشد القادری
سربراہ دعوت اسلامی ہند

اہل سنّت کے عوام کو متحرک رکھنے کے لئے ایک بہترین عملی میدان!

۱- ۲۱/۲۲/۲۳/ اگست ۱۹۸۹ء کو میری زیر صدارت سری نگر میں ورلڈ اسلامک مشن آف انڈیا کی ریاستی یونٹ کی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ جس میں جموّں کشمیر کے طول وعرض سے خاصی تعداد میں رفقار وعمائدین شریک ہوئے۔

تین دن کے اجلاس میں مشن کے کاز کو آگے بڑھانے اور کشمیری مسلمانوں کی دینی تبلیغی اور تعلیمی ضروریات کی تکمیل کے لئے نہایت اہم فیصلے کئے گئے جن میں سے تین فیصلے خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ اس مبارک سفر میں اہلسنّت کے فکری ترجمان ماہنامہ حجاز جدید دہلی کے مدیر اعلیٰ حضرت مولانا لیٰس اختر مصباحی ایک بہترین مشیر کی حیثیت سے ہمارے ساتھ رہے۔

پہلا فیصلہ تو یہ ہوا کہ انتظامی اور تنظیمی مصلحتوں کے پیش نظر جموّں اور کشمیر کی ریاستی تنظیم کو دو یونٹوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ دونوں یونٹوں کی مجالس کے لئے الگ الگ صدور اور نظار منتخب کئے گئے۔ اور دونوں یونٹوں کو آپس میں مربوط رکھنے کے لئے دونوں مجالس کے صدور ونظار اور ذی اثر عمائدین پر مشتمل ایک سپریم کونسل کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔ جس کی سربراہی کی ذمّہ داری مجھے سونپی گئی۔

دوسرا فیصلہ یہ ہوا کہ سری نگر میں مشن کے زیر اہتمام "جامعہ قادریہ ہمدانیہ" کے نام سے اہل سنت کے ایک مرکزی دار العلوم کے قیام کی تجویز منظور کی گئی۔ اور دار العلوم کی ابتدائی اور بنیادی ضرورتوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے سات بارسوخ اور ذی اثر افراد پر مشتمل ایک ذیلی کمیٹی بنا دی گئی۔ جو بفضلہٖ تعالیٰ اس وقت نہایت ذمّہ داری کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہے۔

تیسرا سب سے اہم کام یہ ہوا کہ لگاتار دو دن کی بحث وتمحیص اور غور وفکر کے بعد ورلڈ اسلامک مشن آف انڈیا (دعوت اسلامی ہند) کے پانچ نکاتی پروگرام کی ترتیب وتدوین کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ جو بہت دنوں سے زیر غور تھا۔

۲- اس پروگرام کی ترتیب کے پس منظر میں ہمارے سامنے تنظیم کا بنیادی تقاضا یہ تھا کہ جب تک کوئی منزل متعین نہ ہو جائے قافلہ تیار کرنے کی جدوجہد بالکل بے معنی ہے۔ اسی طرح لوگوں کو کسی تنظیم کے ساتھ منسلک ہونے کی دعوت دینے سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ اس تنظیم میں شامل ہونے کے بعد انھیں کرنا کیا ہوگا۔ وہ کون سے تعمیری مقاصد ہیں۔ جن کی تکمیل کے لئے ہم لاکھوں افراد کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرنا چاہتے ہیں۔

ماضی میں اہل سنت کی بہت سی تنظیمیں صرف اس لئے بے اثر ہو کر رہ گئیں کہ ہمارے پاس عوام کو مصروف رکھنے کے لئے کوئی آسان، مختصر اور پرکشش لائحۂ عمل نہیں تھا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ عوام میں ہم اپنے کارکن نہیں پیدا کر سکے۔

دوسری کمزوری یہ تھی کہ تنظیموں کا سارا انحصار مقرر قسم کے علمار پر تھا اور وہ اپنے تقریری پروگراموں کے سلسلے میں اتنے مصروف رہے کہ تنظیم کی آبیاری کے لئے انھیں وقت ہی نہیں مل سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کاغذ پر بنا ہوا خوبصورت نقشۂ زمین پر منتقل نہیں ہو سکا۔

انھیں تجربات کے زیر اثر ہم نے پانچ نکاتی پروگرام کا خاکہ تیار کرتے ہوئے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی فلاح وبہبود کی ان ساری

بنیادوں کا احاطہ کرلیا ہے۔ جن سے عوامی زندگی کا بہت گہرا تعلق ہے۔ اسی کے ساتھ ہم نے یہ بھی طے کیا ہے کہ ان پروگراموں کی آبیاری کے لئے ہم عوام ہی میں سے چھانٹ چھانٹ کر درد مند، مخلص اور باصلاحیت افراد اکٹھا کریں گے۔ اس تنظیم میں کسی کو شریک کرنے کے لئے بنیادی شرط یہ ہوگی کہ وہ اس پروگرام کے لئے اپنے وقت، اپنے جذبات اور اپنے مفادات کی کتنی قربانی دے سکتا ہے۔

پانچ نکاتی پروگرام کو ہم نے ان پانچ لفظوں میں گھیر لیا ہے۔

۱۔ تبلیغ ۔ ۲۔ تعلیم ۔ ۳۔ تزکیہ ۔ ۴۔ اقامت صلوٰۃ ۔ ۵۔ بیت المال

ہر نکتے کی تشریح ذیل میں پڑھئے۔

پہلا نکتہ تبلیغ

اس لفظ سے ہماری مراد دین کو صحیح طور پر مسلمانوں تک پہنچانا ہے۔ اس عظیم مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مندرجہ ذیل وسائل و ذرائع سے کام لیا جائے گا۔

پہلا ذریعہ دینی مراکز کا قیام

حسب توفیق پورے ملک میں جگہ جگہ دینی مراکز قائم کئے جائیں گے۔ اور مسلمانوں کو دعوت دی جائے گی کہ وہ دین سیکھنے کے لئے وہاں آئیں اور قیام کریں۔ قیام کی مدت آنے والوں کی مرضی کے مطابق تین دن۔ پانچ دن۔ دس دن۔ بیس دن۔ تیس دن اور چالیس دن ہوگی۔

دینی مرکز میں جو لوگ قیام کریں گے انھیں صرف لاگت کی قیمت پر خوراک فراہم کی جائے گی۔ قیام کرنے کا کوئی معاوضہ نہیں لیا جائے گا۔ ہر دینی مرکز میں اساتذہ کا انتظام رہے گا جو حسب لیاقت لوگوں کو ہر میقات کا الگ الگ تیار کردہ نصاب پڑھائیں گے۔

دینی مراکز میں تعلیم و تربیت کے ذریعہ ایسے افراد پیدا کئے جائیں گے جو مساجد میں موذنی، امامت، اور بالکل ابتدائی مکاتیب میں تعلیمی امور کے فرائض انجام دے سکیں۔ نیز چھوٹے چھوٹے اجتماعات میں تیار کرائے ہوئے دینی موضوعات پر لوگوں سے خطاب بھی کر سکیں۔

دوسرا ذریعہ اجتماعات

اپنی دسترس کے مطابق مسجدوں میں ہفتہ وار، پندرہ روزہ، اور ماہانہ اجتماعات منعقد کئے جائیں گے۔ جہاں یا تو اہلسنت کی کوئی کتاب پڑھ کر سنائی جائے گی یا تربیت یافتہ افراد مسائل و فضائل پر لوگوں سے زبانی خطاب کریں گے۔

ہر جگہ تنظیم کی طرف سے ایک نقیب مقرر کیا جائے گا۔ جو اجتماعات کا اہتمام کرے گا اور لوگوں کو اس میں شریک ہونے کی دعوت دے گا۔ اجتماعات کے ضوابط و آداب اور نظام الاوقات الگ سے مرتب کئے جائیں گے۔ علاقائی، صوبائی اور کل ہند سطح پر سالانہ اجتماعات بھی منعقد کئے جائیں گے۔ ان اجتماعات کا نظام الاوقات اہلسنت کے مروجہ جلسوں اور کانفرنسوں سے بالکل مختلف ہوگا۔

تیسرا ذریعہ کیسٹوں کی تیاری

فضائل و عقائد اور بہت سارے مسائل و عنوانات پر کیسٹ تیار کرائے جائیں گے اور مناسب قیمت پر انھیں گھر گھر پہنچانے کی منصوبہ بند کوشش کی جائے گی۔ عنوانات کی تفصیل بعد میں شائع کی جائے گی۔

چوتھا ذریعہ دارالاشاعت کا قیام

تنظیم کے ہیڈ کوارٹر میں ایک مرکزی دارالاشاعت قائم کیا جائیگا جہاں سے دینی اور اصلاحی کتابیں، معلوماتی طغرے، ہینڈ بل اور پمفلٹ شائع کئے جائیں گے۔

دوسرا نکتہ تعلیم

دینی تعلیم کو پھیلانے کے لئے ہر اس مقام پر ابتدائی مکاتیب قائم کئے جائیں گے جہاں اہلسنت کا کوئی مکتب نہیں ہے۔ اسی طرح ہر تحصیل میں ایک مدرسہ اور ہر ضلع میں ایک علاقائی دارالعلوم اور ہر صوبے میں ایک مرکزی دارالعلوم کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

ناخواندہ عوام میں دین کا علم پھیلانے کے لئے یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ تنظیم کا ہر تعلیم یافتہ ممبر کم سے کم پانچ ناخواندہ مسلمانوں کو قرآن اور اردو زبان کی تعلیم دے کر انھیں دین سے آشنا کرے گا۔

تیسرا نکتہ تزکیہ

دینی زندگی کے دو تقاضے ہیں۔ پہلا تقاضا گناہوں سے بچنا اور دوسرا تقاضا فرائض و واجبات کی تعمیل کرنا۔ اگر کوئی شخص خود گناہ میں ملوث ہے تو وہ دوسرے کو گناہ سے

نہیں روک سکتا۔ اس لیے سب سے پہلے اس بات پر غور کرنا ہے کہ گناہ سے بچنے کی تدبیر کیا ہے؟

چونکہ گناہوں کی تحریک کا مرکز دل ہے۔ اس لیے دل کا تزکیہ اور اس کی تطہیر نہایت ضروری ہے۔ جب تک دل کی قوت ارادی ہوائے نفس کی کثافتوں سے پاک وصاف نہیں ہوجاتی گناہ سے بچنے کی کوئی کوشش موثر نہیں ہوسکتی۔

اس لیے بزرگان دین کی سنت کے مطابق ہم نے طے کیا ہے کہ ہمارے دینی مراکز میں جو لوگ داخل ہوں گے سب سے پہلے ان کے دلوں کی طہارت وتزکیہ کے لیے تصوف کے بنیادی اصولوں سے انھیں واقف کرایا جائے گا اس کے بعد انھیں مجاہدات وریاضات کے مراحل سے عملاً گزارا جائے گا تاکہ ان کے قلوب تقویٰ اور خدا ترسی کے احساسات سے معمور ہوجائیں۔

بقدر استطاعت ریاضت ومجاہدہ کے مراحل یہ ہوں گے

۱۔ روزے۔ ۲۔ نماز تہجد۔ ۳۔ ذکر جہر۔ ۴۔ ذکر خفی۔ ۵۔ مراقبہ۔ ۶۔ محاسبۂ نفس۔ ۷۔ درود شریف کی کثرت۔ ۸۔ توبہ واستغفار۔ ۹۔ گناہوں سے بچنے کے عہد کی بار بار تجدید۔ ۱۰۔ تقویت قلب وروح کے لیے مناسب اوراد۔ ۱۱۔ ہر شب جمعہ کو محفل میلاد شریف۔

نوٹ:۔ مجوزہ دینی مراکز میں یہ سارے امور ایک نظام الاوقات کے مطابق انجام پائیں گے۔

چوتھا نکتہ اقامت صلوٰۃ

توحید ورسالت کے اعتقاد واقرار کے بعد اسلام میں سب سے اہم درجہ نماز کا ہے۔ عابد ومعبود کے درمیان نماز ہی ایک ایسا معنوی رشتہ قائم کرتی ہے جسے صرف محسوس کیا جاسکتا ہے، بیان نہیں کیا جاسکتا۔ نماز کی سب سے پہلی برکت یہ ظاہر ہوتی ہے کہ ہر طرح کی برائی سے وہ انسان کو روک دیتی ہے۔ یعنی اس کی برکت سے دل میں ایک ایسی نورانی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے کہ آدمی خود بخود گناہوں سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ ساری برکتیں اسی نماز کے ساتھ مخصوص ہیں جو صحت اعتقاد کے ساتھ صحیح طور پر ادا کی جائے۔

دوسروں کو نماز کی دعوت دینے سے پہلے خود نمازی بننے کی شرط بنیادی ہے۔ اس لیے اس تنظیم کے ہر ممبر کے لیے ضروری ہوگا کہ سب سے پہلے وہ خود نماز کا پابند ہو اس کے بعد اپنے گھر کو نمازی بنائے۔ پھر دوسروں کو نماز پڑھنے کی دعوت دے۔

لوگوں میں نماز کا شوق پیدا کرانے کے لیے ہنگامی جلسے منعقد کیے جائیں گے۔ جن میں صرف نماز کے موضوع پر تقریریں کرائی جائیں گی۔ نماز کی ہر دعوت میں باجماعت نماز پڑھنے کی اہمیت پر خاص طور سے زور دیا جائے گا۔ نماز کی دعوت کے ساتھ ساتھ صحیح غسل کرنے، صحیح وضو کرنے، صحیح قرآن پڑھنے اور صحیح نماز پڑھنے کا طریقہ بھی بتایا جائے گا۔ اس تنظیم کے ہر ممبر کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ ہر مہینے کم از کم پانچ نمازی بنائے۔

پانچواں نکتہ بیت المال

بیت المال کے قیام سے مقصود ایک ایسے اسلامی معاشرہ کی تعمیر ہے جہاں انفرادی اصلاح کے ساتھ ساتھ بقدر استطاعت مسلمانوں کی معاشی مشکلات کا بھی حل تلاش کیا جاسکے۔

بیت المال کی حیثیت ایک اسلامی بینک کی ہوگی۔ جہاں سے تجارت، صنعت، اور زراعت کے لیے بلا سودی قرض دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ تبلیغی اور تعلیمی کام کرنے والے مستحقین اور نادار ذہین طلبا کو بطور امداد بھی رقوم دی جائیں گی۔

بیت المال کے لیے سرمایہ کی فراہمی کے وسائل وذرائع

۱۔ زکوٰۃ۔ ۲۔ فطرہ۔ ۳۔ چرم قربانی۔ ۴۔ عطیات۔ ۵۔ نذور وصدقات نافلہ۔ ۶۔ تنظیم کے تجارتی کاروبار سے حاصل شدہ نفع۔ ۷۔ تنظیم کے مختلف شعبوں سے حاصل شدہ فیس کی رقوم۔ ۸۔ اور سرمایہ کی فراہمی کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہوگا کہ بیت المال میں ایک قابل اعتماد بینک کی طرح ان لوگوں کی رقوم جمع کی جائے گی۔ جو بیت المال کے شیئر ہولڈر ہونے کی حیثیت سے اس کی رکنیت قبول کریں گے۔ فارم رکنیت میں انھیں اس امر کی صراحت کرنی ہوگی کہ ہر روز وہ کتنی رقم بیت المال میں جمع کریں گے۔ ان کی صراحت کے مطابق بیت المال کے تنخواہ دار محصلین ہر روز ان کی دوکان یا مکان سے اتنی رقم حاصل کرکے رسید ان کے حوالہ کردیا کریں گے۔ بیت المال میں جمع شدہ ساری رقوم کسی سرکاری بینک میں بنام بیت المال روزانہ جمع کی جائے گی۔

نوٹ:۔ بیت المال سے متعلق سارے امور کے لیے مرکز کی طرف سے ضابطے تیار کیے جائیں گے۔ جنھیں کتابی شکل میں شائع کردیا جائے گا۔

سری نگر میں اسلامک مشن کی اعلیٰ سطحی نشستیں

خورشید جان قریشی، جواہر نگر۔ سری نگر

سری نگر:۔ ۲۱/ اگست ۱۹۸۹ء زیر صدارت حضرت علامہ ارشد القادری صاحب مدظلہ العالی، حاجی محمد رمضان اویسی صاحب کے دولت کدے پر قاری عبد الغنی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ورلڈ اسلامک مشن آف انڈیا کی ایک خصوصی نشست کا انعقاد ہوا۔

حضرت علامہ موصوف نے اپنے خطبۂ افتتاحیہ میں تفصیل کے ساتھ ریاست جموں کشمیر کے دینی و مذہبی حالات کا جائزہ لینے کے بعد مشن کی سرگرمیوں کو تیز تر اور اسے موثر بنانے نیز اس کے زیر اہتمام و انصرام سرینگر شہر میں ایک مرکزی دار العلوم بنام "جامعہ قادریہ ہمدانیہ" کی تاسیس کا منصوبہ پیش فرمایا۔ جس کو سبھی حاضرین نے بے حد پسند کیا اور پر زور تائید کی۔ جس میں مندرجہ ذیل معزز حضرات پیش پیش تھے۔

ڈاکٹر محمد رمضان اویسی صاحب۔ صاحبزادہ محمد امین علوی صاحب۔ محمد سلطان پانپوری صاحب۔ قاری عبد الغنی صاحب۔ قاضی غلام رسول صاحب۔ غلام قادر کینگ صاحب۔ غلام رسول غیور صاحب۔ عبد الواحد کرائے پاک صاحب۔ غلام رسول امام صاحب۔ حاجی عبد المجید صاحب۔ حافظ محمد سعید مجددی صاحب۔ ماسٹر عبد الرحمٰن صوفی صاحب۔

اختتام نشست سے پہلے یہ اعلان کیا گیا کہ ۲۲/ اگست کو صاحبزادہ محمد امین علوی کے دولت کدے پر دوسری نشست ہوگی۔

۲۲/ اگست کو قاری غلام رسول امام صاحب کی تلاوت سے صاحبزادہ محمد امین صاحب کے دولت کدے پر مشن کی دوسری نشست زیر صدارت حضرت علامہ ارشد القادری منعقد ہوئی۔

شرکار نشست نے یہ تجویز پیش کی کہ صوبہ جموں و صوبہ کشمیر کی الگ صوبائی کمیٹیاں بنادی جائیں۔ چنانچہ کافی غور و خوض کے بعد اس تجویز کو منظوری حاصل ہوئی۔ اور پھر دونوں صوبائی کمیٹیاں اس طرح تشکیل دی گئیں۔

صوبہ کشمیر

صاحبزادہ محمد امین علوی صاحب — صدر
غلام رسول امام صاحب / صوفی عبد الرحمٰن صاحب — جنرل سکریٹری
محمد سلطان پانپوری صاحب — فنانشل سکریٹری
خورشید جان قریشی صاحب — پبلسٹی سکریٹری

صوبہ جموں

مولانا دل محمد نقشبندی — صدر
پروفیسر سلطان محمد خاں — جنرل سکریٹری

طے کیا گیا کہ ہر صوبہ کے صدور و جنرل سکریٹری اپنی اپنی صوبائی اور ضلعی کمیٹیاں تشکیل دیں گے۔ صوبائی کمیٹیوں میں چار چار نائب صدر/ جوائنٹ سکریٹری/ اور آرگنائزر ہوں گے۔

اسی نشست میں یہ طے کیا گیا کہ جناب نثار احمد صاحب ایم۔ ایل۔ اے مشن کی آل انڈیا باڈی کے چیف آرگنائزر ہوں گے۔

مشن کے لئے متعدد معتقد حضرات نے اپنے پانچ نکاتی پروگرام پیش کئے۔ حضرت علامہ نے آخر میں فرمایا کہ انشاء اللہ میں کل اپنا پانچ نکاتی پروگرام پیش کروں گا۔

اسی نشست میں مشن کی ایک سپریم کونسل اس طرح تشکیل دی گئی۔ سربراہ اعلیٰ۔ علامہ ارشد القادری۔ نائب سربراہ۔ ڈاکٹر محمد رمضان اویسی۔

(باقی صفحہ ۶ پر)

اسلامک مشن (انڈیا) جموں و کشمیر کا

مختصر تعارف اور اغراض و مقاصد

خورشید جان قریشی، جواہر نگر، سرینگر

بین الاقوامی انسانی اخوت و یگانگت کی خاطر اسلام نے جو تعلیم دی ہے۔ اس کے اثرات پوری دنیا میں نمایاں ہیں۔ اسلام رنگ و نسل، علاقائی اور بیجا لسانی تعصب، تنگ نظری اور جہالت، فراریت اور تلوّن مزاجی کے خلاف ایک جہاد ہے۔ محسن انسانیت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف احترام آدمیت کی تعلیم دی۔ بلکہ اس وسیع کائنات میں باعزت حقیقت پسندانہ، صالح اور بامقصد زندگی گزارنے کی راہیں متعین کی ہیں۔

کتنے نیک بخت ہیں وہ لوگ جو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر کاربند ہیں اور ان کے لائے ہوئے ضابطۂ حیات یعنی قرآن مجید اور سنّت نبوی پر عمل کر کے اس تیرگی کو دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جس کی آغوش میں بیسویں صدی کے انسان پل رہے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب تک فرزندان توحید اسلامی نظام حیات پر عمل پیرا رہے، اقوام عالم میں ان کا مقام سب سے زیادہ بلند رہا اور زمام قیادت ان ہی کے ہاتھ رہی لیکن جب مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات کو اپنی عملی زندگی سے خارج کر دیا تو وہ رفتہ رفتہ افتراق و انتشار کا شکار ہو گئے۔ اسلام کے چاہنے والے

ماہنامہ حجاز جدید دہلی

جاں نثار صحابۂ کرام، مفسرین، محدثین اور اولیائے کرام کی پاکیزہ اور روشن تعلیمات پر اعتماد کرنے کا سلسلہ بند ہونے لگا۔

اسلام، عالمی اخوت، آفاقی ہم آہنگی اور مقصد حیات اجتماعی کا آئینہ دار ہے۔ مگر موجودہ دور کی کج فہمی اور لادینیت اسلام جیسے روشن پیغام پر انگلی اٹھانے کی ناروا جسارت کر رہی ہے جس کے نتیجے میں جہاں ایک طرف غلط افکار و نظریات نے ہمارے نوجوانوں کا ذہن مسموم بنا کر محض نماز اور تبلیغ کی آڑ میں ان کی فکری و عملی قوت کو مفلوج و معطل کر رکھا ہے۔ اور کچھ جماعتیں ۴۰ دن کی چلّہ کشی اور تبلیغی گشت کا درس دے کر اسلام جیسے آفاقی دین کو صرف مسجد کی چہار دیواری میں محدود کر دینا چاہتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ سامنے آ رہا ہے کہ مسلمانوں کے دو کر ملکی و ملی مسائل کے اہم شعبوں پر شیطانی قوتوں کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے، دوسری طرف موجودہ دور کے نام نہاد اور خانہ ساز محققین (نام نہاد انسان دوستی، خدا پرستی، آخرت پسندی، اقامتِ دین اور تحریک اسلامی کے خوشنما لباس میں) نئی نئی خوبصورت اور جدید تعبیرات کے ذریعہ دینِ حنیف میں شرک و بدعت اور کفر کی نئی نئی قسمیں نکال کر اسے نجدیت، وہابیت اور مودودیت کے روپ میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

حد یہ ہے کہ اب کتب و رسائل، اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے "وحدتِ اسلام" کے نام پر ائمۂ اربعہ اور محققین سلفِ صالحین کے متفق علیہ اصول فقہ یعنی اسلامی قانون کو قصۂ پارینہ بنانے کی تدبیریں اختیار کی جانے لگی ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں اسی حبل اللہ کو مضبوطی سے تھام لینے ہی میں ایمان کی سلامتی مضمر ہے۔ اور اسی عظیم امانت کا تحفظ ہمارے اوپر واجب ہے جو ہمارے اسلاف کرام کے ذریعہ ہم تک منتقل ہوتی آئی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے ملک میں بدعقیدگی، اسلاف بیزاری، وہابیت اور نجدیت کی وبا برسات کے کیڑوں کی طرح باطل تحریکوں کی شکل میں عام ہو چکی ہے۔ ان جماعتوں کے خوشنما و دلفریب لٹریچر میں ختم نبوت، رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت، بے مثل بشریت، صحابۂ کرام اور چودہ صدیوں سے نور اسلام کے پرچم لہرانے والے اولیائے کرام کے سچے منشور اور عقائد پر بے جا تنقید و تبصرہ کرنے میں خوارج اور گستاخانِ رسول کی مرتب کردہ تاریخ پر اعتماد کرنا ان شدت پسند

لوگوں کا مشغلہ بن گیا ہے۔ اولیائے کرام کے آثار و مقابر کی حفاظت کرنے اور زیارت کرنے کو نہ صرف شرک و کفر بلکہ بت پرستی اور قبر پرستی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن پاک اور احادیث نبوی سے ماخوذ بزرگانِ دین کے اوراد و اذکار اور معمولات کو بدعت اور اسلامی تصوف و عرفان کو ویدانیت اور یونانی فلسفہ سے تشبیہ دے کر رہبانیت، ملاازم یا بریلویت کا نام دیا جاتا ہے۔
غرض دنیا بھر کے ملکوں میں سعودی ریالوں کی مدد سے تعمیر مساجد کے نام پر وہابیت کی مشنریاں قائم کی جا رہی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس ماحول میں پل، بڑھ کر جوان ہونے والا ذہن وہابیت کو اسلام اور اہانتِ رسول و اہانت اولیائے کرام کو توحید سمجھنے لگتا ہے۔

وہابیت پھیلانے کے لئے ان باطل نظریات اور تحریکوں نے اپنے ظاہری حسن و جمال اور دلفریب لٹریچر سے ہماری یونیورسٹیوں، مسلمان ڈاکٹروں اور انجینئروں، کالجوں کے پروفیسروں، اسکولوں کے اساتذہ خصوصاً نوجوانوں کے کورے ذہنوں پر ڈاکہ ڈال کر اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ تاجدار انبیاء رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرنے کے باوجود بہت سے مسلمان دوسروں کی آقائی کا دم بھرنے لگے۔ اور دوسرے باطل نظاموں کے ساتھ اپنی وفاداریوں کو وابستہ کر دیا۔

اس افسوس ناک صورتِ حال نے ہی خواہان ملتِ بیضا کو بے چین کر دیا اور انھوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق اس کو بدلنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں جنوری ۱۹۷۲ء کو حج کے مبارک موقع پر مکہ معظمہ میں دنیا کے مختلف ممالک سے اہل سنت وجماعت کے ممتاز مذہبی پیشواؤں اور عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس میں کافی بحث و تمحیص اور غور و فکر کے بعد عالمی سطح پر اہل سنت کی ایک عالمگیر مذہبی تنظیم بنام ورلڈ اسلامک مشن (عالمی دعوتِ اسلامی) کا قیام عمل میں لایا گیا۔

طے کیا گیا کہ اس تنظیم کے ذریعہ جہاں ایک طرف مسلمانوں کو قرآن و سنت کے مطابق ایمان وعقیدے کی اصلاح اور دینی و دنیاوی زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی جائے وہاں دوسری طرف اسلام کے خلاف عالمی پیمانے پر لادینی قوتوں کی یلغار کو روکنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ باتفاق رائے انتظامی اور تبلیغی و تنظیمی سہولتوں کے پیش نظر ۱۲ر دسمبر ۱۹۷۲ء کو ورلڈ اسلامک مشن کا عالمی مرکز برطانیہ کے مشہور شہر بریڈفورڈ میں قائم کر دیا گیا۔

مختصراً یہ کہ گزشتہ پندرہ برسوں کی قلیل مدت کے دوران دنیا کے جن ممالک میں ورلڈ اسلامک مشن کی باضابطہ شاخیں، تربیتی مراکز، مدارس و مساجد قائم ہو چکی ہیں ان میں امریکہ، ساؤتھ افریقہ، برطانیہ، بیلجیم، ہالینڈ، مغربی جرمنی، کینیا، جنوبی امریکہ، قطر، سری لنکا، نیویارک، سرینام، ڈربن، جنوبی افریقہ، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، برازیل، فرانس، ناروے، ماریشش، کویت، ملیشیا، سنگاپور، آسٹریلیا، لیبیا، پاکستان، آزاد کشمیر اور ہندوستان میں کرناٹک، تامل ناڈو، آندھرا پردیش، مہاراشٹر، گجرات، یو۔پی، بہار، مدھیہ پردیش، آسام، راجستھان، گوا اور جموں کشمیر کی ریاستیں شامل ہیں۔ اس وقت مشن کے اہتمام سے دیگر ممالک کے علاوہ ہالینڈ میں جامعہ مدینۃ الاسلام سرگرم عمل ہے۔

خوش قسمتی سے ۲۲ر مارچ ۱۹۷۹ء کو ڈاکٹر محمد رمضان صاحب اویسی کی سربراہی میں بزرگوں اور دین پسند نوجوانوں کی امنگوں کے پیش نظر ریاست جموں کشمیر میں اہلسنت کی اس بین الاقوامی نمائندہ دینی تنظیم کی ریاستی شاخ قائم ہو چکی ہے۔ ابھی ابتدائی مراحل میں وادی اور صوبہ جموں کے کئی اضلاع میں مشن کے متعدد تنظیمی حلقے اور درس گاہیں قائم ہو گئی ہیں۔

اس سلسلے میں ہم اہل اسلام کے دانشوروں، دینی رہنماؤں، مشائخ طریقت اور ہر طبقے کے فعال کارکنوں خصوصاً نوجوانوں کو پر خلوص دعوت دیتے ہیں کہ وہ جغرافیائی اور علاقائی حدود کو چھوڑ کر اسلام کے فروغ کے لئے اس عظیم اور عالمگیر دینی تبلیغی و اصلاحی دعوت میں ہمارے ساتھ رابطہ قائم کر کے بھرپور تعاون فرمائیں اور ہر جگہ ورلڈ اسلامک مشن (عالمی دعوت اسلامی) کے حلقہ جات، درس گاہیں، لائبریریاں اور تربیتی مراکز قائم کریں۔ خود بھی ممبر بنیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں اور خدا اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل کریں۔ یہ دعوتِ فلاح عام ہے۔

اس مختصر تعارف کے بعد ہم خدائے قدیر سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو ایک اور نیک بنا کر اپنی رحمتوں کے سائے میں منزلِ مقصود تک پہنچائے۔ آمین۔ (خورشید جان قریشی)

اغراض و مقاصد

۱۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق مسلم معاشرہ کی اصلاح اور انھیں اسلامی احکام کا پابند بنانے کی کوشش کرنا۔

۲۔ مسلمانانِ عالم کے درمیان روحِ اتحاد کا جذبہ پیدا کرنا۔

۳۔ مسلم وغیر مسلم اقوام میں اسلام کا موثر اور دلنشیں تعارف۔

(باقی صفحہ ۱۲۸ پر)

ورلڈ اسلامک مشن آف انڈیا کی سرگرمیاں

(ادارہ)

لکھنؤ میں دعوت اسلامی کے دینی مرکز کا قیام

چھ ہزار اسکوائر فٹ زمین پر مشن کے مستقل ملکی ہیڈ کوارٹر کے قیام کے لیے زر بیعانہ دیا جا چکا ہے۔ اس دینی مرکز میں مندرجہ ذیل شعبوں کا قیام عمل میں آئے گا۔

۱۔ دینی مرکز میں تحریکی مشنری کارکنوں کی تیاری کے لیے سارے ملک سے وفود آئیں گے جن کو تین ماہ۔ ایک ماہ۔ ایک ہفتہ اور تین دن کے عرصہ کا دینی کورس مکمل کرایا جائیگا۔

۲۔ ایک وسیع و عریض میٹنگ ہال کا قیام۔

۳۔ "الحجاز" اینگلو عربک ماڈل اسکول کا قیام۔

۴۔ ایک گیسٹ ہاؤس کا قیام۔

۵۔ ایک ڈسپنسری کا قیام جس میں غریبوں کو مفت علاج کی سہولت ہوگی۔

۶۔ ایک مسجد اور لائبریری کا قیام۔

۷۔ ایک ایسے مرکز کا قیام جس کے ذریعہ ملک کے کونے کونے میں ہر ضلع اور صوبہ میں ایسے ہی ادارے اور دینی مراکز قائم کیے جائیں گے۔

مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ اہلسنت و جماعت کے اس دینی مرکز کے قیام میں اپنا بھرپور تعاون دیکر سنیت کے تحفظ۔ فروغ و اشاعت میں مشن کی مدد کریں۔

رابطہ کا پتہ :- ورلڈ اسلامک مشن آف انڈیا ۵۱۲/۴۳۹۔ تیسری گلی۔ نشاط گنج۔ لکھنؤ۔ ۷ (یو۔پی)

علامہ ارشد القادری کی لکھنؤ میں آمد

قائد اہلسنت حضرت علامہ الحاج ارشد القادری صاحب ۲۷ رجون ۱۹۸۹ء کو دہلی سے لکھنؤ، ورلڈ اسلامک مشن آف انڈیا کے مرکزی دفتر میں دو روزہ دورے پر تشریف لائے۔ ۲۷ رجون ۱۹۸۹ء کو بعد نماز مغرب سے ہی ورلڈ اسلامک مشن کی ایک انتہائی اہم میٹنگ شروع ہوئی۔ جس میں بہت ہی اہم فیصلے کیے گئے۔

میٹنگ میں طے کیا گیا کہ جلد ہی مشن کا ایک پروگرام بنا کر پورے ملک میں مشتہر کیا جائے گا۔ مشن کی ہر شاخ کی کارکردگی اسی پروگرام پر عمل درآمد کے ذریعہ جانچی جائے گی۔

مشن کے تربیتی مرکز کے لیے ایک عظیم منصوبہ پر غور کیا گیا جس پر عمل کر کے مشن کو ترقی کی راہوں پر گامزن کیا جائے گا۔

حضرت علامہ نے مشن کی تمامی شاخوں سے متعلق فائلوں کا معائنہ کیا جس میں گجرات کے چیف آرگنائزر جناب قاری محمد انور القادری صاحب کی قابل تعریف کارکردگی کو سراہا۔

اس کے علاوہ جناب خورشید جان قریشی صاحب۔ مرکزی چیف آرگنائزر۔ اور جناب قاضی سید عبد الستار قادری۔ مرکزی نائب صدر کی کارگزاریوں پر مسرت کا اظہار کیا۔

مرکزی دفتر کی چاق و چوبند تیز گام کارکردگی پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مرکزی جنرل سکریٹری جناب مجید الرحمٰن انصاری صاحب کو خصوصی مبارکباد پیش کی۔ حضرت علامہ نے فرمایا کہ اگر مرکزی دفتر کی کارکردگی ایسی ہی رہی تو ہم جلد ہی اہلسنت میں جماعتی انقلاب برپا کر سکیں گے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اتنی تیز گام کارروائی کرنے والا دفتر اہلسنت میں پورے ملک میں کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ آپ نے مرکزی دفتر کی کارکردگی پر مکمل اطمینان و اعتماد کا اظہار فرمایا۔

حضرت علامہ نے لکھنؤ شاخ کے تحت مشن کے "شعبۂ اطفال" کا بھی معائنہ کیا جس میں ۲۵ برس سے کم عمر نوجوانوں کے ذریعہ مذہبی تقریبات پر خدمت خلق کا کام کیا جائیگا۔

۲۸ رجون ۱۹۸۹ء کو بعد نماز فجر سے عصر تک نماز ظہر کا وقفہ چھوڑ کر مسلسل میٹنگ چلتی رہی۔ بعد نماز عشا مسجد نیو حیدر آباد لکھنؤ میں حضرت علامہ نے خطاب عام فرمایا جس میں اہم نکات

اس طرح ہے۔

۱۔ حدیث من حج ولم یزرنی فقد جفانی۔ جس نے حج کیا اور میری زیارت کے لئے نہیں آیا اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ایک ماں اپنے لاڈلے بیٹے کو پالتی ہے اور ساتھ ہی اس تمنا کو بھی پالتی ہے کہ بیٹا جب جوان ہوگا تو وہ اسے سجا سنورا دولہا بنا ہوا دیکھے۔ تو جب بیٹا بڑا ہو جائے اور اسے نہلا دھلا کر خوب سجایا سنوارا جائے اور دولہا بنایا جائے مگر اس کی ماں کو اسے نہ دکھایا جائے تو کیا اس ماں پر یہ ظلم نہ ہوگا؟

پس اسی طرح اے بندۂ مومن جب تو طواف کعبہ کر چکا تو گناہوں سے پاک ہو گیا۔ میدان عرفات میں رحمت الٰہی سے تو اور نکھر گیا۔ حج کے بعد اب تو سج سنور گیا تو کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آپ کو نہیں دکھائے گا؟ تجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق سب سے زیادہ ہے کہ وہ تجھے سجا سنورا پاکیزہ دیکھیں کیونکہ وہ تجھے تیرے ماں باپ سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ اس لئے اگر تو مدینہ طیبہ میں بارگاہ حضور میں حاضر نہیں ہوتا تو کیا تو ظلم نہیں کر رہا ہے؟

۲۔ جب چند دنوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت نے استن حنانہ کو زندگی بخش دی۔ اور وہ آپ کی جدائی میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تو چودہ سو برس سے جس زمین کے ذروں کو آپ کی قربت نصیب ہے۔ اس کی زندگی میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا تو پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا عالم کیا پوچھنا؟

۳۔ بریلی کے عظیم سائنسداں نے ہمیں ایک آلہ دیا ہے یہ پہچاننے کا کہ کون اپنا ہے کون پرایا؟ اور کس کا دل روشن ہے؟ اور وہ یہ ہے کہ آپ کسی مسلمان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور فضائل و کمالات بیان کریں۔ اور بغور اس کے چہرہ پر نگاہیں جمائے رکھیں اگر ذکر حبیب سے اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھے تو سمجھئے کہ اس کا دل روشن ہے وہ اپنا ہے۔

۴۔ سیپ اور موتی کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ ایک ننھا کیڑا ہے جو سال بھر خواب خرگوش میں سمندر کی تہ میں سویا رہتا ہے برسات کا موسم آنے پر یہ سطح سمندر پر آتا ہے اور منہ کھول دیتا ہے۔ ہزاروں بادل برستے ہیں چلے جاتے ہیں مگر یہ سوائے سواتی نچھتر کے کسی کی ایک بوند پانی بھی قبول نہیں کرتا جب کہ یہ کروڑوں ٹن پانی کے اوپر راج کرتا ہے۔ یہ ننھا سا کیڑا پانی پانی میں فرق جانتا ہے تو کیا انسان اس سے بھی گیا گزرا ہو گیا ہے جو اپنے پرائے میں فرق نہیں جان سکتا؟

صلوٰۃ وسلام کے بعد دعا پر جلسہ ختم ہو گیا۔

۲۹ رجون ۱۹۸۹ء کی صبح حضرت علامہ لکھنؤ سے رانچی کے لئے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہو گئے۔

حافظ طارق حسین
چیف انفارمیشن سکریٹری شاخ لکھنؤ

ورلڈ اسلامک مشن گجرات

ابھی گجرات میں ورلڈ اسلامک مشن کی شاخ قائم ہوئے ایک سال کا بھی عرصہ نہیں ہوا ہے مگر اتنے قلیل وقت میں الحمدللہ شاخ گجرات نے بے مثال ترقی کی ہے۔ اور کئی تعمیری، اصلاحی اور تبلیغی کام شروع ہو چکے ہیں۔ فی الحال مشن گجرات کے زیر اہتمام احمد آباد کی پانچ جامع مسجدوں میں تفسیر قرآن پاک (تفسیر نعیمی) شروع کی گئی ہے۔ اور شہر احمد آباد کی تمام سنی مسجدوں کے علاوہ پورے گجرات میں تفسیر قرآن اور درس حدیث شروع کرنے کا پروگرام ہے۔ اس کے علاوہ صوبہ گجرات کے مرکزی آفس میں نائٹ اسکول بھی شروع کیا جا رہا ہے۔ جس میں چھوٹے اور بڑے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو، عربی، انگلش اور گجراتی زبان کی بھی تعلیم دی جائے گی اور ساتھ ہی ایک لائبریری بھی قائم کی جا رہی ہے۔ جس میں تمام معیاری کتابیں دستیاب ہوں گی۔ اور امسال احمد آباد میں مشن گجرات کے لئے عید الاضحیٰ کے موقع پر بڑے پیمانے پر قربانی کی کھالیں جمع کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔

ورلڈ اسلامک مشن شاخ گجرات کے سرپرست اور خادم سنیت جناب حاجی عبدالستار صاحب کی بے پناہ جانی و مالی قربانیوں سے آج شاخ گجرات ایک مثالی اور قابل نمونہ شاخ کہلانے کا مستحق ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شاخ کو ایسے ہی مخلص لوگ عطا فرمائے۔ آمین

ورلڈ اسلامک مشن شاخ گجرات کی سالانہ انتخابی میٹنگ انشاء اللہ ۲۴ ستمبر ۱۹۸۹ء بروز اتوار مشن گجرات کی مرکزی آفس کالو پور احمد آباد میں منعقد ہوئی جس میں تعلیم یافتہ نوجوان، ڈاکٹرس، انجینئرس، پروفیسرس حضرات کافی تعداد میں شریک ہوئے — قوم کے ایسے ہی تعلیم یافتہ متحرک اور فعال نوجوانوں کو مشن کی ذمہ داریاں سونپی جائیں گی۔ تاکہ ورلڈ اسلامک مشن ایک فعال اور قابل نمونہ تنظیم بن جائے۔

(قاری) محمد انظر القادری
چیف آرگنائزر شاخ گجرات۔

۱۶ر جولائی ۱۹۸۹ء کو جناب مولانا معین الدین صاحب دھانگدھرا ضلع سریندر نگر گجرات سے دفتر ورلڈ اسلامک مشن گجرات (احمد آباد) میں تشریف لائے اور اپنے ضلع سریندر نگر صوبہ گجرات میں مشن کی ضلعی شاخ قائم کرنے کی اجازت چاہی۔ مولانا موصوف کے جذبات

کو دیکھتے ہوئے انھیں ضلعی شاخ قائم کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ مولانا صاحب جلد ہی میٹنگ بلا کر مشن کی ضلعی شاخ کے ذمہ داران کا انتخاب کریں گے اور اپنی ضلعی شاخ کی رپورٹ صوبہ گجرات کے مرکزی دفتر احمد آباد، اور آل انڈیا دفتر لکھنؤ اور سنی رسالوں میں شائع کرائیں گے۔

(قاری) محمد انظر القادری

شاخ پٹنہ بہار

ورلڈ اسلامک مشن کی ایک اہم میٹنگ پٹنہ شاخ کے زیر اہتمام مورخہ ۲۳ر جولائی ۱۹۸۹ء کو ہوئی۔ جس کی صدارت حضرت مولانا علی احمد صاحب سیوانی نے کی۔ مذکورہ میٹنگ میں صوبہ بہار کے مختلف اضلاع کے مندوبین نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں پٹنہ شہر کے بزرگوں اور نوجوانوں نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مذکورہ میٹنگ میں بہار صوبائی کمیٹی کی تشکیل اس طرح عمل میں آئی۔

۱۔ جناب محمد جان عالم خان حبیبی، نوادہ، نگراں۔
۲۔ جناب پروفیسر عبدالمنان قادری صدر
۳۔ جناب مولانا عبدالبر صاحب اعظمی اشرفی نائب صدر
۴۔ جناب مولانا علی احمد صاحب سیوان نائب صدر
۵۔ جناب جمال الدین صاحب جنرل سکریٹری
۶۔ جناب مولانا حامد القادری مظفر پوری سکریٹری
۷۔ جناب قیام الدین صاحب چمپارنی سکریٹری
۸۔ جناب مولانا غلام رسول صاحب چیف انفارمیشن سکریٹری
۹۔ جناب مولانا غلام مصطفےٰ رضا صاحب انفارمیشن سکریٹری
۱۰۔ جناب وکیل قریشی قادری صاحب خازن
۱۱۔ مولانا خدا بخش صاحب ممبر
۱۲۔ جناب نور محمد صاحب "
۱۳۔ محمد اسحاق خان "
۱۴۔ محمد شبیر صاحب "
۱۵۔ محمد جمال الدین "
۱۶۔ محمد عبداللہ "
۱۷۔ محمد تنویر الحق صاحب "
۱۸۔ ارشاد احمد خان "
۱۹۔ شبیر حسین "
۲۰۔ غلام مرتضیٰ "
۲۱۔ ڈاکٹر غلام نبی کریم اشرفی پٹنہ وغیرہم۔

صادق القادری مصباحی
چیف آرگنائزر شاخ بہار مسجد معین پورہ۔ پٹنہ

شاخ رانچی بہار کی کمیٹی کا انتخاب

مورخہ ۹ر جولائی ۱۹۸۹ء بروز اتوار ڈورنڈا، درزی محلہ (رانچی) میں ورلڈ اسلامک مشن شاخ رانچی کی ایک ضلعی نشست اسلامک مشن کے دفتر واقع درزی محلہ میں زیر صدارت حضرت مولانا محمد غوث صاحب ہوئی۔ جس میں شہر اور بیرون کے کافی لوگ شریک ہوئے۔ سید علقمہ شبلی قادری خطیب درزی محلہ نے آئے ہوئے شرکاء کو اسلامک مشن کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔ تمامی شرکاء نے اس اقدام کو کافی سراہا اور اس کی رکنیت کو قبول کیا۔ کمیٹی کی تشکیل اس طرح ہوئی۔

۱۔ ڈاکٹر امان صاحب حبیبی سرپرست
۲۔ الحاج معصوم صاحب سرپرست
۳۔ الحاج جمشید صاحب سرپرست
۴۔ ڈاکٹر سید اظہار صاحب رضوی صدر
۵۔ محمد غلام جیلانی اشرف قادری سینئر نائب صدر
۶۔ جناب محمد کبیر صاحب قادری نائب صدر
۷۔ محمد خلیل صاحب قادری سکریٹری
۸۔ محمد سید سعید کاظمی صاحب جوائنٹ سکریٹری
۹۔ محمد قاسم صاحب ادریسی ایڈوائزر۔ جوائنٹ سکریٹری
۱۰۔ محمد جعفر صاحب قادری پبلسٹی سکریٹری
۱۱۔ محمد صابر صاحب کلاتھ مرچنٹ قادری خازن

ممبران ورکنگ کمیٹی

۱۔ عبدالخالق رضوی
۲۔ محمد شمیم احمد
۳۔ محمد مشتاق احمد
۴۔ محمد نسیم الدین حبیبی
۵۔ محمد اسلم
۶۔ محمد انور قادری
۷۔ محمد شاہد
۸۔ محمد شکیل احمد قادری
۹۔ نعیم اللہ مستری قادری
۱۰۔ عبدالغنی صاحب ماسٹر
۱۱۔ محمد فرید

محمد جعفر قادری پبلسٹی سکریٹری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
ماھنامہ حجاز جدید دہلی
کے
"امام اھلسنّت نمبر"
کے لئے نیک تمنّائیں
الحاج عبد الرّشید محمود ملّا
ریحان انڈسٹریل کارپوریشن عقب بس ڈپو۔ کرلا۔ بمبئی ۷۰

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
ماھنامہ حجاز جدید دہلی
کے
"امام اھلسنّت نمبر"
کے لئے نیک تمنّائیں
انعام اللہ خاں۔ ہول سیل لیڈر اینڈ ریگزین
ڈیلرس سی۔ ایس۔ ٹی۔ روڈ۔ کرلا۔ بمبئی ۷۰

بمبئی میں ماہنامہ حجاز جدید کا برانچ آفس
ماہنامہ حجاز جدید دہلی کی روز افزوں مقبولیت کے پیش نظر
بمبئی میں اس کا باقاعدہ برانچ آفس کھولا جارہا ہے۔ جس کی نگرانی
کے فرائض انجام دیں گے۔ مولانا فتح احمد بستوی مصباحی۔
انجمن کوثر کے صدر محبوب خاں صاحب ودیگر ذمہ داران کی
خواہش وگزارش کے مطابق برانچ آفس کے لئے اسی انجمن کوثر کے دفتر کا
استعمال ہوگا۔
شائقین اس پتے پر رابطہ قائم کریں
انجمن کوثر۔ نوری مسجد۔ اتفاق چال۔ قریش نگر۔
کرلا۔ بمبئی ۴۰۰۰۷۰

اجالا ہی اجالا
ہمارے یہاں ہر قسم کے الیکٹرک سامان ہول سیل اور ریٹیل
میں ملتے ہیں۔ تشریف لائیں اور ہمیں خدمت کا موقع دیں۔
۱۔ اجالا الیکٹرک اسٹورس۔ ۲۱۲ چوتھا نظام پورہ۔
بھیونڈی۔ مہاراشٹر۔
۲۔ موتی محل اسٹورس۔ روشن باغ۔ نارپولی۔ بھیونڈی۔
مہاراشٹر۔
۳۔ نور الیکٹرک اسٹورس۔ نزد اولیاء مسجد۔
غیبی نگر۔ بھیونڈی۔ مہاراشٹر۔
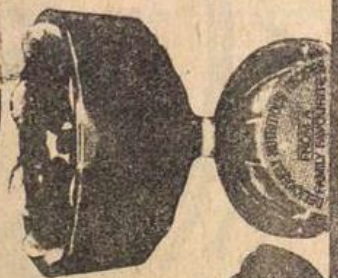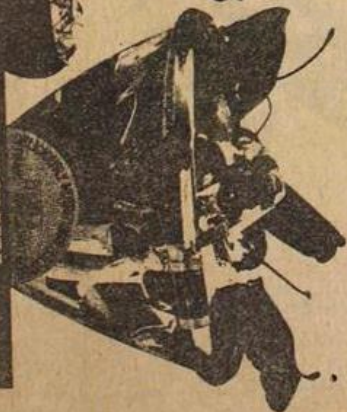
روح افزا
آئس کریم
روح افزا
فروٹ سلاد
روح افزا
لسی
روح افزا
فرنی
FROM A FAMILY FAVOURITE
DELICIOUSLY NUTRITIOUS RECIPES
ROOH AFZA

اردو اکادمی، دہلی

گھٹا مسجد روڈ۔ دریا گنج۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

۱۹۸۶ء کی مطبوعات

(۱) مولانا ابوالکلام آزاد: شخصیت اور کارنامے۔ مرتب: ڈاکٹر خلیق انجم۔ قیمت ۴۸ روپے۔ صفحات ۵۰۲۔
(۲) بزم آخر۔ مصنف: منشی فیض الدین۔ مرتب: ڈاکٹر کامل قریشی۔ قیمت ۲۱ روپے۔ صفحات ۱۲۳
(۳) دہلی کی آخری شمع۔ مصنف: مرزا فرحت اللہ بیگ۔ مرتب: ڈاکٹر صلاح الدین۔ قیمت ۲۳ روپے۔ صفحات ۱۴۰۔
(۴) دلّی کا آخری دیدار۔ مصنف: سید وزیر حسن دہلوی۔ مرتب: سید ضمیر حسن دہلوی۔ قیمت ۱۷ روپے۔ صفحات ۸۳۔
(۵) دلّی والے (جلد اول)۔ مرتب: ڈاکٹر صلاح الدین۔ قیمت ۳۶ روپے۔ صفحات ۲۵۷
(۶) قلعۂ معلّیٰ کی جھلکیاں۔ مصنف: عرش تیموری۔ مرتب: ڈاکٹر اسلم پرویز۔ قیمت ۱۷ روپے۔ صفحات ۷۲۔
(۷) رسوم دہلی۔ مصنف: سید احمد دہلوی۔ مرتب: ڈاکٹر خلیق انجم۔ قیمت ۲۸ روپے۔ صفحات ۲۰۸۔
(۸) داغ دہلوی: حیات اور کارنامے۔ مرتب: ڈاکٹر کامل قریشی۔ قیمت ۳۱ روپے۔ صفحات ۲۲۷۔

۱۹۸۷ء کی مطبوعات

(۹) عالم میں انتخاب: دلّی۔ مصنف: مہیشور دیال۔ قیمت ۵۲ روپے۔ صفحات ۵۲۱۔
(۱۰) سوانح دہلی۔ مصنف: شاہزادہ مرزا احمد اختر گورگانی۔ مرتب: مرغوب عابدی۔ قیمت ۱۷ روپے۔ صفحات ۶۳۔
(۱۱) خواجہ حسن نظامی: حیات اور کارنامے۔ مرتب: خواجہ حسن ثانی نظامی۔ قیمت ۲۹ روپے۔ صفحات ۲۰۸۔
(۱۲) دیوانِ حالی۔ مصنف: مولانا الطاف حسین حالی۔ مقدمہ: رشید حسن خاں۔ قیمت ۲۴ روپے۔ صفحات ۲۳۲۔
(۱۳) چراغ دہلی۔ مصنف: میرزا حیرت دہلوی۔ قیمت ۲۹ روپے۔ صفحات ۵۳۶۔
(۱۴) اردو صحافت۔ مرتب: انور علی دہلوی۔ قیمت ۳۲ روپے۔ صفحات ۳۳۲
(۱۵) دہلی کے اسکولوں میں اردو نصاب کے مسائل۔ مرتب: صدیق الرحمان قدوائی۔ قیمت ۲۳ روپے۔ صفحات ۱۸۷۔
(۱۶) نوبتِ پنج روزہ یعنی وداعِ ظفر۔ مصنف: علامہ راشد الخیری۔ مرتب: ڈاکٹر تنویر احمد علوی۔ قیمت ۲۳ روپے۔ صفحات ۱۵۸۔
(۱۷) دلّی کی آخری بہار۔ مصنف: علامہ راشد الخیری۔ مرتب: سید ضمیر حسن دہلوی۔ قیمت ۲۰ روپے۔ صفحات ۱۲۷۔
(۱۸) اردو غزل۔ مرتب: ڈاکٹر کامل قریشی۔ قیمت ۳۱ روپے۔ صفحات ۲۵۹۔
(۱۹) اردو اور مشترکہ ہندوستانی تہذیب۔ مرتب: ڈاکٹر کامل قریشی۔ قیمت ۲۹ روپے۔ صفحات ۴۵۹۔
(۲۰) لال قلعے کی ایک جھلک۔ مصنف: حکیم خواجہ سید ناصر نذیر الدین فراق دہلوی۔ مرتب: ڈاکٹر انتظار مرزا۔ قیمت ۱۹ روپے۔ صفحات ۱۰۹۔
(۲۱) دلّی کی تہذیب۔ مرتب: ڈاکٹر انتظار مرزا۔ قیمت ۱۷ روپے۔ صفحات ۸۴۔
(۲۲) ڈائرکٹری اردو ناشرین و تاجران کتب۔ مرتب: انور علی دہلوی۔ قیمت ۵۰ روپے۔ صفحات ۶۸۰۔
(۲۳) مرزا محمود بیگ کے مضامین کا انتخاب۔ مرتب: ڈاکٹر کامل قریشی۔ قیمت ۳۱ روپے۔ صفحات ۲۹۶۔

۱۹۸۸ء کی مطبوعات

(۲۴) نیا اردو افسانہ: تجزیہ اور مباحث۔ مرتب: پروفیسر گوپی چند نارنگ۔ قیمت ۶۰ روپے۔ صفحات ۶۳۱۔
(۲۵) انتخاب کلام داغ۔ مرتبہ: بیگم ممتاز میرزا۔ قیمت ۳۴ روپے۔ صفحات ۲۴۹۔
(۲۶) دلّی والے (جلد دوم)۔ مرتب: ڈاکٹر صلاح الدین۔ قیمت ۵۶ روپے۔ صفحات ۵۰۶
(۲۷) دہلی اور اس کے اطراف۔ مرتبہ: ڈاکٹر صادقہ ذکی۔ قیمت ۲۵ روپے۔ صفحات ۱۲۴
(۲۸) دہلی کے مشائخ کی ادبی خدمات۔ مصنفہ: بیگم ریحانہ فاروقی۔ قیمت ۲۱ روپے۔ صفحات ۸۴۔
(۲۹) دلّی کی درگاہ شاہِ مرداں۔ مصنف: ڈاکٹر خلیق انجم۔ قیمت ۳۳ روپے۔ صفحات ۱۳۰
(۳۰) حواشی ابوالکلام آزاد۔ مرتب: سید مسیح الحسن۔ قیمت ۶۲ روپے۔ صفحات ۵۷۹
(۳۱) اردو میں بارہ ماسے کی روایت۔ مصنف: ڈاکٹر تنویر احمد علوی۔ قیمت ۴۹ روپے۔ صفحات ۳۸۷
(۳۲) دلّی کے آثارِ قدیمہ۔ مرتب و مترجم: ڈاکٹر خلیق انجم۔ قیمت ۴۸ روپے۔ صفحات ۲۹۶
۳۳ اشاریہ آج کل: مرتب جمیل احمد۔ قیمت ۷۷ روپے۔ صفحات ۶۸۴

○ اکادمی کی شائع کردہ کتابیں بذریعہ آفسیٹ طبع ہوئی ہیں۔
○ اکادمی کی سیل ڈپو کا کوئی سول ڈسٹری بیوٹر نہیں ہے۔
○ لائبریری کو ۱۵٪ کمیشن پر کتابیں فروخت کی جائیں گی۔
○ کتب فروشوں کو مبلغ پانچ سو روپے تک کی کتابوں پر ۳۳٪ اور پانچ سو روپے سے زیادہ کی کتابوں پر ۴۰٪ کمیشن دیا جائے گا۔
○ کتابیں وی۔ پی۔ پی سے یا بلٹی کے ذریعے بھیجی جائیں گی۔

انچارج سیل ڈپو

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہر چرخِ نبوت پہ روشن درود
گل باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

ان کے مولیٰ کے ان پر کروڑوں درود
ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے
اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

سیدہ، زاہرہ، طیبہ، طاہرہ
جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

حسنِ مجتبیٰ، سیّد الاسخیاء،
راکب دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

اس شہید بلا، شاہِ گلگوں قبا،
بیکسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق،
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

بنتِ صدیق آرامِ جانِ نبی،
اس حریم برارت پہ لاکھوں سلام

شمعِ تابان کا شانۂ اجتہاد،
مفتیٔ چار مِلّت پہ لاکھوں سلام

جاں نثارانِ بدر و اُحد پر درود
حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام

وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا
اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

سایۂ مصطفیٰ، مایۂ اِصطفا،
عزّ و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

دُرِّ منثورِ قرآن کی سِلک بھی،
زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام

یعنی عثمان صاحب قمیصِ ہُدیٰ!
حلہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

مرتضیٰ شیرِ حق اشجع الاشجعین!
ساقیِ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

شیر شمشیر زن، شاہ خیبر شکن،
پرتوِ دست قدرت پہ لاکھوں سلام

جس مسلماں نے دیکھا انہیں اک نظر
اس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

اور جتنے ہیں شہزادے اس شاہ کے
ان سب اہلِ مکانت پہ لاکھوں سلام

شافعی، مالک، احمد، امام حنیف
چار باغ امامت پہ لاکھوں سلام

کاملانِ طریقت پہ کامل درود،
حاملانِ شریعت پہ لاکھوں سلام

غوث اعظم امام التقیٰ والنقیٰ،
جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام

جس کی منبر ہوئی گردنِ اولیاء
اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

شاہ برکات و برکات پیشینیاں،
نوبہارِ طریقت پہ لاکھوں سلام

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب
تا ابد اہلِ سنت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

AZ JADEED, Monthly
Editor : M. Yaseen Akhtar Misbahi
Rs. 12/- 88/14 Zakir Nagar, N. Delhi-25

RNI No. 47335/88
Postal Regd. No D[SE] 119/88
OCT. 1989

دہلی میں اہلسنت کی کتابوں کا واحد مرکز

ہماری نئی مطبوعات

کتاب	مصنف	قیمت
جامع کراماتِ اولیاء	علامہ یوسف نبہانی	۸۰—۰۰
مقالاتِ کاظمی اوّل	علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی	۴۲—۰۰
مقالاتِ کاظمی دوم وسوم	〃 〃	زیرِ طبع
درود تاج پر اعتراضات کے جوابات	〃 〃	۱۰—۰۰
انوارِ احمدی	علامہ شاہ انوار اللہ حیدرآباد (تلخیص) علامہ ارشد القادری	
نمازیں اور دُعائیں	مفتی محمد خلیل خاں برکاتی	۲۷—۰۰
اسلام میں پردہ	〃 〃	۲۵—۰۰
شریعت وطریقت	〃 〃	۲۵—۰۰
عقائدِ اسلام	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۳۰—۰۰
غوث الوریٰ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۲—۰۰

لِسانُ الفردوس تصنیف علامہ ارشد القادری۔ عربی زبان میں دینی تعلیم کا جدید نصاب کئی حصوں میں (دروس اللغۃ العربیۃ کی تلخیص وتسہیل

کتاب	قیمت
زلزلہ	۱۶—۰۰
زیر وزبر	۲۷—۰۰
لالہ زار	۲۳—۰۰
تبلیغی جماعت	۱۷—۰۰
تعزیراتِ قلم	۱۰—۰۰
جماعتِ اسلامی	۱۰—۰۰
نقشِ کربلا	۱۰—۰۰
نقشِ خاتم	۳—۰۰
سرکار کا جسم بے سایہ	۲—۵۰
آیئے حج کریں	۲—۵۰
جلوۂ حق	۳—۵۰
بیس تقریریں	۳۰—۰۰
محمد رسول اللہ قرآن میں	۳—۵۰
شریعت	۴—۰۰
دل کی مراد	۳—۵۰
علم غیب	۲—۰۰
دلائل الخیرات شریف	۳۲—۰۰
فضائلِ درود	۱۸—۰۰
بارہ تقریریں	۲۰—۰۰
کراماتِ صحابہ	۱۰—۰۰
نماز کی تعلیم	۶—۰۰
جوانی کی حفاظت	۵—۰۰
رسولِ کریم	۵—۰۰
رہبر ورہنما	۲—۰۰
الوظیفۃ الکریمہ	۱—۵۰
تبلیغی جماعت کا فریب	۲—۰۰

کتاب	قیمت
زیارتِ قبور	۲—۰۰
طریقۂ فاتحہ	۲—۰۰
دورِ حاضر میں منکرینِ رسالت	۳—۵۰
ایک سفر دہلی سے بہار نیپور تک	۲—۰۰
انوار الحدیث اردو	۳۶—۰۰
فقہی پہیلیاں	۲۲—۰۰
خطباتِ محرم	۴۰—۰۰
انوار الحدیث ہندی	۲۴—۰۰
انوارِ شریعت اردو، ہندی	۶—۰۰
محققانہ فیصلہ 〃	۳—۰۰
مکاشفۃ القلوب	۵۵—۰۰
کشف المحجوب	۵۰—۰۰
سبع سنابل شریف	۳۵—۰۰
سُنّی بہشتی زیور کامل	۴۰—۰۰
عمل الیوم واللیل	۲۰—۰۰
سوانح کربلا	۸—۰۰
سچی نماز	۸—۰۰
دعوتِ فکر	۱۲—۰۰
خطباتِ ربانی اول ودوم	۲۰—۰۰
شمع شبستان رضا مکمل	۴۰—۰۰
حدائق بخشش	۲۸—۰۰
حق وباطل کی جنگ	۸—۰۰
عورتوں کی نماز	۳—۰۰
انتخاب اجمل	۳—۰۰
بیگل 〃	۳—۰۰
بارشِ رحمت	۳—۰۰

کتاب	قیمت
میلادِ مصطفیٰ	۸—۰۰
ارشاداتِ اعلیٰحضرت	۶—۰۰
نقشِ سلیمانی	۲۵—۰۰
تذکرۂ اولیاء	۳۵—۰۰
بہارِ شریعت (کامل)	۱۸۰—۰۰
میلادِ اکبر	۶—۰۰
وظائفِ رضویہ	۱۵—۰۰
قصص الانبیاء (کلاں)	۳۵—۰۰
بخاری شریف (کامل)	۲۵۰—۰۰
مشکوٰۃ شریف عربی اردو	۲۱۰—۰۰
سیرت النبی (کامل)	۱۸۰—۰۰
رحمۃ اللعالمین	۹۵—۰۰
فیوضِ یزدانی	۸۵—۰۰
غنیۃ الطالبین	۷۰—۰۰
تحفۂ اثنا عشریہ	۱۱۰—۰۰
مشکوٰۃ المصابیح کامل	۴۹۰—۰۰
معرکۂ کربلا	۳۰—۰۰
تاریخ الخلفاء	۵۵—۰۰
جاء الحق	۴۵—۰۰
عورتوں کی حکایات	۲۷—۰۰
سچی حکایات (کامل)	۹۰—۰۰
شانِ حبیب الرحمٰن	۲۰—۰۰
خطباتِ (کامل)	۵۰—۰۰
شواہد النبوۃ	۳۰—۰۰
کیمیائے سعادت	۱۲۵—۰۰
سرورِ کونین کی فصاحت	۴۰—۰۰

کتاب	قیمت
رسائلِ نعیمیہ	۴۵—۰۰
ہمارا اسلام	۵۰—۰۰
مسائلِ توسل وزیارت	۸—۰۰
خصائصِ رسول	۱۰—۰۰
مجموعۂ اعمالِ رضا	۲۶—۰۰
مزارات پر عورتوں کی حاضری	۳—۵۰
اذانِ قبر	۲—۵۰
قانونِ شریعت کامل	۲۵—۰۰
فتاویٰ رضویہ اول تا پنجم	۱۶۰—۰۰
نظامِ شریعت	۲۵—۰۰
مفید الواعظین	۱۵—۰۰
آنا جانا نور کا	۱۵—۰۰
فتوح الغیب	۱۵—۰۰
خطباتِ برطانیہ	۲۰—۰۰
نعیمی خطبات کامل	۷۲—۰۰
شہید ابن شہید	۳۵—۰۰
نفحات الانس	۱۲۵—۰۰
شمس المعارف الکبریٰ	۹۵—۰۰
فیصلۂ ہفت مسئلہ	۳۵—۰۰
المعجزات	۳۰—۰۰
سیرت غوثِ اعظم	۳۸—۰۰
سلطنتِ مصطفیٰ	۵—۰۰
میلاد رحمۃ اللعالمین اردو	۱۰—۰۰
اسلامی زندگی	۱۰—۰۰
مدارج النبوۃ	۲۲۵—۰۰
جمالِ مصطفیٰ (کامل)	۲۰۰—۰۰

نوٹ :- اپنی مطبوعات کے علاوہ دیگر اداروں کی مطبوعات بھی مناسب ہدیہ پر ...

مکتبہ جام نور ۱۵۱/۲۲۴۱ کوچہ چیلان دریا گنج نئی دہلی